دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی

شعور و آگہی

لاہور

اپریل تا جون 2011ء • ربیع الثانی تا جمادی الثانی 1432ھ جلد نمبر 03 • شمارہ نمبر 02 • رجسٹرڈ نمبر D-370

www.rahimia.org

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی، تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی

شعور و آگہی

لاہور

اپریل تا جون ۲۰۱۱ء / ربیع الثانی تا جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ | جلد نمبر ۰۳ شمارہ نمبر ۰۲ | رجسٹرڈ نمبر 370-S

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

مجلس ادارت

مدیر	مدیرِ اعلیٰ	صدرِ مجلس
محمد عباس شاد	مفتی عبدالخالق آزاد	پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن

مشاورت

مفتی عبدالمتین نعمانی	بورے والا	پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل	سعودی عرب
مفتی عبدالقدیر	چشتیاں	پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمقیت شاکر علیمی کراچی	
مفتی عبدالغنی قاسمی	لاہور	پروفیسر حسین احمد علوی	چشتیاں
مفتی محمد مختار حسن	نوشہرہ	پروفیسر ڈاکٹر ابرار محی الدین	بہاولپور
ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ معصومی	سکھر	پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر	اسلام آباد
مولانا عبداللہ عابد سندھی	شکار پور	پروفیسر محمد سعید اختر	اسلام آباد
مولانا محمد ناصر	جھنگ	پروفیسر ڈاکٹر محمد جہانگیر	لاہور

قیمت فی شمارہ: 100 روپے | سالانہ زرِتعاون: 400 روپے

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

PH: ۰۰۹۲-۴۲-۳۶۳۰۷۷۱۴ / ۳۶۳۶۹۰۸۹ web: www.rahimia.org

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی مجلّہ ''شعور و آگہی''، رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

www.rahimia.org

گلدستۂ مضامین

اداریہ:

حرفِ اول

مدیرِ اعلیٰ

۰۳

تاریخی سلسلۂ اسناد

برصغیر میں دینی رہنماؤں کا تاریخی تسلسل (2)

"سبیل الرّشاد" کا اردو ترجمہ

تحریر و تصنیف: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

۰۵

کتب کا تقابلی مطالعہ

مَحبّت اور فلسفۂ مَحبّت

علامہ ابن حزمؒ و شاہ رفیع الدین دہلویؒ کی نظر میں

"طوق الحمامه" اور "أسرار المَحبّة" کا تقابلی مطالعہ

تحریر: ڈاکٹر حافظ محمد افضل (سعودی عرب)

۷۳

تعارف مخطوطات

مکتبہ الحرم المکّی مکہ مکرمہ

میں خانوادۂ ولی اللّٰہی کی کتابوں کے چند اہم مخطوطات

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد

۱۰۶

www.rahimia.org

تعارف مقالہ نگار

- **مفتی عبدالخالق آزاد**

  ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

- **ڈاکٹر حافظ محمد افضل (سعودی عرب)**

  اسلامک اینڈ عریبک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ

  کنگ فہد پٹرولیم اینڈ منرل یونیورسٹی دہران سعودی عرب

اداریہ

حرفِ اوّل

برعظیم پاک و ہند کی قومی تاریخ میں انیسویں صدی عیسوی بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس صدی میں اس خطے پر انگریزوں کے تسلط کی وجہ سے مسلمانوں کی تقریباً آٹھ سو سالہ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اور غاصبانہ تسلط رکھنے والی قوتوں کا دور دورہ شروع ہوا۔ جس کے نتیجے میں اس دھرتی کے قومی اور ملی تقاضوں کو نظرانداز کر کے اغیار کے مفادات کے مطابق نہ صرف نظامِ حکومت قائم کیا گیا، بلکہ ایسے افکار و نظریات کو فروغ دیا گیا، جو قطعی طور پر غلامانہ ذہنیت پیدا کرنے کا باعث رہے ہیں۔ اس تناظر میں اس خطے میں جدوجہدِ آزادی کی تحریکات برپا ہوئیں۔ خاص طور پر ولی اللّٰہی جماعت کے حاملین علمائے حق نے اس غاصبانہ تسلط کو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کیا، بلکہ اس کے خلاف واضح مؤقف اختیار کر کے جرأت و پامردی سے اقدامات کیے اور تحریکات برپا کیں۔

چناں چہ 1804ء میں امام شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ دار الحرب، حضرت سید احمد شہیدؒ کی مجاہدانہ تحریک اور 1831ء میں معرکۂ بالاکوٹ میں ان کی شہادت، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی دہلی اور حجاز کے مراکز میں بیٹھ کر مختلف تحریکات کی رہنمائی، سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی 1857ء کی جدوجہدِ آزادی میں عظیم الشان شرکت، 1866ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام، 1886ء میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ہندوستان کی آزادی کے لیے قومی جماعت میں شرکت کا فتویٰ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی برپا کی ہوئی اہم تحریکات اسی صدی میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اس تسلسل سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی مغلوبیت کے اس دور میں، دین اسلام کی اساس پر برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے انسانوں کی آزادی اور دین کی تعلیمات کے غلبے کی تحریکات میں کام کرنے والے حضرات علمائے ربانیین نے نظریاتی اور فکری، سیاسی اور معاشی حوالے سے بڑی عظیم الشان جدوجہد اور کوشش کی ہے۔

ایسے علمائے ربانیّین کے حالات سے واقفیت بہم پہنچانا اور ان کی جدوجہد کا شعوری مطالعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اس حوالے سے برصغیر میں تاریخی تسلسل کے حامل جدوجہد کرنے والے ایسے دینی رہنماؤں کے حالاتِ زندگی اور ان کے سرانجام دیے ہوئے کارناموں کا مختصر تذکرہ مرتب کیا ہے۔ خاص طور پر ولی اللّٰہی سلسلے کے علمائے ربانیّین کا تعارف انتہائی جامعیت کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ نیز ان کے سلسلۂ اسناد کے تسلسل، اس کے پھیلاؤ اور وسعت اور گزشتہ دور کے علمائے حق سے ان کی نسبت کو واضح کیا ہے۔

اس حوالے سے اس شمارے کا سب سے پہلا مقالہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تحریر شدہ عربی کتاب

www.rahimia.org

''**سبیل الرّشاد**'' کے اردو ترجمے کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ اس مقالے کی دوسری قسط ہے۔ اس سے مختصراً ولی اللّٰہی سلسلے کا تاریخی تسلسل اور ان حضرات کے اس سلسلۂ اسناد کی پوری وضاحت سامنے آجاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آئندہ آنے والی نسل میں دینی تعلیمات کی منتقلی کے حوالے سے تاریخی تسلسل کی بڑی اہمیت ہوا کرتی ہے۔ اس تناظر میں مولانا سندھیؒ کا یہ کام بڑا ہی وقیع اور نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

اس شمارے کا دوسرا مقالہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صاحبزادے حضرت الامام شاہ رفیع الدین دہلویؒ کی تالیف ''**اَسرار المَحبّہ**'' اور علامہ ابن حزم اندلسی ظاہریؒ کی تالیف ''**طوق الحمّامہ فی الاُلفۃ و الاُلّاف**'' کے تقابلی مطالعے کی روشنی میں ''محبت اور فلسفۂ محبت'' کے حوالے سے ہے۔ محبت و اُلفت کائنات کا ہمہ گیر جذبۂ مودّت ہے۔ اور اسی محبت کی اساس پر قائم رحمت و شفقت اور مہربانی کے جذبے سے کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ حدیث نبویؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے محبت و رحمت کا ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا۔ اور 99 حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔ دنیا میں اس ایک حصے کی وجہ سے انسانی زندگی میں خاندانی سطح سے لے کر بین الاقوامی نظام کی تشکیل تک انسان دوستی کی حامل محبتوں اور اُلفتوں کا نظام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں محبت و فلسفہ محبت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ خاص طور پر حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی قدس سرہٗ نے ''محبتِ الٰہیہ'' اور ''محبتِ بشریہ'' پر بڑی عمدہ، پُرمغز اور جامع گفتگو کی ہے۔ نیز ''محبت من اللہ'' اور ''محبت مع اللہ'' کے بہت سے دقیق پہلوؤں کی وضاحت اور نشان دہی کی ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے ان دونوں حضرات کی کتابوں کا تقابلی جائزہ بڑے عمدہ انداز میں پیش کیا ہے۔ نیز انھوں نے اپنے نتائج تحقیق کو مختصر اور مربوط انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

اس شمارے کا تیسرا مقالہ خانوادۂ ولی اللّٰہی کے قلمی مخطوطات کے تعارف پر مشتمل ہے۔ گزشتہ سال ہمیں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس موقعے پر مکہ مکرمہ کی وقیع لائبریری ''**مکتبۃ الحرم المکّی**'' میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس لائبریری میں جہاں مختلف علوم وفنون سے متعلق مخطوطات کا ایک وقیع ذخیرہ موجود ہے، وہاں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادے کی اہم کتابوں کے مخطوطات بھی موجود ہیں۔ اس لائبریری میں امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگرد شیخ عبدالوہاب دہلویؒ کی زیرنگرانی قائم شدہ ''مکتبہ فیضیہ مکیہ'' کا اہم ذخیرۂ کتب بھی شامل ہے۔ حضرت سندھیؒ نے اس ذخیرۂ کتب سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ یہاں ولی اللّٰہی علوم و اَفکار پر موجود کتابیں حضرت سندھیؒ کی نظر سے گزری ہیں۔ اور ان پر انھوں نے تصحیحات کے حوالے سے کام بھی کیا ہے۔ چناں چہ اس مقالے میں اس لائبریری، اس کے ارتقا اور اس میں موجود مخطوطات کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ تحقیقی حوالے سے ولی اللّٰہی علوم و اَفکار سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے لیے اس میں معلومات کے بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کو گزشتہ شماروں کی طرح یہ شمارہ بھی پسند آئے گا۔ اپنی آرا و تجاویز سے ضرور مطلع کیجیے۔ (مدیرِ اعلیٰ)

www.rahimia.org

تاریخی سلسلۂ اسناد

برصغیر میں دینی رہنماؤں کا تاریخی تسلسل

''سبیل الرّشاد'' کا اردو ترجمہ

تصنیف و تالیف: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

(2)

کتاب ''التّمهید لِتعریف آئمّة التّجدید'' کی اهمیت

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب ''التمهید لتعریف آئمة التجدید'' کے تیسرے حصے ''سبیل الرّشاد'' کا اُردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ مولانا سندھیؒ نے اس حصے میں ہندوستان کی تاریخ کے بارہ ادوار متعین کرتے ہوئے دینی علوم و معارف اور ان کے سیاسی اثرات و نتائج کے تاریخی تسلسل کی نشان دہی کی ہے۔ خاص طور پر ائمہ مجددین کے تجدیدی کردار کے مختلف پہلوؤں اور ان کے سلسلۂ اسناد کے تاریخی تسلسل کی وضاحت کی ہے۔ اور علوم و معارف کے میدان میں جن علمائے ربانیین، محدثین، مفسرین اور بلند مرتبت سیاسی رہنماؤں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور تجدیدی کردار ادا کیا، اس کو پورے تسلسل اور تاریخی ترتیب کے ساتھ مولانا سندھیؒ نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمے اور آٹھ اَقسام پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ''قسم'' کے ذیل میں ابواب ہیں۔ اور ہر ''باب'' کے ذیل میں انواع کا تذکرہ ہے۔ اور پھر ہر ''نوع'' کئی فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح اختصار کے ساتھ اس کتاب میں ولی اللّٰہی مشائخ کے تاریخی تسلسل اور ان کے سلسلۂ سند کی وضاحت کی ہے۔ اور فقہا، محدثین، مفسرین، صوفیا، علمائے ربانیین، فلاسفہ و حکما وغیرہ کے تمام سلسلہ ہائے اسناد کا تسلسل بیان کیا گیا ہے۔ یوں یہ کتاب سینکڑوں علما و مشائخ اور مجتہدین کی سوانح کا مرقع ہے۔ اور ہندوستان میں گزشتہ تیرہ سو سال میں غلبۂ اسلام کے تاریخی تسلسل کی نشان دہی کرتی ہے۔

کتاب کی پہلی قسم کے پہلے باب کا ترجمہ گزشتہ شمارے میں پہلی قسط کے طور پر شائع ہوا تھا۔ اس شمارے میں دوسری قسط میں پہلی قسم کے پہلے باب کا باقی حصہ اور دوسرے باب کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

www.rahimia.org

چوتھی نوع؛ گیارہویں دور کے ائمہ میں سے

امام عبدالعزیز دہلویؒ کی جماعت کا تذکرہ

گیارہویں دور (1174ھ/1761ء تا 1274ھ/ 1857ء) (1) کے چند طبقات ہیں:

پہلا طبقہ: ہم نے گیارہویں دور کا پہلا طبقہ 1174ھ (1761ء) میں معرکۂ پانی پت سے لے کر افغان علاقے کے پہاڑوں کی جانب ہجرت کی ابتدا، یعنی 1244ھ (1828ء) تک کو قرار دیا ہے۔

دوسرا طبقہ: ہندوستانی تحریک کے ارکان کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی 1241ھ (1825ء) سے لے کر 1258ھ (1842ء) تک، جب کہ صدرالحمید (حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) نے حجاز کی طرف ہجرت کی تھی۔

تیسرا طبقہ: 1258ھ (1842ء) سے 1274ھ (1857ء) تک، جب کہ دہلی میں جنگ آزادی لڑی گئی۔

فصل (1) امام رفیع الدین بن امام ولی اللہ دہلویؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانی ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں کہ:

''امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ جماعت میں سے اہم ترین فرد، ان کے بھائی حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ ہیں۔ آپ (علوم و افکار کی ترتیب و تدوین میں) ایک محقق اور ماہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اپنے ہم عصروں سے کئی درجہ بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ علومِ شرعیہ کے علاوہ پہلے لوگوں کے دیگر علوم سے بھی انتہائی باخبر شخصیت ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ کہ اہل علم میں آپ جیسے لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی بڑی عمدہ تصنیفات ہیں۔ ان میں سے بعض میں نے دیکھی ہیں۔

میرا مشاہدہ ہے کہ بہترین علوم و فنون پر آپ نے بہت مختصر متن لکھے ہیں۔ جنھیں انھوں نے عمدہ انداز میں ترتیب دیا ہے۔ آپؒ ان کتابوں میں ایسے مخفی اشارات بیان کر جاتے ہیں کہ جن پر عام طور سے مطلع ہونا مشکل ہوتا ہے۔ آپ کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ بکھرے ہوئے بہت سے مسائل کو مختصر الفاظ میں ایک جگہ جمع کر کے بیان کر دیتے ہیں۔

علم حقائق کے بعض مشکل مسائل میں آپ کی کتاب ''دمغ الباطل'' بڑی مشہور ہے۔ اس علم سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ آپ کی مختصر اور جامع کتاب ایک اور ہے۔ جس میں آپ نے کائنات کی تمام اشیا میں ''محبت'' کے جاری و ساری ہونے کی حقیقت بیان کی ہے۔

www.rahimia.org

اور انسانوں میں محبت کے مختلف مراحل کی وضاحت کی ہے۔ اس کتاب کا نام ''اسرار المَحبّة'' رکھا گیا ہے۔ آپ کے علاوہ بہت کم لوگوں کو ایسا اتفاق ہوا ہے کہ انھوں نے ''مَحبّت'' کے موضوع پر ایسے انداز میں گفتگو کی ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان سے پہلے فلاسفہ میں سے دو آدمیوں ابونصر فارابی اور ابوعلی سینا کے سوا کسی اور نے اس موضوع پر لکھا ہو۔ جیسا کہ علامہ نصیر الدین طوسی کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے۔ باقی اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔'' اِنتہٰی (2)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ محسن نے جو یہ کہا ہے کہ ''انھوں نے مختصر متن عمدہ انداز میں ترتیب دیے ہیں۔'' اس جملے سے ان کا اشارہ امام رفیع الدین کی کتاب ''تکمیل الأذهان'' کی طرف ہے۔ یہ کتاب علم منطق، تحصیلِ (علوم و فنون) اور فن تطبیق الآرا پر مشتمل ہے۔ اور دارالعلوم دیوبند میں پڑھائی جاتی ہے۔ وہاں کے اساتذہ کی اسانید ایک تسلسل کے ساتھ امام رفیع الدین دہلویؒ تک جاتی ہیں۔ امام رفیع الدین دہلویؒ کا انتقال (06/شوال) 1233ھ (09/اگست 1818ء) کو ہوا۔

فصل (2) امام عبدالقادر بن امام ولی اللہ دہلویؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ اصحاب میں اہم ترین فرد، ان کے بھائی شاہ عبدالقادر دہلویؒ ہیں۔ آپ علوم و فنون کے بڑے فاضل تھے۔ دین میں انتہائی ورع و تقویٰ کے حامل تھے۔ آپ بڑے پرہیزگار اور متقی لوگوں میں سچی فہم و فراست اور حسن سیرت کی خصوصیات کے حامل تھے۔ آپؒ پر بسااوقات غیب کی باتوں کا الہام بھی ہوتا ہے۔ مجھ سے ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں نے ان کی بعض ایسی کرامات اور خرقِ عادت باتیں بتلائی ہیں، جن سے اللہ نے انھیں نوازا تھا۔

ان سے علما کی ایک بڑی جماعت نے علوم حاصل کیے۔ جن میں اہم ترین ہمارے شیخ علامہ ابوالعُلا فضل حق عمری خیرآبادیؒ ہیں۔ ان جیسا آدمی آنکھوں نے دیکھا نہ ہوگا۔ انھوں نے کئی مرتبہ شاہ صاحب سے اپنے فیض حاصل کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ میں نے انھیں حضرت شاہ صاحب کی تعریف کرتے ہوئے کئی بار دیکھا ہے۔ اور وہ ان کی کرامات کے واقعات بھی ہمیں سنایا کرتے تھے۔'' إنتهٰی (3)

ہم امام ولی اللہ دہلویؒ کے تذکرے میں شیخ محسنؒ کی وہ بات نقل کرچکے ہیں، جو انھوں نے ان کے ترجمہ قرآن (موضح القرآن) کے بارے میں کہی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''انہی کے انفاسِ قدسیہ سے فیض یاب ہوتے ہوئے اور انہی کے طرز اور نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اردو زبان میں قرآن کا بہترین ترجمہ کیا ہے۔ اس طرح ان

www.rahimia.org

کے بعد لوگوں کے لیے ترجمہ کرنا آسان ہوگیا۔ اس حوالے سے وہ اور ان کی اتباع کرنے والے لوگ ایک اہم رہنما کے طور پر سامنے آئے۔'' (4)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ عبدالقادر دہلویؒ اردو زبان میں قرآن عظیم کے ترجمہ وتفسیر میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور قرآن حکیم کے معانی اخذ کرنے میں ہمارے دیوبند کے مشائخ کی اسانید حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی تک ایک تسلسل کے ساتھ جاملتی ہیں۔ اور ہمارے استاذ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ تو وہ شخصیت ہیں، جنھوں نے ان کے ترجمہ قرآن کی (اپنے دور کی زبان کے مطابق) اصلاح کی ہے۔ اور (''موضح الفرقان'' کے نام سے) اس کی تہذیب وتدوین کی ہے۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا انتقال (19/رجب 1230ھ (28/جون 1815ء) کو (بدھ کے دن) ہوا۔

شیخ فضل حق عمری خیرآبادی، جن کی تعریف شیخ محسن یمانی نے کی ہے، وہ شخصیت ہیں، جو پہلے صدرالشہید (حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ) سے علم الکلام کے بعض مسائل میں بحث و مباحثہ اور معارضہ کرتے رہے۔ چناں چہ بعض ایسے افراد، جو ہندوستانی تحریک میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے سیاسی پروگرام کے مخالف تھے، ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ انگریزوں کی پارٹی کے سیاسی لوگوں نے ہندوستانی مہاجرین اور افغانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے ان سے تعاون لیا تھا۔ لیکن ہندوستانیوں کی انگریزوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگِ آزادی (1857ء) میں شیخ فضل حق خیرآبادیؒ انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ چناں چہ 1274ھ (1857ء) میں انگریزوں کے تسلط کے بعد انھیں جزائر ''انڈیمان'' کی طرف جلاوطن کردیا گیا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (10:59)

(اے ہمارے ربّ! ہمیں بھی معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ہم سے ایمان لانے میں سبقت لے جانے والے تھے۔)

فصل (3) امیر الشہید سید احمد (شہید) بن سید محمد عرفان الحسنیؒ کا تذکرہ

آپؒ کا نام اور نسب اس طرح ہے: سید احمد بن محمد عرفان بن محمد نور بن محمد ہدی بن سید علیم اللہ نقشبندی بن سید محمد فضیل بریلوی۔ آپ جائے پیدائش کے حوالے سے بریلوی ہیں۔ اور دینی مرجعیت کے حوالے سے دہلوی ہیں۔ 1201ھ (1887ء) میں پیدا ہوئے۔ 1222ھ (صحیح یہ ہے: 1218ھ/ 1803ء) (5) میں دہلی آئے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر دہلویؒ کے پاس قرآن عظیم کا ترجمہ پڑھا۔ اور سرسید احمد دہلوی ''آثار الصنادید'' میں لکھتے ہیں:

> ''اوائل حال میں شوقِ طالبِ علمی میں وطن سے واردِ شاہجہان آباد (دہلی) ہوکر مسجد اکبرآبادی میں فروکش ہوئے۔ اور صرف ونحو میں فی الجملہ سواد (ملکہ) حاصل کیا۔ اکثر خدمتِ مسجد اور اس مقام کے

واردوں، خصوصاً درویشانِ پاک طینت کی، جو تحصیلِ علمِ باطنی کے شوق میں جناب مولانا (شاہ) عبدالقادر (دہلویؒ) کی خدمت میں حاضر رہتے۔ خاطرداری اور سرانجام مہام میں ایسے بدل سرگرم ہوئے، گویا اس امر کو اہم مہام (بڑا اہم) سمجھے ہوئے تھے۔'' انتہٰی (6)

آپؒ نے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور مجددیہ طریقہ امام عبدالعزیز دہلویؒ سے حاصل کیا۔ اور سنت نبویہؐ کے ''جادۂ قویمہ'' کو زندہ کرنے کے لیے ''طریقۃ محمدیۃ'' کی بنیاد رکھی۔ 1225ھ (صحیح 1227ھ/ 1812ء ہے)(7) میں انھیں امام عبدالعزیز دہلویؒ نے عسکری امور میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا۔ پھر 1816ء (صحیح 1233ھ/ 1818ء ہے) (8) میں اتباعِ سنت اور جہاد کی دعوت کے لیے امام مقرر کردیا۔ اور آپؒ کے ساتھ علما میں سے صدرالسعید (مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ) اور صدرالشہید (شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ) کو بطورِ وزیر مقرر کردیا۔ اور تمام کاموں کے لیے ان تینوں کی شوریٰ بنادی۔ جس حکمت عملی پر یہ تینوں اتفاق کرلیں تو وہ امام عبدالعزیز دہلوی کے حکم کی حیثیت رکھتی تھی۔ (9)

1237ھ (صحیح 1235ھ/ 1820ء ہے) (10) میں ان (تینوں) حضرات نے کتاب ''صراطِ مستقیم'' لکھی۔ انھوں نے اس میں ولایت نبوت کے طریقے کو منضبط کردیا۔ اور اسے صوفیا کے طریقوں: قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور مجددیہ کا مرکز و محور بنا دیا۔ اور قطب المحققین، کامل عارفوں کے فخر، اللہ کو زیادہ جاننے والے شیخ، (امام) ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کی اصطلاحات سے اس طریقۂ ولایتِ نبوت کی مطابقت پیدا کی۔ (11)

اس کے بعد انھوں نے (شوال) 1236ھ/ (جولائی) 1821ء میں جہاد کی دعوت کا اعلان کردیا۔ اور (عملی طور پر) اس کی ابتدا انھوں نے حج کے (اجتماعی) اعمال سے کی۔ (چناں چہ ذی الحج 1237ھ/ 1822ء میں آپؒ نے حج ادا کیا۔) (12)۔ 1239ھ/ 1824ء میں وہ اس سے فارغ ہوئے۔ اور 1241ھ/ 1825ء میں انھوں نے جہاد کے لیے قوت جمع کرنی شروع کردی۔ پھر افغان شہروں اور پہاڑی علاقوں کی طرف ہجرت کی۔ اور 12/ جمادی الثانیہ 1242ھ/ (11/) جنوری 1827ء کو ایک ہندوستانی عارضی حکومت قائم کی۔ اس کی سربراہی سید احمد (شہیدؒ) نے کی۔ اکثر افغانیوں نے امیر کی امامت تسلیم کی اور ان کی بیعت کی۔ اور وہ شریعتِ اسلامی کے احکامات میں ان کی اطاعت کرنے لگے۔ اسی طرح ہندوستان میں رہنے والے ولی اللّٰہی لوگوں نے بھی ان کی امامت کو تسلیم کیا۔ اور بیعت کی۔ اور مالی اور افرادی قوت سے یہ لوگ ان کی مدد کرنے لگے۔ اور اس کام کا مرکزی ادارہ دہلی میں تھا۔ صدرالحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ اس ادارے کے مدیر اور منتظم تھے۔

اب مسلم پنجاب پر تسلط رکھنے والی (سکھ) قوتوں اور اس جماعت کے درمیان ہونے والی جنگ، برابر کی دو قوتوں کی لڑائی بن گئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی رائے میں یہ صورتِ حال تشویش ناک تھی۔ ان حالات میں کمپنی نے ولی اللّٰہی جماعت کے مخالف مسلمانوں کی مدد حاصل کی۔ اور ان کی مالی امداد کر کے انھیں افغان علاقوں میں پہنچایا۔

www.rahimia.org

انھوں نے وہاں جا کر افغان قوم پرستوں اور ہندوستانی مہاجرین کے درمیان اختلافات پیدا کیے۔

ان لوگوں کے فتنہ پھیلانے کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ ولی اللّٰہی جماعت پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ یہ ایسے حنفی نہیں ہیں، جیسا کہ افغان شہروں کے فقہا حنفی ہیں۔ (13) اسی طرح افغانیوں میں یہ پروپیگنڈا بھی کیا جاتا تھا کہ ان کی حکومت کا سربراہ اور امیر ایک ہندوستانی کیسے ہوسکتا ہے؟ افغانیوں میں عام جاہل لوگ اس پروپیگنڈے سے متأثر ہوگئے۔ نیز بعض معاملات میں خیرخواہوں کے مشورے کو نظرانداز کر کے امیر صاحبؒ نے اپنی رائے سے چند فیصلے کیے۔ چناں چہ افغان لوگوں میں یہ تأثر یہاں تک پہنچ گیا کہ انھوں نے پہلے تو حکومت کے کارندوں کو قتل کرنا شروع کردیا اور پھر اس جماعت کے مخالفین کی مدد اور تعاون کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر اور ان کے ساتھی بالاکوٹ میں 27/ ذی قعدہ 1246ھ / (09/ مئی) 1831ء کو کفار کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ (14)

ان شہدا میں ہمارے دیوبندی مشائخ کے ائمہ میں سے امیر شہیدؒ کے معاون سید عبدالرحیم افغانی (شہید) اور صدرالشہید کے معاون شیخ محمد حسن رام پوری (شہیدؒ) بھی تھے۔ رام پور، دیوبند کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔

امیر شہیدؒ کی شہادت کے بارے میں ان کے متبعین میں اختلاف پیدا ہوگیا۔

(امیر شہید کی شہادت کے بعد) صدرالحمید شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے متبعین نے ایک جماعت بنائی۔ اس جماعت کے لوگ امیر شہید کی شہادت کا یقین رکھتے تھے۔ اور جہاد کی دعوت دیتے تھے۔ ہم نے اس جماعت کا نام ''حزبِ دہلوی'' (دہلوی پارٹی) رکھا ہے۔ اور شیخ ولایت علی مبارک پوری عظیم آبادی کے متبعین نے ایک دوسری جماعت بنائی۔ جو کہ امیر شہید کے واپس لوٹنے کا انتظار کرتی رہی۔ یہ لوگ امیر (سید احمد بریلویؒ) کی آمد سے پہلے جہاد کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ اس جماعت کا نام ہم نے ''حزبِ صادق پوری'' (صادق پوری پارٹی) رکھا ہے۔

شیخ شمس الحق عظیم آبادیؒ ''عون المعبود'' میں لکھتے ہیں:

''اکثر عوام اور بعض خواص غازی شہید الامام الامجد سید احمد بریلوی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ جہاد کے معرکے میں شہید نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے چھپ کر پوشیدہ حالت میں رہ رہے ہیں۔ اور اس عالم میں اب تک زندہ موجود ہیں۔ بعض لوگ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہم نے ان سے مکہ معظّمہ میں مطاف میں ملاقات کی ہے۔ پھر وہ وہاں سے غائب ہوگئے۔ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ عنقریب واپس لوٹ آئیں گے۔

یہ بالکل غلط ہے۔ صحیح اور حق بات یہ ہے کہ سید امام شہید ہوچکے ہیں۔ وہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہرگز نہیں ہیں۔ اور ان کے بارے میں جتنی بھی راویات بیان کی جاتی ہیں، وہ من گھڑت اور جھوٹی ہیں۔ اور اگر ان میں کچھ سچی بھی ہوں تو ان کا صحیح مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ امیر سید شہید کی زندگی اور ان کے پوشیدہ رہنے کے سلسلے میں جھگڑا بہت لمبا ہوگیا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اسے اپنے عقیدے

www.rahimia.org

کا حصہ بنا لیا ہے۔ اور جوان کے زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے، اس سے جھگڑتے ہیں۔ ان لوگوں کے اس عمل پر اللہ تعالیٰ سے ہی ہم شکایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس غلط اور واہی تباہی عقیدے سے اپنی پناہ میں رکھے۔'' إنتهى (15)

میں کہتا ہوں کہ: ''بعض خاص لوگوں'' سے مراد شیخ جلیل امیر ولایت علی صادق پوری عظیم آبادی ہیں۔ جنھوں نے اس بات کی بھرپور دعوت دی۔ اور اس سلسلے میں ایک بڑی جماعت نے ان کی پیروی کی۔ جو بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ جنھیں حنفیہ، رحیمیہ، ولی اللٰہیہ، عزیزیہ، اسماعیلیہ اور اسحاقیہ طریقے سے نکال دینا چاہیے۔ اور اُن لوگوں کے دائرے سے بھی نکال دیا جائے، جنھوں نے 1857ء کی جنگِ آزادی لڑی تھی۔ ہم اس جماعت کا نام ہی ''صادق پوری پارٹی'' رکھتے ہیں۔ اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

نواب صدیق حسن قنوجیؒ ''حجج الکرامہ'' میں لکھتے ہیں:

''عظیم آباد اور بنگال والوں کی ایک جماعت سید احمد بریلوی مرحوم کے بارے میں بھی ''دعویٰ مہدیت'' کا گمان رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے مریدوں نے اس سلسلے میں چالیس احادیث بھی جمع کی ہیں۔ اور انھیں درمیان میں آنے والے مہدی قرار دیا ہے۔ اس جماعت کے لوگ ان کے غائب ہونے کے قائل ہیں۔ اور ان کے واپس آنے کے منتظر ہیں۔ یہ بڑی گمراہی ہے۔ یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ سید مرحوم نے کبھی بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ انھوں نے دوبارہ لوٹ کر آنے کا کوئی اشارہ ظاہر نہیں کیا ہے۔ اگر انھوں نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہے تو اس کی تصدیق کسی سے نہیں ہوتی۔'' إنتهى (16)

''حارق الأشرار'' کے مصنف (شیخ فتح اللہؒ) نے کہا ہے:

۲۲۸
حق نے اسماعیل کی عزت یہ کی — لاش کو کفار سے ذلت نہ دی
پردۂ رحمت سے اپنے ڈھانک لیا — کی تلاش اعدا نے، لیکن کب ملی
دشت دیکھا گرچہ سو سو بار ہے

۲۲۹
سید احمد کو بھی وہ رتبہ ملا — لاش کا ان کی نہیں پایا پتا
ورنہ ان دونوں کو کافر بے حیا — کھینچتے اور کرتے رسوا جابجا
دوست کی ذلت سے حق کو عار ہے

۲۳۱
ہے کسی شیطان نے ایسا لکھا — مہدئ غازی، امامِ اولیا
ڈر کے باعث غار میں جا کر چھپا — جب وہ نکلے تب لڑے وہ باصفا
کیا بُرا یہ فرقۂ اَشرار ہے

۲۴۲ موت سے خائف جو خود ہووے امام — کیوں نہ ہوں ڈرپوک پھر اس کے غلام
لغو ہیں ان کی کتابیں لاکلام — کذب ہے، بہتان ہے، باطل حرام
غرق کردینا انھیں درکار ہے

إنتهٰی تلخیصه'' (17)

فصل (4) صدر السعید مولانا عبدالحئی بن ہبۃ اللہ دہلویؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''امام (شاہ) عبدالعزیز دہلویؒ سے تربیت یافتہ اصحاب میں ان کے داماد مولانا عبدالحئی بکری (بڈھانوی) بھی ہیں۔ انھیں فقہ پر بڑا اچھا عبور حاصل تھا۔ وہ درسی کتابوں کو بڑی اچھی طرح پڑھاتے تھے۔'' إنتهٰی (18)

میں کہتا ہوں کہ: صدر السعید (مولانا عبدالحئی) نے تینوں بھائیوں: یعنی امام عبدالعزیز دہلویؒ، امام رفیع الدین دہلویؒ اور امام عبدالقادر دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ اساتذہ کو تعلیم و تربیت دینے میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور تحصیلی ملکات حاصل کرنے کے طریقۂ کار کا آپ کو بڑا تجربہ تھا۔ عقلی فنون کے سلسلے میں ہمارے دیوبندی مشائخ کا سلسلۂ سند انھیں تک پہنچتا ہے۔ آپ کا انتقال عارضی حکومت میں فتنہ و انتشار پیدا ہونے سے پہلے (08/ شعبان) 1243ھ (24/ فروری 1827ء) میں ہندوستانی سرحد پر واقع (دریائے سندھ کے) کنارے (لبستی ''خار'') میں ہوگیا تھا۔

فصل (5) صدر الشہید مولانا شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی بن امام ولی اللہ دہلویؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''امام عبدالعزیز دہلویؒ کے تربیت یافتہ اصحاب میں ان کے بھتیجے حضرت شاہ (محمد) اسماعیل بن عبدالغنی بھی ہیں۔ وہ اپنے زمانے کے لوگوں میں بہت زیادہ ذہین و فطین تھے۔ آپؒ اللہ کے دین میں سب سے زیادہ قربانی دینے والے، اور سنت رسول اللہ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والے تھے۔ اتباعِ سنت کی طرف دعوت دینے اور اس کے لیے انتہائی غیرت مند اور غصے والے تھے۔ بدعات کو ردّ کرتے اور بدعتیوں کی خرافات کا بہترین جواب دیتے تھے۔ آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں:

1۔ تصوف میں ''صراطِ مستقیم''۔

2۔ ''الإیضاح (الحقّ الصّریح فی أحکام المیّت و الضّریح)'' سنت و بدعت کی حقیقت کے بیان میں ہے۔ یہ دونوں کتابیں بڑی مشہور ہیں۔ لوگ ان کی طرف بڑی رغبت رکھتے ہیں۔

3۔ ''اصول فقه'' فقہ میں ایک مختصر رسالہ ہے۔

4۔ ''تنویر العینین (فی إتّباع رفع الیدین)'' اس رسالے میں انھوں نے اپنے اکثر ساتھیوں کی رائے کے خلاف چند منفرد آرا بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک ''رفع یدین'' کی تشریح شوافع کے مذہب کے مطابق کی ہے۔ اور جیسا کہ یہی رائے احناف میں سے ابن عبدالہادی (19) (شیخ ابوالحسن کبیر سندھی) وغیرہ کی بھی ہے۔

ان مسائل میں سے ایک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا جواز ہے۔ اور یہی ایک روایت امام محمد بن حسن (شیبانیؒ) کی بھی ہے۔ اور اکثر متأخرین کا اسی طرف رُجحان ہے۔ چناں چہ (شارح عقیدہ طحاویہ) ابن العزؒ (20) نے کہا ہے کہ: یہی قول امام ابوحفص کبیر بخاریؒ کا بھی ہے۔

5۔ ایک اور کتاب (ردّ الإشراک و البدعة) توحید کے بیان اور شرک کے ردّ میں ہے۔

آپؒ مشہور جہاد میں اس وقت شہید ہوگئے، جب کہ سکھ کافروں نے آپؒ پر حملہ کیا۔ اور جو ان کے اپنے لوگ تھے، انھوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ اور انھوں نے اپنے امام کی بیعت توڑ دی۔ حتیٰ کہ دشمن کے ساتھ مل کر حملہ آور ہوئے۔'' إنتھیٰ (21)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ محمد اسماعیل (12/ ربیع الثانی 1193ھ/ (یکم مئی) 1779ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد (حضرت شاہ عبدالغنی دہلویؒ) کی وفات کے بعد ان کے چچا شیخ عبدالقادر دہلویؒ نے انھیں اپنے ساتھ رکھا اور ان کی کفالت کی۔ انھوں نے تینوں ائمہ (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ، شاہ عبدالقادر دہلویؒ) سے تعلیم حاصل کی۔ شیخ عبدالقادر دہلویؒ نے اپنی نواسی سے ان کی شادی کی تھی۔ اس کے بطن سے ان کے ایک بیٹے محمد عمر پیدا ہوئے۔ جن کا انتقال 1268ھ (1852ء) میں ہوا۔ آپؒ کی کتابوں میں ایک اہم کتاب:

6۔ ''عبقات'' بھی ہے۔ جو علم حقائق پر بہت عمدہ کتاب ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے درجۂ تکمیل میں ''حجة اللّٰه البالغه'' اور ''تکمیل الأذھان'' کی طرح یہ کتاب بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے یہ کتاب حاصل کی۔ اور مجھے اس کتاب کو شائع کرنے کی اس وقت توفیق ہوئی، جب میں دیوبند میں جمعیت الانصار کا ناظم تھا۔

7۔ (منصبِ امامت: اس کتاب میں نبوت اور امامت کے بارے میں بڑی عمدہ تحقیق پیش کی ہے۔ آپ سے پہلے کسی نے اس موضوع پر ایسے عمدہ انداز میں گفتگو نہیں کی ہے۔ آزاد)

8۔ حضرت شاہ اسماعیلؒ کی توحید پر کتاب (تقوية الإيمان) میں نے اسلام کے اظہار سے پہلے پڑھی تھی۔ شرک کی خرابیوں کو سمجھنے میں اس کتاب نے مجھے بڑا نفع دیا تھا۔ یہاں تک کہ میرے اسلام لانے میں یہ کتاب بھی ایک بڑا سبب بنی تھی۔ اس لیے امام محمد اسماعیل شہیدؒ میرے شیخ اور امام ہیں۔ میں ان سے بہت زیادہ محبت کرتا

www.rahimia.org

ہوں۔ جیسا کہ لوگ اپنے مذاہب کے ائمہ سے محبت کرتے ہیں۔ اور میرا سلسلۂ سند ہمارے دیوبندی مشائخ کے طریقے سے صدرالشہید تک ایک تسلسل کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے۔

آپؒ کی شہادت 27/ ذی القعدہ 1246ھ (09/ مئی 1831ء) کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔

اے میرے ربّ! مجھے مسلمان ہونے کی حالت پر موت دینا، اور ان نیک لوگوں کے ساتھ مجھے شامل کرنا۔

فصل (6) صدر الحمید شیخ محمد اسحاق دہلویؒ ثم مکی کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''امام عبدالعزیز دہلویؒ کے تربیت یافتہ اصحاب میں ان کے نواسے شیخ الاجل، محدث، ابوسلیمان، (شاہ محمد) اسحاق (دہلویؒ) ہیں۔ انھوں نے اپنے نانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور ان کے بعد ان کی مسند پر بھی بیٹھے۔ انھوں نے ان کے چھوڑے ہوئے کام کو بلندی تک پہنچایا۔ اور لوگوں کو بہت عمدہ طریقے سے فائدہ پہنچایا۔ انھوں نے اپنے نانا کے علوم واَفکار کا فیضان لوگوں میں عام کیا۔ آپؒ بہترین فضائل کے حامل اور علم و تقویٰ وغیرہ کے حوالے سے بہت مشہور ہیں۔ بعض لوگوں کا ان کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ: ''آپ تقویٰ پر پیدا ہوئے تھے''۔

انھوں نے مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ کیا۔ جو لوگوں میں بڑا مشہور اور پسند کیا جاتا ہے۔ انھوں نے مکہ مکرمہ ہجرت کر لی تھی۔ اور کئی سال تک وہاں قیام فرما رہے۔ آپؒ کا انتقال (روزے کی حالت میں پیر کے دن 27/ رجب) 1262ھ (جولائی 1846ء) کو ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ اور ان کا ٹھکانہ اچھا کرے۔ اور انھیں اچھا بدلہ عنایت کرے۔'' اِنتھٰی (22)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ (محمد اسحاق دہلویؒ) 1197ھ (10/ ذی الحجہ) (نومبر 1783ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلۂ نسب امام عبدالعزیز دہلویؒ کے نسب سے چوتھی پشت میں شیخ منصور بن احمد عمری پر جا ملتا ہے۔ انھوں نے تینوں ائمہ (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ، شاہ عبدالقادر دہلویؒ) سے تعلیم حاصل کی تھی۔

حدیث کی کتاب ''مشکوۃ المصابیح'' کا جو اردو ترجمہ آپؒ نے کیا تھا، اسے آپؒ کے شاگرد حضرت شیخ (نواب) قطب الدین دہلویؒ نے اپنی شرح ''مظاھر حق شرح مشکوۃ'' کے ساتھ ملا کر ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس سے اس کا نفع بہت عام ہو گیا۔

جن لوگوں کی سند امام شاہ عبدالعزیز تک پہنچتی ہے، ان میں عام طور پر صدر الحمید (شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) کو علومِ دینیہ اور علم حدیث میں امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن سیاسیات میں آپؒ کی امامت کا آغاز 1257ھ (1841ء) میں مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت کرنے کے بعد ہوا۔ اور سیاست میں آپؒ کی امامت اُس جماعت کے لیے طے شدہ

ہے، جو سید احمد (شہید) دہلویؒ کی شہادت تسلیم کرتی ہے۔

جہاں تک ان لوگوں کا معاملہ ہے، جنھوں نے ان (سید احمد شہیدؒ) کے ''امامِ غائب'' ہونے کا عقیدہ اختیار کیا اور اس سلسلے میں انھوں نے شیخ الاجل مولانا ولایت علی صادق پوری کی موافقت کی، اور پھر ان کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئے، انھوں نے سیاسیات میں صدر الحمید (شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) کی اطاعت نہیں کی۔ ان لوگوں نے ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی۔ جسے ہم صادق پوری جماعت کہتے ہیں۔ ''صادق پور'' عظیم آباد میں اس محلے کا نام ہے، جس میں شیخ ولایت علی رہتے تھے۔

''حزبِ دہلوی'' کی امامت صدر الحمید کی وفات (1262ھ/ جولائی 1846ء) کے بعد ان کے بھائی شیخ محمد یعقوب دہلویؒ کی کو منتقل ہوگئی۔

فصل (7) شیخ الاجل مولانا محمد یعقوب دہلوی مکیؒ کا تذکرہ

شیخ محمد یعقوب بن محمد افضل بن اسماعیل بن منصور بن احمد عمریؒ، صدر الحمید (شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) کے سگے بھائی ہیں۔ (28/ ذی الحجہ) 1200ھ (22/ اکتوبر 1886ء) کو (دہلی میں) پیدا ہوئے۔ ان دونوں بھائیوں کی پیدائش اور ان کی حجاز کی جانب ہجرت کی پیشین گوئی امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے پہلے ہی کر دی تھی۔

شیخ محمد عاشق پھلتیؒ ''القول الجلی'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ: ''لوگوں کو آگاہ رہنا چاہیے کہ میرے یہ فرزندان — کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم بہت زیادہ عطا ہوا ہے — تمام کے تمام نیک بخت ہیں۔ ''مَلَکِیّة'' کی ایک خاص نوع ان کے اندر اپنا ظہور کرنا چاہتی ہے۔ لیکن غیبی تدبیر اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ دوسرے دو شخص پیدا ہوں گے۔ جو مکہ اور مدینہ میں کئی سالوں تک علومِ دین کے غلبے اور احیا کے لیے کام کریں گے۔ اور انہی مقامات کو اپنا وطن بنا لیں گے۔ اور اپنی ماں کے سلسلۂ نسب سے ہمارے ساتھ تعلق رکھیں گے۔ اس لیے کہ آدمی زادہ اپنی ماں کے وطن کی طرف طبعی میلان رکھتا ہے۔ اپنی ماں کے وطن کے علاوہ کسی اور سرزمین کی طرف، کسی جماعت کا منتقل ہونا عام طور پر محال ہوتا ہے۔ ہاں! کسی جبر کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے تو اور بات ہے۔'' اِنتھیٰ (23)

امیر قنوجی (نواب صدیق حسنؒ) نے ''القول الجلی'' کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے لکھا ہے:

''بظاہر اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے ہر دو نواسوں یعنی شاہ محمد اسحاق دہلوی اور شاہ محمد یعقوب دہلوی کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ کہ انھیں دونوں حضرات نے اپنے وطن دہلی سے ہجرت کی اور مکہ مکرمہ میں قیام کرنا پسند فرمایا۔ اور کئی سالوں تک عربوں اور غیر عربوں میں علم حدیث کی

www.rahimia.org

روایت کو زندہ کرتے اور اس کی نگہداشت کرتے رہے۔'' اِنتھی (24)

میں کہتا ہوں کہ: ''علوم زندہ کرنے'' کا معنیٰ صرف یہ نہیں کہ فقط حدیث کی روایت کو زندہ رکھا، بلکہ ان کی ایسی دعوت مراد ہے، جس میں نیک کاموں کا حکم دینا، برے کاموں سے روکنا، اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے جہاد کرنا وغیرہ سب شامل ہے۔ دینی علوم کے زندہ کرنے کے اس جامع کام میں یہ دونوں اپنی زندگی کے آخر تک پورے طور پر مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوجائے۔

میں کہتا ہوں کہ: شیخ محمد یعقوب نے اپنے نانا امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ان کے تربیت یافتہ اصحاب میں سے بڑے لوگوں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ خاص طور پر اپنے بڑے بھائی شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے بڑا فیض پایا۔ ان کے بعد ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔ اور متوسلین اور راہِ ہدایت کے طالبوں کو رہنمائی دیتے رہے۔ ''حزبِ دہلوی'' کی امامت انھیں کو حاصل ہوئی۔ آپؒ کا انتقال (جمعہ کے دن) 28/ ذی قعدہ 1282ھ (14/ اپریل 1866ء) کو ہوا۔ (25)

ان سے تعلیم اور فیض حاصل کرنے والوں میں شیخ مظفر حسین کاندھلویؒ، امیر امداد اللہ تھانویؒ، شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ، ایسے دیوبندی جماعت کے اہم اساطین ہیں۔ مدرسہ دیوبند کی بنیاد 15/ محرم 1283ھ کو رکھی گئی۔ اس کے بعد ''حزب دہلوی'' ''دیوبندی جماعت'' کہلانے لگی۔

فصل (8) شیخ مخصوص اللہ دہلویؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ نے ''الیانع الجنی'' میں لکھا ہے:

> ''شیخ الاجل شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین عمری دہلویؒ اپنے والد شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے انتقال کے بعد اپنے تایا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے دروس میں بڑے مقرب ہو کر شریک ہوتے تھے۔ آپؒ انتہائی صلاح و تقویٰ سے موصوف رہے ہیں۔ قرطاس کے واقعہ یعنی دہلی کی جنگِ آزادی (1857ء) سے دو سال پہلے آپؒ کا انتقال ہوگیا تھا۔ شیخ عبدالغنی (مجددی) دہلویؒ نے آپؒ سے کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' پڑھی ہے۔'' اِنتھی (26)

میں کہتا ہوں کہ: 1258ھ (1842ء) میں صدر الحمید (شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) کی ہجرت کے بعد امام عبدالعزیز دہلویؒ کے مدرسے میں آپؒ مدرّس رہے۔ آپؒ کا انتقال (13/ ذی الحج) 1271ھ (27/ اگست 1855ء) کو ہوا۔ (27)

فصل (9) شیخ علامہ رشید الدین دہلویؒ کا تذکرہ

امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ اصحاب میں علامہ رشید الدین دہلویؒ بھی ہیں۔ آپؒ بڑے فاضل آدمی تھے۔ اور

www.rahimia.org

بہت سے علوم کے جامع تھے۔ اور علوم کے اکثر پہلوؤں پر بڑی مہارت رکھتے تھے۔ آپ انتہائی عبادت گزار تھے۔ اہل سنت والجماعت کا دفاع کرنا آپؒ کی عادت میں تھا۔

میں کہتا ہوں کہ: انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے طریقۂ تحریر اچھی طرح اخذ کیا تھا۔ اپنے دیگر ساتھیوں کے مقابلے پر آپ کو اس میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے امام عبدالقادر (دہلویؒ) اور صدرالسعید (مولانا) عبدالحیٔ (بڈھانویؒ) سے بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن انھوں نے خاص طور پر امام رفیع الدین دہلویؒ کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔

سرسید احمد دہلویؒ ولی اللّٰہی علی گڑھی اپنی کتاب ''آثار الصنادید'' میں لکھتے ہیں:

''مولوی رشیدالدین خان شاگردِ رشید جناب مولانا رفیع الدین کے تھے۔ اور ان کی خدمت میں ایسا اخلاصِ وافر رکھتے تھے کہ حضرت موصوف آپ کی تربیت میں مادام الحیوٰۃ (اپنی زندگی تک) مصروف تھے۔ اگرچہ کسبِ کمال ان حضرات کے دونوں بھائی، یعنی مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالقادر کی خدمت میں بھی کیا تھا، لیکن تکمیل جمیع فنون انہی کی خدمت میں انصرام (اختتام) کو پہنچائی۔ جب تقاضائے موفور (بڑا تقاضہ) حکام کی طرف سے وقوع میں آیا تو عہدۂ مدرّسی مدرسہ شاہجہان آباد قبول فرمایا۔'' اِنتھٰی (28)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ رشیدالدین کا انتقال 1249ھ (صحیح محرم الحرام 1243ھ/ اگست 1827ء) میں ہوا۔ (29) اور ان سے ہمارے مشائخ کے استاذ مولانا مملوک علی نانوتویؒ نے دینی علوم اور تحصیلی فنون حاصل کیے تھے۔ آپؒ ''دہلی کالج'' میں مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا مملوک علی کے بعد اسی کالج کی طرز پر مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔

فصل (10) شیخ علامہ (مفتی) الٰہی بخش کاندھلویؒ کا تذکرہ

یہ مفتی الٰہی بخش بن شیخ الاسلام کاندھلویؒ ہیں۔ انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ، امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور امام عبدالقادر دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ علوم و معارف کے حامل اور سنت کی اتباع کرنے والے فرد تھے۔ انھوں نے کتاب ''مثنوی'' پر بہت زیادہ توجہ دی (اور اس کا تکملہ لکھا)۔ ان سے ان کے بھتیجے شیخ مظفر حسین کاندھلویؒ اور شیخ (سید) محمد قلندر جلال آبادی نے تعلیم حاصل کی۔ ان کا انتقال (اتوار کی شام 15/ جمادی الاخریٰ 1245ھ (13/ دسمبر 1829ء) کو کاندھلہ میں ہوا۔

فصل (11) شیخ علامہ صدرالدین دہلویؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''علامہ رشیدالدین کے ساتھیوں میں سے مفتی صدر الدین (آزردہ) بھی ہیں۔ انھیں دہلی میں عدلیہ کی صدارت حاصل تھی۔ فتنے کے زمانے (1857ء کی جنگِ آزادی) تک وہ اس عہدے پر کام

کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہؒ سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور انھیں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے نواسے شاہ محمد اسحاق صاحب نے اس کی اجازت لکھ کر دی تھی۔

اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔'' إنتھٰی (30)

میں کہتا ہوں کہ: مفتی صدرالدین (آزردہ) نے تینوں ائمہ (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ، شاہ عبدالقادر دہلویؒ) سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا انتقال (24/ربیع الاول) 1285ھ (15 جولائی 1868ء) میں ہوا۔ ان سے دیوبندی جماعت کے اساطین میں سے شیخ ذوالفقار علی دیوبندی —— والدِ گرامی حضرت شیخ الہندؒ —— نے تعلیم حاصل کی تھی۔

پانچویں نوع: امام عبدالعزیز دہلویؒ کے مظہری اصحاب کا تذکرہ

فصل (1) امام شمس الدین حبیب اللہ محمد مظہر (مرزا مظہر جانِ جاناںؒ) کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں امامِ ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کے تذکرے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان کے تربیت یافتہ متاخرین اصحاب میں سے اس طریقے کے نگران اور قیم شیخ شمس الدین مظہر المعروف (مرزا) ''جانِ جاناں'' شہید علوی ہیں۔ آپؒ حضرت محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ بہت زیادہ فضائل و کمالات کے حامل ہیں۔ آپؒ نے علم حدیث شیخ حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے پڑھا۔ اور مجددیہ طریقہ اس سلسلے کے اکابرین سے حاصل کیا۔ سنت نبویہ کی اتباع اور قوتِ کشفی میں آپ کو بڑی مہارت تھی۔ ائمہ صوفیا اور محدثین آپ کی فضلیت اور جلالتِ شان کی گواہی دیتے ہیں۔ جس طرح کہ آپ کے استاذ شیخ (حاجی محمد افضل) سیالکوٹیؒ، ابوعبدالعزیز (شاہ ولی اللہ دہلویؒ) اور حاجی فاخر الہ آبادی محدث کی بڑی شہرت تھی۔ آپ نے بڑے عمدہ اشعار کہے ہیں۔ اور بہترین نفع بخش خطوط و مکاتیب لکھے ہیں۔ اور آپ محدث شیخ محمد حیات سندھیؒ کے اس قول کو درست تسلیم کرتے تھے کہ ''صحیح حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔ اگرچہ ایسی حدیث اپنے مسلک و مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔'' آپ کا انتقال عاشورا کی رات شہادت کی حالت میں ہوا۔ بعض لوگوں نے آپ کے سن وفات کی تاریخ، بعض احادیث میں وارد اِن الفاظ سے نکالی ہے: ''عاش حمید و مات شهيدًا.'' (1195ھ)

آپؒ کے تربیت یافتہ اصحاب میں سے قاضی ثناء اللہ اُموی ثم عثمانی ہیں۔ جو دہلی کے قریب ایک شہر ''پانی پت'' کے علما میں سے ہیں۔ آپؒ بڑے فقیہ، اصولِ فقہ کے ماہر، زہد و تقویٰ کے حامل اور مجتہد عالم تھے۔ انھوں نے اپنی تحقیق سے مذہبِ حنفی میں چند مسائل اختیار کیے ہیں۔ فقہ، تفسیر اور زہد و تقویٰ میں آپؒ کی بڑی عظیم تصنیفات ہیں۔ آپ کے شیخ حضرت مظہر (جانِ جاناں) آپؒ پر بڑا فخر کیا کرتے

www.rahimia.org

تھے۔'' إنتھٰی (31)

میں کہتا ہوں کہ: امام حبیب اللہ محمد مظہر (مرزا مظہر جانِ جاناں) اور امام ولی اللہ دہلویؒ ——— اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوجائے ——— دونوں ایک دوسرے کے قریبی ساتھی تھے۔ دو بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ تعاونِ باہمی اور مدد و نصرت کرتے تھے۔ اور شہر دہلی ان دونوں حضرات پر ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔ اور اسے اس حوالے سے باقی شہروں پر بالادستی حاصل رہے گی۔

امام محمد مظہر کا انتقال (ہفتے کی رات 10/ محرم الحرام) 1195ھ (07/ جنوری 1780ء) میں شہادت کی حالت میں ہوا۔ جب دہلی کے بعض شیعہ امرا کے آلۂ کار لوگوں نے دھوکے سے انھیں شہید کردیا۔

حضرت (مرزا مظہر جانِ جاناں) ——— اللہ ان سے راضی ہو ——— کا اپنا شعر ہے:

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بے گناہے نیست تقصیرے

(میری قبر کی تختی پر غیب سے یہ تحریر لکھی ہوئی پائیں گے کہ اس مقتول کا سوائے بے گناہی کے اور کوئی گناہ نہیں ہے۔)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے علوم حاصل کیے۔ امام عبدالعزیز دہلویؒ نے ان کا لقب ''بیہقیٔ عصر'' رکھا ہے۔ ان کا انتقال 1216ھ (صحیح یکم رجب 1225ھ/ 02 اگست 1810ء ہے) (32) میں ہوا۔ میں نے اسلام کے اظہار کے بعد انھیں کی لکھی ہوئی فقہ کی سب سے پہلی کتاب ''مالا بدّ منه'' پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوجائے۔

فصل (2) شیخ عبداللہ (شاہ غلام علی) دہلوی مظہریؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ الاجل، عارفِ اکمل، شیخ غلام علی ——— جن کا لقب ''عبداللہ'' تھا ——— علوی دہلوی ہیں۔ آپؒ بڑے صوفی حضرت شیخ شمس الدین محمد مظہر (مرزا جانِ جاناںؒ) کے تربیت یافتہ اصحاب میں سے تھے۔ ان کے بارے میں ان کے تربیت یافتہ خلیفہ شیخ خالد کردیؒ اپنے مشہور قصیدے میں درجِ ذیل اشعار لکھتے ہیں:

کملت مسافة کعبة الآمالِ	حمدًا لمن قد منّ بالإکمالِ
من نور الآفاق بعد ظلامها	و هدٰی جمیع الخلق بعد ضلالِ
اعنی غلام علی القرم الّذی	من لحظه، یحیی الرّمیم البالی

إلٰى آخر القصيده." إنتهىٰ (33)

''امیدوں کے مرکز اور کعبے کی مسافت مکمل ہوگئی۔ شکر ہے اس ذات کا، جس نے آفاق کے نور سے مکمل کرنے کا احسان اس وقت کیا، جب کہ ظلمتیں ہر سو چھائی ہوئی تھیں۔ اور تمام مخلوق کو گمراہی کے بعد ہدایت عطا فرمائی۔ اس سے میری مراد شیخ غلام علیؒ ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں کہ جن کے فیضِ نظر سے بوسیدہ ہڈیوں میں زندگی کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں۔''

شیخ (مراد بن عبداللہ) قزانی ''ذیل الرشحات'' میں لکھتے ہیں:

''آپ (شاہ غلام علیؒ) کی ولادت 1158ھ (1745ء) (34) میں پنجاب کے ایک قصبے ''بٹالہ'' میں ہوئی۔ ان کا نسب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ ان کے والد شیخ عبداللطیف نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا، فرما رہے ہیں کہ: ''اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا۔'' جب یہ پیدا ہوئے تو انھوں نے ان کا نام ''علی'' رکھا۔ جب یہ سن بلوغت کو پہنچے تو خود انھوں نے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے اپنا نام ''غلام علی'' رکھ لیا۔ پھر یہی نام مشہور ہوگیا۔ ان کے ایک چچا تھے۔ انھوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کا نام ''عبداللہ'' رکھ دیا۔ یہ 1170ھ (1756ء) میں حضرت مولانا مظہر شہیدؒ کی خدمت میں پہنچے۔ اور پندرہ سال تک ان کی صحبت اختیار کر کے ان سے مسلسل اَخذِ فیض کیا۔ آپ حدیث نبویؐ کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔ اور حدیث کی سند انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صاحبزادگان سے حاصل کی تھی۔ تمام شہروں سے طالبین ہدایت آپؒ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ مثلاً سید اسماعیل مدنیؒ، شیخ احمد کردیؒ، شیخ خالد رومیؒ اور شیخ محمد جان باجوڑیؒ۔ (35) پھر ان سے فیض حاصل کرنے والے لوگ تمام کرۂ ارض پر مشرق و مغرب، عرب و عجم میں پھیل گئے۔ آپؒ کا انتقال (22/ صفر) 1240ھ (16/ اکتوبر 1824ء) میں ہوا۔'' إنتهىٰ (36)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ عبداللہ (حضرت شاہ غلام علی) دہلویؒ، حضرت امام عبدالعزیز دہلویؒ کے تربیت یافتہ اصحاب میں بڑے لوگوں میں سے ہیں۔

فصل (3) شیخ ابوسعید دہلوی مظہریؒ کا تذکرہ

شیخ محسنؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''بڑے فقیہ، صوفی، محدث ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن محمد معصوم بن امام ربانی (مجدد الف ثانی) شیخ احمد عمری سرہندیؒ ہیں۔ شیخ ابوسعید (02/ ذوالقعدہ 1196ھ (09/ اکتوبر 1782ء) کو (مصطفیٰ آباد، رام پور) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے معقول و

www.rahimia.org

منقول اور اس کے اصول وفروع کی کتابیں شیخ مفتی شرف الدین (رام پوری) سے پڑھیں۔ اور بعض کتابیں شیخ، محدث، متقن، شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے پڑھیں۔ اور امام مسلم بن حجاج قشیری کی ''صحیح مسلم'' کی ان سے اجازتِ سند حاصل کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں شیخ، مسند، شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے عام اجازت سے نواز کر عزت دی۔ ان کا انتقال (یکم شوال 1250ھ (31/ جنوری 1835ء کو ٹونک) میں ہوا۔ (آپؒ کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ آپؒ کے تابوت کو لے کر چالیس روز کا سفر کرکے دہلی آئے۔ اور آپؒ کے شیخ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے پہلو میں دفن کیا۔)

انھوں نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ —— جسے ان کے آبا و اَجداد نے مرتب اور مہذب بنایا تھا —— شیخ عبداللہ (شاہ غلام علی) دہلویؒ سے حاصل کیا۔ اور ان کے روشن انوار سے وافر حصہ پایا۔ اور ان کے سینۂ دروں کے اَسرار کو اپنے سینے میں محفوظ کیا۔ یہاں تک کہ شیخ (غلام) علیؒ نے اپنے بعد مسترشدین کے لیے اپنا خلیفہ بنا دیا۔'' اِنتھیٰ (37)

فصل (4) شیخ خالد کردی نقشبندیؒ کا تذکرہ

شیخ مراد (بن عبداللہ) قزانیؒ نے ''ذیل الرشحات'' میں لکھا ہے:

''شیخ خالد بن احمد بن حسین شہ زوریؒ، ان کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے سیدنا حضرت عثمان بن عفانؓ سے جا ملتا ہے۔ اور ان کی والدہ کا سلسلۂ نسب ساداتِ علویہ سے ملتا ہے۔ آپ تقریباً 1190ھ (1776ء) میں ''شہزور'' کے قریب ایک قصبے ''قرہ واغ'' میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے شیخ محمد کریزیؒ اور شیخ مصطفیٰ کردیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی کا سفر اختیار کیا۔ اور شیخ عبداللہ دہلوی (شاہ غلام علیؒ) سے نقشبندیہ مجددیہ طریقہ حاصل کیا۔ پھر آخر میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ ___ جو اپنے زمانے میں علما کے بادشاہ تھے ___ کی صحبت اختیار کی۔ اور یہ انھوں نے اپنے شیخ (حضرت شاہ غلام علیؒ) کے اشارے سے کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اپنی تمام مرویات روایت کرنے کی اجازت دی۔ آپ کا انتقال 1242ھ (1826ء) میں ہوا۔'' اِنتھیٰ مخلصًا (38)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ خالد کردیؒ سے شہاب محمود آلوسیؒ (مصنف تفسیر روح البیان)، ابوالعلا (سید) محمد امین (بن عمر المعروف) ابن عابدین (شامی) دمشقیؒ (مصنف فتاویٰ شامی) اور احمد بن سلیمان اروادی طرابلسیؒ وغیرہ نے تعلیم و اخذِ فیض حاصل کیا ہے۔

www.rahimia.org

فصل (5) شیخ احمد سعید بن ابی سعید دہلویؒ کا تذکرہ

شیخ مراد (بن عبداللہ) قزانیؒ ”ذیل الرشحات“ میں لکھتے ہیں:

”شیخ احمد سعید دہلویؒ کی ولادت (یکم ربیع الاول) 1217ھ (31 جولائی 1802ء مصطفیٰ آباد، رام پور) میں ہوئی۔ انھوں نے طریقت کا فیض شیخ عبداللہ دہلوی (حضرت شاہ غلام علیؒ) اور اپنے والد شیخ ابوسعید دہلویؒ سے حاصل کیا۔ اور دیگر کتابیں شیخ فضل امام خیرآبادیؒ اور مفتی شرف الدین (رام پوریؒ) سے پڑھیں۔ اور علم حدیث شیخ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگردوں مثلاً مولانا رشیدالدین خانؒ وغیرہ....

میں کہتا ہوں کہ: ”وغیرہ“ سے مراد مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ بھی ہیں۔ اس کی صراحت ہمارے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (39) اور شیخ ابوالشرف بن محمد معصوم بن عبدالرشید بن (شیخ احمد سعید دہلویؒ) نے کی ہے۔(40)

”....امام رفیع الدین دہلویؒ، امام عبدالقادر دہلویؒ صاحبزادگان شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے حاصل کیا۔ شاہ احمد سعید دہلویؒ اکثر اوقات ان حضرات کی خدمت میں زیارت، یا کسی دقیق مسئلے کی تحقیق، یا عربی اشعار کے معانی و مفاہیم سمجھنے کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ یہ حضرات آپؒ کا بہت زیادہ اکرام کیا کرتے تھے۔ حدیث کی سند انھوں نے شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے بھی حاصل کی۔ اور بعض کتابیں انھوں نے اپنے والد کے ماموں شیخ سراج احمدؒ سے بھی پڑھیں۔ اور ان سے ”حدیث مسلسل بالأ وّلیة“ کی سند امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) تک حاصل کی۔ اور پھر 1273ھ (صحیح محرم 1274ھ / اگست ستمبر 1857ء ہے) میں واقعہ دہلی کے موقعے پر حرمین شریفین کا سفر کیا۔ (41) اور وہاں (مدینہ منورہ میں 02 ربیع الاوّل) 1277ھ (18 ستمبر 1860ء) میں انتقال کر گئے۔“ إنتھی ملخصًا (42)

شیخ ارشاد حسین رام پوریؒ لکھتے ہیں:

”شیخ احمد سعید دہلویؒ حدیث کی کتابوں کی روایت چند طریقوں (سلسلۂ ہائے سند) سے کرتے تھے:

1۔ ان میں سے ایک یہ کہ انھوں نے شیخ الاجل، شیخ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کیا ہے۔ اور وہ اپنے والد علامہ، کمال کی بادشاہت کے قطب، فضل اور بزرگی کے دائرے کے مرکز، شیخ (شاہ) ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

2۔ ان میں سے ایک یہ کہ وہ شیخ سراج احمدؒ سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے والد شیخ محمد مرشدؒ سے، وہ اپنے والد شیخ محمد ارشدؒ سے، وہ اپنے والد شیخ محمد فرخؒ سے، وہ اپنے والد شیخ محمد سعید (مجددی) سے اور وہ اپنے والد امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

3۔ ان میں سے ایک یہ کہ وہ اپنے والد شیخ ابو سعید (مجددیؒ) سے روایت کرتے تھے۔ وہ اپنے والد شیخ صفی القدرؒ سے، وہ اپنے والد شیخ عزیز القدرؒ سے، وہ اپنے والد شیخ محمد عیسیٰؒ سے، وہ اپنے والد شیخ سیف الدین سے، وہ اپنے والد شیخ محمد معصومؒ سے، وہ اپنے والد شیخ امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔'' اِنتہیٰ۔ شیخ ارشاد حسینؒ کا قول مکمل ہوا۔ جو انھوں نے شیخ نور الحسن بن امیر (نواب صدیق حسن) قنوجیؒ کے نام اجازتِ سند لکھتے ہوئے بیان کیا ہے۔ (43)

چھٹی نوع؛ ولی اللّٰہی جماعت میں سے دیو بندی جماعت کے اماموں کا تذکرہ

فصل (1) استاذ الاساتذہ شیخ علامہ مولانا مملوک علی (نانوتوی) دہلویؒ کا تذکرہ

سلطان شاہجہاں نے شیخ محمد ہاشم ـــــ جن کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے مل جاتا ہے ـــــ کو ''نانوتہ'' کے علاقے میں قطعۂ زمین دیا تھا۔ انھوں نے اس علاقے کو اپنا وطن بنالیا۔ ان کی اولاد میں علمائے نانوتہ کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔ یہ لوگ صدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے حجاز ہجرت کر جانے کے بعد ''دہلوی جماعت'' کے عمدہ ترین افراد میں سے ہوئے ہیں۔ ان سب سے اہم ترین فرد، شیخ علامہ، اپنے زمانے کے استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی بن احمد علی بن غلام شرف بن عبداللہ بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن شیخ محمد ہاشم نانوتوی دہلویؒ ہیں۔ انھوں نے علامہ رشید الدین دہلویؒ (شاگردِ رشید حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) سے تعلیم حاصل کی۔ اور عربی ادب، فقہ اور دیگر علوم و فنون میں اپنے زمانے کے علما پر سبقت لے گئے۔ اور اپنے استاذ شیخ رشید الدین دہلویؒ کے بعد دہلی کالج میں مدرّس مقرر ہوگئے۔

آپ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ محمد مظہر نانوتویؒ، شیخ عبدالرحمن پانی پتیؒ، شیخ احمد علی (محدث سہارنپوریؒ)، شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور شیخ علامہ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور ایک بڑی جماعت ہے۔ اور آپ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں (سر) سید احمد (خان) دہلوی بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اور قرآن حکیم کے مترجم شیخ نذیر احمد دہلوی اور استاذ منشی ذکاء اللہ دہلوی (مصنف: ''تاریخ ہندوستان'') جیسے نابغہ ہائے عصر بھی ہیں۔ آپؒ کا انتقال (11/ ذی الحجہ) 1267ھ (07/ اکتوبر 1851ء) کو ہوا۔ اور (محلّہ مہندیاں، دہلی میں) امام ولی اللہ دہلویؒ کے مقبرے میں دفن ہوئے۔

''آثار الصّنادید'' میں (سرسید) لکھتے ہیں:

''جناب مولوی مملوک العلی سلمہ اللہ تعالیٰ شاگردِ رشید مولوی رشید الدین خان علمِ معقول و منقول میں استعدادِ کامل (رکھتے تھے) اور (آپ کو) کتبِ درسیہ کا ایسا استحضار ہے کہ اگر فرض کرو کہ ان کتابوں سے گنجینۂ علم خالی ہوجائے تو ان کی لوحِ حافظے سے پھر نقل ان کی ممکن ہے۔ چودہ پندرہ سال سے مدرسہ شاہجہان آبادی

www.rahimia.org

میں عہدۂ مدرسی رکھتے تھے، لیکن اب کئی سال سے سرکردہ مدرسین میں سے ہیں۔'' اِنتھٰی (44)

میں کہتا ہوں کہ: ان کے بیٹے مولانا شیخ محمد یعقوب (نانوتوی) دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس رہے۔ اور ہمارے استاذ شیخ الہند (مولانا محمود حسن) نے ان سے تعلیم حاصل کی۔

فصل (2) شیخ مظفر حسین کاندھلویؒ کا تذکرہ

ان کا نام اور سلسلہ یہ ہے: شیخ مظفر حسین بن محمود بن شیخ الاسلام کاندھلویؒ، آپ انتہائی ورع و تقویٰ والے، اور نیک کاموں کا حکم دینے اور منکرات سے روکنے والے فرد تھے۔ آپ نے اپنے چچا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور انھوں نے صدرالحمید شیخ محمد اسحاق دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور مولانا محمد یعقوب دہلویؒ سے اخذ فیض کیا۔ ہندوستان میں یہ ان کے نائب اور قائم مقام تھے۔ انھوں نے ہی شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ کو منبر وعظ پر بٹھایا تھا۔ آپ کا انتقال (مدینہ منورہ میں) جمعرات کی رات 10/ محرم الحرام 1283ھ (26/ مئی 1866ء) کو ہوا۔ اور (جنت) بقیع میں دفن ہوئے۔

فصل (3) شیخ علامہ مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کا تذکرہ

شیخ محمد مظہر بن لطف علی بن محمد حسن بن غلام شرفؒ، شیخ محمد ہاشم نانوتویؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ 1222ھ (1807ء) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مولانا مملوک علی (نانوتویؒ)، شیخ (مفتی) صدرالدین (آزردہ) دہلویؒ، شیخ علامہ رشیدالدینؒ سے تعلیم حاصل کی۔ نیز انھوں نے صدرالحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے بھی اجازت حاصل کی۔ آپ فقہ، حدیث، سلوک اور دیگر علوم وفنون کے ائمہ اور علما میں سے بڑے عابد، زاہد، اونچے درجے کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: ''یہ نسب کے اعتبار سے صدیقی ہیں اور اَخلاق و کردار کے حوالے سے فاروقی ہیں۔ (رعب ایسا تھا کہ) آپؒ کے سامنے بہت کم لوگوں کو بات کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔'' آپؒ مدرسہ (مظاہر العلوم) سہارنپور میں مدرّس تھے۔ آپ سے اہل علم کی ایک جماعت نے علم حاصل کیا۔ ان میں ہمارے استاذ حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) بھی ہیں۔ آپؒ کا انتقال (اتوار کے دن 24/ ذی الحجہ 1302ھ (04/ اکتوبر 1885ء) کو ہوا۔

فصل (4) دیوبندی جماعت کے امیر حضرت حاجی امداداللہ تھانوی مکّیؒ کا تذکرہ

عارف باللہ، شریعت وطریقت کے جامع، اللہ کے دین کو غالب کرنے کے حوالے سے مجتہد، شیخ امام امداداللہ فاروقی (پیر کے دن 22/ صفر)، 1233ھ (02/ جنوری 1818ء) کو ''نانوتہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے شاگرد شیخ محمد قلندر (جلال آبادیؒ) اور امیر الشہید (سید احمد بریلویؒ) کی شہادت کے بعد

www.rahimia.org

جماعتِ مجاہدین کے امیر، شیخ نصیرالدین دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور امیر الشہیدؒ کے خلیفہ حضرت شیخ نور محمد جھنجھانویؒ سے اخذ فیض کیا۔ شیخ نور محمد (جھنجھانویؒ) کا انتقال (04/ رمضان) 1259ھ (28/ ستمبر 1843ء) میں ہوا۔

1261ھ (1845ء) میں امیر امداداللہ (مہاجر مکیؒ) حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ اور شیخ (شاہ) محمد اسحاق دہلویؒ سے ملاقات کی۔ اور ان سے دعوت کا طریقہ حاصل کیا۔

شیخ عبدالغنی بن عبدالواحد بڈھانویؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ہوئے بیان کرتے ہیں:

''آج میں نے اثنائے تذکرہ میں حضرت حاجی امداداللہ کی خدمت میں گزارش کی کہ بندہ سلسلۂ خدام حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی میں داخل ہے۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! وہ تو ہمارے بھی سردار ہیں۔'' شیخ عبدالغنی نے آخر تک بیان کیا ہے۔.....'' (45)

آپؒ 1262ھ (1846ء) میں (حرمین شریفین سے) ہندوستان واپس لوٹ آئے۔ آپؒ کا نام پہلے ''امداد حسین'' تھا۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے آپؒ کا نام تبدیل کرکے ''امداداللہ'' رکھ دیا۔

گرد و پیش کے شہروں سے لوگ آپؒ کے پاس آنے لگے۔ اور اہل علم میں بڑے بڑے اکابر، جیسے مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ)، مولانا رشید احمد (گنگوہیؒ) اور شیخ فیض الحسن سہارنپوریؒ آپؒ کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس طرح ہندوستان کے علما کی ایک بڑی جماعت آپؒ سے وابستہ ہوگئی۔ جنگ آزادی 1857ء میں آپؒ جہادِ شاملی کے امیر تھے۔ 1857ء کے بعد آپؒ نے مستقل طور پر ہندوستان سے ہجرت کی۔ اور 1276ھ (1860ء) میں حرمین شریفین پہنچے اور مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ آپ دیوبندی جماعت کے امیر رہے۔ آپ کا انتقال (بدھ کے روز 12/ جمادی الاخریٰ) 1317ھ (19/ اکتوبر 1899ء) کو ہوا۔

فصل (5) شیخ عبدالغنی بن ابوسعید دہلوی مدنیؒ کا تذکرہ

شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں:

''عابد و زاہد اور رہنما شیخ عبدالغنی بن ابوسعید (دہلویؒ) ماہِ شعبان 1235ھ (مئی/ جون 1820ء) میں دارالسلطنت دہلی میں پیدا ہوئے۔ محدثین، فقہا اور صوفیا میں سے اہل صلاح و تقویٰ لوگوں کی گود میں آپؒ نے پرورش پائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ پر جو انعامات کیے تھے، ان میں سب سے بڑا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بدعات کی رسومات اور نئی گھڑی جانے والی باتوں میں مشغول ہونے سے باز رکھا۔ اور آپؒ کو دین کے نفع بخش علوم کے حامل صلاح و تقویٰ رکھنے والے نیک لوگوں کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپؒ نے کتاب اللہ کو حفظ کیا۔ اور اس کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ نبی الامینؐ کی سنت کے پڑھنے پڑھانے کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہبِ نعمان پر فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

www.rahimia.org

آپ نے علوم کے حصول اور ان سے نفع اٹھانے کے لیے ہندوستان اور حجاز کے علما میں سے اپنے زمانے کے اکابرین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ مثلاً اپنے والد شیخ ابوسعید دہلویؒ، آپ نے ان سے امام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانیؒ کی کتاب ''المؤطّا'' پڑھی۔ اور شیخ شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلویؒ کہ ان سے کتاب ''مشکوۃ المصابیح'' پڑھی۔ اور شیخ الاجل، محدث، ابوسلیمان حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ ____ جو شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی صاحبزادی کے بیٹے ہیں ____ سے اخذ فیض کیا۔ اسی طرح آپؒ نے شیخ الاجل محمد عابد انصاری سندھی مدنیؒ سے کتابیں پڑھیں۔ اور شیخ ابوزاہد اسماعیل بن ادریس رومیؒ سے تعلیم حاصل کی۔'' اِنتھٰی (46)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ اسماعیلؒ روایت کرتے ہیں شیخ منصور منصوریؒ سے، اور وہ روایت کرتے ہیں شیخ سلیمان منصوریؒ سے، اور وہ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالحیٔ شرنبلالیؒ سے، اور وہ شیخ حسن شرنبلالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح شیخ اسماعیلؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد طاہر سنبلیؒ، (شیخ) عبدالمالک قلعیؒ، (شیخ) صالح فلانیؒ، شیخ محمد کربزیؒ، (شیخ) عبداللہ شرقاویؒ، (شیخ) ابراہیم نابلسیؒ، (شیخ) یوسف عمریؒ، (شیخ) مصطفیٰ کورانیؒ اور (شیخ) عثمان استنبولیؒ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

شیخ محسن یمانیؒ لکھتے ہیں کہ:

''جب آپؒ کو بڑے مشائخ سے اجازت حاصل ہوئی تو آپؒ اپنے شہر (دہلی) میں حدیث کے درس و تدریس اور آثارِ صحابہؓ کی روایت کرنے میں مشغول ہوگئے۔ آپؒ سے اس شہر کے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ اور باہر سے آنے والے لوگ بھی آپؒ سے خوب فیض یاب ہوئے۔ آپؒ نے اسی دوران ''سنن ابن ماجه'' کی شرح اور اس کا ذیل (''انجاح الحاجه'' کے نام سے) تصنیف فرمائی۔ پھر جب ہندوستان میں 1857ء کا ہولناک واقعہ ہوا اور دہلی پر سامراج کا تسلط ہو گیا اور وہاں کے لوگوں پر انگریزوں نے حکمرانی قائم کرلی تو آپؒ نے اپنی جماعت کے ساتھ سرزمین حجاز کی جانب ہجرت کی۔ اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ یہاں آکر بھی آپؒ اپنے سلسلۂ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے حدیث کی تعلیم میں مشغول رہے۔'' اِنتھٰی ملخصًا (47)

میں کہتا ہوں کہ: ان سے ہمارے دیوبندی مشائخ: شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ہمارے استاذ شیخ الہندؒ نے تعلیم حاصل کی ہے۔ آپؒ نے ہی مولانا رفیع الدین دیوبندیؒ کو دارالعلوم دیوبند کا مدیرِ امورِ عامہ مقرر کیا تھا۔ آپؒ کا انتقال (بروز منگل 06/ محرم) 1296ھ (21/ دسمبر 1879ء) کو ہوا۔ میں نے اپنے استاذ شیخ الاسلام رشید احمد گنگوہیؒ کو دیکھا ہے کہ وہ درسِ حدیث وغیرہ میں انہی کی اتباع کرتے تھے۔

www.rahimia.org

فصل (6) شیخ احمد علی (محدث) سہارنپوریؒ کا تذکرہ

وہ مولانا احمد علی بن لطف اللہ انصاریؒ ہیں۔ انھوں نے مولانا مملوک علی (نانوتویؒ) اور شیخ وجیہ الدین سہارنپوریؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور انھوں نے صدرالحمید مولانا محمد اسحاق (دہلویؒ) سے تعلیم حاصل کی تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ایک طویل عرصے تک آپؒ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پھر آپؒ نے دہلی میں ''مطبع احمدیہ'' قائم کیا۔ اور اس سے قرآن عظیم اور کتب حدیث پوری تصحیح کے ساتھ شائع کیں۔ آپؒ اس زمانے میں حالات کے تغیر کے باوجود احادیثِ نبویہؐ کے حافظ تھے۔

آپؒ نے صحیح بخاری پر حاشیہ اور تعلیقات بھی لکھیں۔ اس کام میں آپؒ کے شریکِ کار شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ بھی تھے۔ (کہ آخری چھ پارے کی شرح و تعلیق انھوں نے لکھی ہے) آپؒ نے اکثر کتبِ حدیث پر حواشی لکھے ہیں۔ اس طرح ان کی وجہ سے ہندوستان کے اطراف میں علم حدیث بہت مشہور ہوگیا۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ہمارے استاذ حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) بھی ہیں۔

آپؒ کا انتقال (06/ جمادی الاولیٰ) 1297ھ (17/ مئی 1880ء) کو ہوا۔

فصل (7) شیخ (قاری) عبدالرحمٰن پانی پتیؒ کا تذکرہ

شیخ قاری عبدالرحمٰن بن محمد انصاری پانی پتی تقریباً 1227ھ (1812ء) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے والد گرامیؒ سے اور انھوں نے شیخ علامہ رشید الدینؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور شیخ مملوک علی (نانوتویؒ)، شیخ محمد قلندر جلال آبادیؒ، شیخ حسن علی لکھنویؒ اور صدرالحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ سے تعلیم حاصل کرنے والوں کی اہل علم کی ایک بڑی جماعت ہے۔ ان میں ہمارے استاذ حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) بھی شامل ہیں۔ آپؒ کا انتقال (05/ ربیع الثانی) 1314ھ (25/ ستمبر 1897ء) کو ہوا۔

فصل (8) شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کا تذکرہ

آپؒ شیخ ابوالہاشم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بن علاء الدین بن محمد فتح بن مفتی محمد بن عبدالسمیع بن شیخ محمد ہاشم نانوتویؒ ہیں۔ آپ کی پیدائش 1248ھ (1832ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے چچا مولانا مملوک علی (نانوتویؒ)، شیخ عبدالغنی مجددی دہلویؒ، شیخ احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور امیر امداداللہ تھانوی (مہاجر مکیؒ) اور ایک جماعت سے تعلیم حاصل کی۔

آپؒ نے 1283ھ (1866ء) میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ آپ چودھویں صدی کے مجددین میں سے تھے۔ آپؒ کو اللہ نے یہ توفیق دی کہ ولی اللّٰہی علوم کو جدید ہندوستانی زبان (اردو) کا لباس پہنائیں۔ آپؒ سے

www.rahimia.org

تعلیم حاصل کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت رہی ہے۔ جس میں ہمارے استاذ حضرت شیخ الہندؒ بھی ہیں۔

آپ کا انتقال (جمعرات کے دن 04/ جمادی الاولیٰ) 1297ھ (15/ اپریل 1880ء) کو ہوا۔ آپ صدرالشہید مولانا محمد اسماعیل کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام سے راضی ہوجائے۔

فصل (9) ہمارے شیخ حضرت شیخ الاسلام رشید احمد گنگوہیؒ کا تذکرہ

آپؒ ابومسعود، ابومحمود، رشید احمد بن ہدایت احمد انصاری گنگوہیؒ ہیں۔ آپؒ کی پیدائش (06/ ذوالقعدہ) 1244ھ (10/ مئی 1829ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے مولانا مملوک علی (نانوتویؒ)، شیخ عبدالغنی مجددیؒ، شیخ احمد سعید (مجددیؒ) اور امیر امداد اللہ تھانویؒ اور علما کی ایک جماعت سے تعلیم حاصل کی۔

میں نے حضرت شیخ الاسلام (گنگوہیؒ) سے ''سنن ابو داؤد'' کا ایک بڑا حصہ انتہائی فقہی تحقیق کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان کے پاس اس طرح تحقیقی نقطۂ نگاہ سے پڑھنے سے مجھے بڑا نفع ہوا۔ میں نے آپ سے بہت زیادہ نفع اٹھایا۔ اور یہ انہی کی صحبت کا میرے دل پر اثر ہے کہ اس نے مجھے ہر طرح کے مشکل حالات میں اپنے نظریات کو تبدیل کرنے سے روکے رکھا۔

اور یہ انہی کی صحبت کا اثر ہے کہ ولی اللّٰہی طریقہ روشن ہوکر میرے سامنے آگیا۔ اس طرح میں نے فقہ کے اہم مقامات، سلوک و طریقت کے بنیادی قاعدے، عربی زبان اور کتاب و سنت کی اصولی اور معقولی مباحث کو صحیح طور پر سمجھ لیا۔ میں نے اپنے سر کی ان آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آپؒ بلاشبہ مذہبِ امام ابوحنیفہؒ کے مجتہد اور ماہر امام تھے۔ بلاشبہ ہمارے شیخ (گنگوہیؒ) اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ کے طریقے پر استقامت کا پہاڑ تھے۔ اور آپؒ ولی اللّٰہی تھے۔ اور صدرالحمید حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

میں نے سنت و بدعت کے صحیح معنی آپ کی کتاب ''براھینِ قاطعه'' سے معلوم کیے۔ جو آپ نے صدرالشہید (حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ) کی کتاب ''الإيضاح (الحقّ الصّريح فی أحكام الميّت و الضّريح)'' کے دفاع میں لکھی تھی۔ (48) اسی طرح میں نے توحید و شرک کا معنی و مفہوم بھی صدرالشہید کی دوسری کتاب ''تقوية الإيمان'' سے سمجھا تھا۔

بعض مشائخ نے آپ کے درس سے سنی ہوئی حدیث کی پانچ کتابوں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی) کی شرح پر مشتمل تحقیقات قلم بند کی ہیں۔ انہی میں سے ایک شیخ عبدالکریم بائلی سے میں نے جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور نسائی کی لکھی ہوئی تحقیقات پڑھی ہیں۔ اور میں نے انھیں حفظ کیا ہے۔ اگرچہ مجھے حضرت شیخ الاسلام گنگوہیؒ سے براہِ راست تمام کتبِ حدیث کی اجازتِ عامہ حاصل نہیں ہے، لیکن ان سے پڑھنے والوں سے میں نے اس کی اجازت لی ہے۔ اور انھوں نے مجھے آپ کی روایات کی اجازت دی ہے۔

www.rahimia.org

شیخ الاسلام (گنگوہیؒ)، امیر امداداللہ تھانوی (مہاجر مکیؒ) کے بعد دیوبندی جماعت کے امیر تھے۔ اور امام محمد قاسم دیوبندیؒ کے بعد آپؒ اس جماعت کے امام ہوگئے۔ آپ سے علومِ دین حاصل کرنے والے تقریباً تین سو سے زائد مشائخ ہیں۔ آپؒ کا انتقال (جمعہ کے دن 08/ جمادی الاخریٰ) 1323ھ (11/ اگست 1905ء) کو ہوا۔ اور اسی تاریخ کو شیخ محمد عبدہٗ مصریؒ کا بھی انتقال ہوا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ: ہمارے استاذ (حضرت شیخ الہندؒ) کے شیخ حضرت مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ)، سید الطائفہ حضرت شیخ امداداللہ تھانویؒ کی زبان تھے۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ ہمارے شیخ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ان کی زبان بن گئے۔ لیکن بعض لوگ (دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے) بعض واقعات میں الجھاؤ پیدا کرکے انھیں مسخ کردیتے ہیں۔ اس لیے واقعات کی درست وضاحت کے لیے ہم اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کے درجِ ذیل اشعار (49) یہاں لکھتے ہیں:

20	رحمتِ حق ہوئی حامی تو یکا یک اٹھے	چند مردانِ خدا باندھ کے صف ٹھونک کے خم
22	سلسلہ ڈالا فقیرانہ بنامِ ایزد	کوردِہ میں کہ جہاں بیٹھے ہیں اربابِ ہمم
24	اتنے میں دیکھتے ہیں کیا کہ ہے اِک مردِ خدا	آرہا تیزروی سے ہے لیے ساتھ علم
21	یوسفِ علم شریعت کے خریداروں میں	جمع کرکے اخلاص سے معدود درم
23	شوق کہے تھا بڑھو، ضعف کہے تھا ٹھہرو	ناتوانوں کا تھا کیا کہیے عجب ضیق میں دَم
25	بے نیازی و توکل رخِ روشن سے نمود	قطعِ منزل کے لیے دونوں قدم تیغ دو دَم

فصل (10) ہمارے شیخ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کا تذکرہ

میرے وہ استاذ کہ جو تمام علوم میں میرے لیے مستند حیثیت رکھتے ہیں، وہ ہمارے شیخ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن بن ذوالفقار علی بن فتح علی اُموی (عثمانی) دیوبندیؒ ہیں۔ آپؒ 1268ھ/ 1851ء میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے اپنے والد (مولانا ذوالفقار علیؒ) اور اپنے تایا (''بڑے ابا'' یعنی مولانا مہتاب علی) سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اور جب 1283ھ (1866ء) میں علمی مرکز ''دارالعلوم دیوبند'' کی بنیاد رکھی گئی تو آپؒ نے حضرت مولانا محمد یعقوب بن مولانا مملوک علی نانوتوی دیوبندیؒ اور مولانا محمود دیوبندیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا۔ اور تعلیم میں انھی سے فراغت حاصل کی۔ ہمارے شیخ حضرت شیخ الہندؒ نے دیوبندی جماعت کے اہم رہنما شیخ حافظِ (حدیث) مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، شیخ محمد مظہر نانوتویؒ، شیخ قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ سے بھی اجازت حاصل کی۔ اور انھوں نے آپؒ کو اپنی روایات کی اجازت عنایت فرمائی۔ اسی طرح شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے آپؒ کے لیے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے بھی اجازت طلب کی۔

www.rahimia.org

جب وہ ان کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تھے تو انھوں نے بھی آپؒ کو اجازت دی۔ اسی طرح اپنے شیخ کے حکم کی اتباع کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت حاجی امداداللہ تھانویؒ سے بھی اجازت حاصل کی۔

حضرت شیخ الہندؒ، سید عبدالرحمٰن بن سلیمان اہدل شافعیؒ سے حاصل اجازتِ عامہ میں بھی داخل ہیں۔ اس لیے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے والد (حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ) نے سید صاحبؒ کا زمانۂ حیات تقریباً 12 سال پایا ہے۔ اور انھوں نے انھیں کلی اجازت کچھ اس طرح دی تھی کہ جو بھی ان کی زندگی میں ان سے اجازت مانگے، اس کو اجازت ہے۔ ان کی اولاد اور جو ان کی اولاد میں پیدا ہونے والے لوگ ہیں، انھیں بھی عام اجازت ہے۔

ایسے ہی ہمارے شیخ، شیخ الہندؒ اس اجازتِ عامہ میں بھی داخل ہیں، جو انھیں شیخ احمد بن سلیمان اروادی طرابلسی حنفیؒ نے دی تھی۔ اس لیے کہ ہمارے شیخ حضرت شیخ الہندؒ نے ان کا تقریباً سات سال تک کا زمانۂ حیات پایا ہے۔ اور انھوں نے بھی 1272ھ (1856ء) میں ان تمام لوگوں کو اجازت دی تھی، جو کہ ان کی زندگی میں ان سے اجازت حاصل کریں۔

جن لوگوں نے شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم (نانوتوی) دیو بندیؒ سے تعلیم پائی ہے، ان میں تین آدمی سب سے فائق اور بلند درجہ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے شیخ حضرت شیخ الہند رضی اللہ عنہ ان تینوں میں سب سے زیادہ اپنے شیخ سے محبت حاصل کرنے والے تھے۔ اور آپؒ کے علم و فکر اور زندگی کے مقاصد کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ اور آپؒ کی اتباع کرنے میں سب سے زیادہ فنا تھے۔ ہمارے شیخ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کے علوم و معارف اور تجدیدِ دین کے کام میں ان کے عزائم کی قوت و شدت کو صحیح طور پر سمجھتے تھے۔ اور اس حوالے سے آپ کی امامت کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے۔ آپؒ کی نظر میں حضرت نانوتویؒ، امام فخرالدین رازیؒ اور شیخ اکبر (محی الدین ابن عربیؒ) پر بھی فوقیت اور برتری رکھتے تھے۔

ہمارے شیخ، حضرت شیخ الہندؒ نے بہت سے مشائخ سے کتابیں پڑھیں۔ اور اپنے ساتھیوں سے بحث و مباحثہ اور نظر و فکر پر باہمی گفتگو کی۔ اور فضل و کمال کے مدارج میں بڑی سربلندی حاصل کی۔ لیکن اس سب کے باوجود آپؒ کے پیشِ نظر ہمیشہ ایسی استعداد حاصل کرنا رہا ہے کہ جس سے وہ اپنے شیخ اور امامِ وقت (حضرت نانوتویؒ) سے پوری طرح استفادہ کرسکیں۔ اسی وجہ سے ان کے بہت زیادہ خاص اور عمدہ علوم آپؒ نے اخذ کیے۔ حضرت شیخ الہندؒ اپنی خاص مجلسوں میں اپنے استاذ کی باتوں میں سے ایسے ایسے باریک نکتے بیان کرتے تھے کہ سننے والے اس پر بڑا تعجب کرتے تھے۔ اس سے (علوم میں) کمال کے حصول کا شوق رکھنے والوں کے دلوں میں یہ بات پیدا ہوتی تھی کہ وہ شیخ الاسلام (نانوتویؒ) کی کتابیں حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھیں۔ میں نے حضرت نانوتویؒ کی کتابوں کے سوا اُردو زبان میں لکھی ہوئی کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی کہ جسے ہندوستان کے علما عربی کتابوں کی طرح کسی استاذ سے پڑھتے ہوں۔ میں نے علما کو دیکھا کہ وہ حضرت شیخ الہندؒ سے حضرت نانوتویؒ کی کتابیں درساً پڑھتے تھے۔ خود میں نے شیخ الاسلام

www.rahimia.org

(حضرت نانوتویؒ) کی (اردو) کتاب ''حجۃ الاسلام'' حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی تھی۔ اس دوران بعض اوقات مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے علم و ایمان میرے دل میں نازل ہو رہا ہے۔

مجھے اس بات کا پختہ یقین اور اعتقاد ہے کہ ہمارے استاذ حضرت شیخ الہندؒ، امام ولی اللہ دہلویؒ کی اصطلاح (50) کے مطابق ''مفھـمـیـن'' (اللہ کی طرف سے عطا کردہ سمجھ و شعور والے لوگوں) میں سے انتہائی تیز فطرت انسان تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کسی نے خواب میں کچھ دیکھا ہوتا تو انھیں پتا چل جاتا تھا کہ اس نے خواب دیکھا ہے۔ پھر آپؒ اپنی مجلس میں سوال کرتے کہ: کوئی آدمی ہے، جس نے خواب دیکھا ہو؟ وہ اگر یہ کہتا کہ نہیں! تو آپؒ اس کے سامنے خواب کا پورا واقعہ بتلا دیتے تھے۔ اور جاگنے کے بعد اسے اس واقعے کے اسی طرح ہونے کا پختہ یقین ہوتا۔

آپؒ پر اپنے شیخ (حضرت نانوتویؒ) کی تواضع و انکسار کی نسبت غالب رہتی تھی۔ ایسی نسبت کا نام امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے (''القول الجمیل'' میں) ''نسبتِ اہلِ بیت'' رکھا ہے۔ اپنے شیخ (حضرت نانوتویؒ) سے شدید محبت کی وجہ سے آپ اکثر انھیں خواب میں دیکھا کرتے کہ وہ چند باتوں پر عمل کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چناں چہ آپ اصولِ تدبیر اور حکمتِ عملی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان باتوں پر عمل کیا کرتے تھے۔

جو آدمی اس سلسلے کی بعض مثالوں کو جانتا ہے، وہ آپؒ کے سیاسی کاموں کی طاقت و قوت کی نوعیت کو سمجھ لے گا۔ اور اسے معلوم ہوگا کہ اس کی مثال بڑے بڑے وزرا کے ہاں بھی نہیں ملتی۔

فصل (11) (حضرت شیخ الہندؒ کا مدبرانہ کردار)

شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، سید الطائفہ امیر امداد اللہ تھانوی مکیؒ کے وکیل اور نائب تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی جگہ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت حاجی صاحبؒ کے وکیل، نائب اور ''جامعہ قاسمیہ'' (دیوبند) کے رئیس اور سرپرست بن گئے تھے۔ اور مولانا محمد یعقوب (نانوتویؒ) دیوبندی دارالعلوم دیوبند میں ان کے معاون اور نائب تھے۔ چناں چہ مولانا محمد یعقوب نائبِ اوّل تھے اور ہمارے استاذ حضرت شیخ الہندؒ نائبِ ثانی تھے۔ اس طرح آپؒ اپنے اُن ساتھیوں کی جماعت کے لیے گویا ایک مثالی شخصیت بن گئے، جنھوں نے حضرت مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اور جو ''جمعیت ثمرۃ التربیت'' میں اکٹھے کام کرتے رہے تھے۔

پھر مولانا محمد یعقوب (نانوتویؒ) کے انتقال (03/ ربیع الاول 1302ھ/ 21/ دسمبر 1884ء) کے بعد ہمارے استاذ حضرت شیخ الہندؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے معاون اور نائبِ اول بن گئے۔ اس طرح آپؒ اس حیثیت میں 1302ھ (1884ء) سے لے کر اس وقت تک کام کرتے رہے، جب 1323ھ (1905ء) میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا انتقال ہوگیا۔ اور وہ آپؒ سے راضی ہوکر دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الہندؒ اس جماعت کے امیر اور دارالعلوم دیوبند کے رئیس بن گئے۔

(حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ میں فکر وعمل کی یکسانیت)

اگر آپ اس بات کی تفصیل جاننا چاہتے ہیں تو سنیے:

1۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) اور شیخ الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دونوں حضرات ولی اللّٰہی طریقۂ فکر وعمل میں بالکل متحد تھے۔

2۔ ان دونوں حضرات نے ادبی، عقلی اور فقہی علوم وفنون ایک استاذ یعنی حضرت مولانا مملوک علی (نانوتویؒ) سے حاصل کیے۔

3۔ ان دونوں حضرات نے علم حدیث ایک استاذ یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی (مجددیؒ) دہلوی سے حاصل کیا۔

4۔ ان دونوں حضرات نے طریقۂ تصوف ایک شیخ یعنی سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل کیا۔

5۔ پھر دونوں حضرات کا اس تحقیقی مسئلے میں بھی اتفاق رہا ہے کہ سامراجی کفر کے مقابلے پر جہاد کیا جائے۔

6۔ اس جہاد کے سلسلے میں ایک ہی امیر یعنی حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی قیادت میں کام کرنے پر بھی ان دونوں میں اتفاق تھا۔

7۔ دونوں حضرات (1857ء کی جنگ آزادی میں) وارنٹ گرفتاری اور اس سے بچنے وغیرہ سے متعلق آزمائش اور ابتلا میں بھی باہم شریک تھے۔

8۔ ایک ہی طریقۂ کار کے مطابق علومِ دینیہ کی اشاعت کے سلسلے میں بھی بالکل متحد تھے۔

(ان دونوں بزرگوں کے مزاجوں میں ظاہری اختلاف)

اس تمام تر اتحاد و اتفاق کے باوجود دونوں حضرات کے طبعی مزاجوں میں بظاہر اختلاف پایا جاتا تھا۔ مزاجوں میں اس اختلاف کی نوعیت صدرالشہید حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید اور صدرالحمید حضرت مولانا محمد اسحاق دہلویؒ کے درمیان پائے جانے والے طبعی اختلاف سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی نظر حکمت عملی سے متعلقہ علوم پر سب سے پہلے ہوتی تھی۔ آپؒ فقہا کے فتاویٰ کی فنی اور قانونی نوعیت پر حکمتِ عملی کو ترجیح دیتے تھے۔ اس لیے کہ حکمتِ عملی ہی وہ بنیادی چیز ہے، جس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ دینی حکومت کے ختم ہوجانے کے بعد اسے دوبارہ قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جہاں تک فقہی جزئیات کا معاملہ ہے، تو ان پر پورا عمل اسی وقت ہوسکتا ہے، جب کہ انھیں حکومت کا تعاون حاصل ہو۔ اور اسی کے ساتھ آپؒ کے اَخلاق پر اجتماعیت کی روح غالب تھی۔ نیز آپؒ کی طبیعت میں تواضع، عفو و درگزر، آسانی اور لوگوں

www.rahimia.org

کو خوش خبری کے ساتھ اپنا پیغام دینے کی تھی۔

جب کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مذہبِ امام ابو حنیفہؒ میں محققانہ اور مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپؒ اپنے لیے تنہائی کو پسند کرتے اور ذکر اللہ اور عبادات میں ہمیشہ خوش رہا کرتے تھے۔ آپؒ کے پسندیدہ اعمال میں مذہبِ حنفی کی تحقیق کے ساتھ علم حدیث کی تعلیم و تدریس اور اتباعِ سنت کی رعایت رکھتے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول رہنا تھا۔ آپ مسلمان معاشروں میں رائج بدعات و رسومات کو ختم کرانے کے بھی بڑے داعی تھے۔ (51)

میں اس سلسلے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں، جس سے ان دونوں بزرگوں کے عملی مزاج اور طبیعت کا فرق واضح ہوجائے گا۔ جب (قومی زوال کے نتیجے میں) مسلمان جماعت برے اعمال و بداَخلاقیوں مثلاً شرک و بدعت وغیرہ میں مبتلا ہوئی تو ایسے حالات میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کی سوچ یہ تھی کہ مسلمانوں کی بداَخلاقیوں کی فوری و تیز تر اصلاح کرنے سے مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار پیدا ہوگا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ مسلمانوں کی بُری عادات کے حوالے سے پیدا ہونے والی جہالت پر چند دن صبر کرلینا چاہیے۔ اور حکمتِ عملی و تدبیر کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے وہ بداعمالیوں سے نجات پا جائیں۔ ان کی رائے تھی کہ مسلمان جماعت میں افتراق و انتشار کا پیدا ہوجانا ان بداعمالیوں کے پیدا ہوجانے سے زیادہ برا ہے۔

جب کہ شیخ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی نظر صرف مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے اَخلاق درست کرنے پر تھی۔ وہ یہ دیکھتے تھے کہ (زوال کے دور میں اَخلاق و اعمال میں ایک مضبوط اور) پختہ جماعت ضروری ہے۔ خواہ اسے دوسروں سے الگ کرنے میں افتراق و انتشار ہی کیوں نہ پیدا ہوجائے۔ آپؒ بڑی ثابت قدمی اور شدت سے اپنی تربیت یافتہ جماعت کی مدد و نصرت کرنے اور اس کی اتباع اختیار کرنے پر زور دیتے تھے۔

جب شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کا انتقال ہوگیا تو اب جماعت کے آگے بڑھنے کا معاملہ شیخ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہی کی رہنمائی پر موقوف تھا۔ اس حوالے سے (جماعت کے) کوئی دو افراد بھی اختلافِ رائے نہیں رکھتے تھے۔ اس کے باوجود (جماعت کے لوگوں کو) یہ خوف تھا کہ حضرت گنگوہیؒ کی جانب سے اپنے مسلک پر شدت اور استقامت سے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھیں تو ان سے علاحدگی اور جدائی اختیار کرلیں۔ جماعت نے جب یہ معاملہ ان کے سامنے پیش کیا۔ اور ہر حالت میں، خواہ سختی ہو یا آسانی ہو، نہایت خوش دلی سے آپؒ کی اطاعت کا اقرار کیا۔ تو اس پر حضرت گنگوہیؒ راضی ہوگئے۔ اور جماعت کے آگے بڑھنے کا معاملہ اپنے پرانے طریقۂ کار کے مطابق چل پڑا۔

حضرت مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کی صحبت اور محبت سے مانوس لوگ، اُن کی وفات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے حزن و ملال کے غلبے کی وجہ سے علمی کاموں میں مشغول رہنا بھی چھوڑ دیا۔ اس سلسلے میں انھیں ملامت بھی نہیں کی جاسکتی۔ لیکن ان کی جانب سے حضرت مولانا رشید احمد (گنگوہیؒ) کی خدمت اور صحبت

www.rahimia.org

میں جڑنے میں جتنی تاخیر ہوئی، اس سے فتنوں کے دروازے کھلے۔ جب ہمارے استاذ حضرت شیخ الہند کو اس صورتِ حال کا اندازہ ہوا تو انھوں نے حضرت مولانا رشید احمد (گنگوہیؒ) کی اطاعت کے لیے اسی طرح رجوع کیا۔ جیسا کہ وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کی اطاعت کرتے تھے۔ اور انھوں نے حضرت مولانا محمد قاسم کے صحبت یافتہ اپنے تمام ساتھیوں کو بھی اس بات پر آمادہ کیا۔ چناں چہ ان تمام حضرات نے متفقہ طور پر شیخ الاسلام حضرت گنگوہیؒ کی پوری اتباع کی۔ اس طرح جماعت کا نظام اپنی بنیادوں پر قائم ہوگیا۔

ہمارے استاذ حضرت شیخ الہندؒ اس سیاسی حکمتِ عملی کو کمال تک پہنچانے کے امام ہیں۔ انھوں نے اپنے ان دونوں مشائخ (کی محبت اور اطاعت) میں کوئی فرق نہیں رکھا، بلکہ دونوں کو ایک ہی درجے پر اپنی اطاعت اور فرماں برداری کا مرکز اور رہنما قرار دیا۔ اور جب آپ نے ہمارے شیخ حضرت گنگوہی کی اتباع کرنے والے بعض لوگوں کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے زیادہ محبت اور مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کے درجے میں کمی کا اظہار کرتے دیکھا تو انھوں نے اپنے ایک طویل قصیدے میں ان دونوں مشائخ کی یکساں تعریف کی۔ اور ان دونوں کی مساوی طور پر اتباع کرنے کی دعوت دی۔ (52)

حضرت شیخ الہندؒ کی عادت تھی کہ آپ جب بھی اس اتفاق و اجتماع میں کوئی دراڑ محسوس کرتے تو اس کو ختم کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ ہم نے جب (دارالعلوم دیوبند) میں ''تکمیلِ (علوم)'' کے نصاب میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بعض کتابیں مطالعے کے لیے داخل کیں تو ہمارے شیخ حضرت شیخ الہندؒ نے ہمیں حکم دیا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی بعض کتابیں بھی اپنے نصابی پروگرام میں شامل کریں۔ ایسا کسی علمی ضرورت کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ جماعت کی اجتماعیت برقرار رکھنے کی مصلحت سے تھا۔ اسی طرح جب ہم نے دارالعلوم دیوبند میں ایک ماہنامہ مجلّہ شائع کرنا شروع کیا اور اس کا نام ''القاسم'' رکھا تو ہمارے شیخ حضرت شیخ الہندؒ نے ایک دوسرا مجلّہ ''الرشید'' کے نام سے جاری کرنے کا حکم دیا۔

فصل (12) (حضرت شیخ الہندؒ کا طرزِ تدریس)

ہمارے استاذ حضرت شیخ الہندؒ تقریباً 1295ھ (1878ء) کے زمانے سے ہی احادیثِ نبویہ کی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے۔ آپ اپنے درس میں ہمارے علاقے کے عام علما میں مقبول شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے طریقے اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے طریقے کو باہم جمع کرتے تھے۔ اور جب ان دونوں طریقوں میں کسی جگہ اختلاف پیدا ہوجاتا تو آپ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے طریقے کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن دورانِ درس اس ترجیح کو امام ولی اللہ (دہلویؒ) کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے۔ بلکہ فقہائے محدثین مثلاً حافظ ابن حجر (عسقلانیؒ) اور محقق (کمال الدین) ابن ہمامؒ کی طرف نسبت کیا کرتے تھے۔ یا ترجیح دینے والی شخصیت کا نام مبہم رکھتے تھے۔ اور یوں کہتے تھے

کہ: ''یہ محققین کا طریقہ ہے۔'' اس سے آپؒ کی مراد امام ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے دہلوی اور دیوبندی متبعین ہوتے تھے۔ اس طریقۂ تدریس سے تمام عام وخواص فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور جب آپؒ دیکھتے کہ ان طلبا میں سے کسی میں امام ولی اللہ دہلویؒ یا مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) کا طریقہ سمجھنے کی صلاحیت اور ذہانت وفطانت ہے تو اسے اس طریقے کی مخصوص باتوں کی جانب رہنمائی کر دیتے۔

حضرت شیخ الہندؒ جب ''جامع ترمذی'' پڑھاتے تو فقہ وحدیث میں تطبیق دینے میں آپؒ کا یہی طریقۂ کار ہوتا تھا۔ پھر جب صحیح امام بخاریؒ کا درس دینا شروع کرتے تو اس کتاب میں صرف تراجم ابواب کے حل اور امام بخاریؒ کے بیان کردہ لطیف فقہی مباحث کی طرف توجہ دلایا کرتے۔ اور ان کی فقہ کی قوت طالب علم کے ذہن میں بٹھاتے تھے۔ پھر جب (بخاری شریف میں) ''ابواب الجهاد'' اور ''المغازی'' پر پہنچتے تو ان ابواب کو ایسی تحقیق سے پڑھاتے جیسا کہ لوگ ''ابواب الطهارت'' اور ''الصلوٰۃ'' کو پڑھتے ہیں۔

اہل علم میں سے کسی کو اس بارے میں شک نہیں کہ ہمارے استاذ (حضرت شیخ الہندؒ) حنفی تھے۔ اور اس کی جانب سے دفاع کرتے تھے۔ آپؒ انتہائی ذہین وفطین تھے۔ اور مباحثوں میں حصہ لینے والے تھے۔ سنی تھے اور ولی اللّٰہی تھے۔ نیز مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے طریقے کی اتباع کرنے والے تھے۔

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ ہمارے شیخ کے ہم عصر لوگوں میں سے بعض لوگ حنفیہ کے دفاع کے لیے ہمہ وقت آمادہ، اور ان کی طرف سے مناظرے کرتے رہتے تھے۔ اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے ہم عصر لوگوں میں ذہین ترین لوگوں کی ایک جماعت سنت کی اتباع کرنے اور اس کے زندہ کرنے میں بڑی جدوجہد کرتی تھی۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا، جو ''ابواب الجهاد و المغازی'' کے پڑھانے میں حضرت شیخ الہندؒ پر فوقیت رکھتا ہو۔ اس بات کو بیان کرنے میں ہم کوئی مبالغہ نہیں سمجھتے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح (جہاد و مغازی کے) اس نور سے لوگوں کے اذہان کو منور کرتے رہے۔ اور ان کے عزائم اور ارادوں کو مضبوط اور پختہ بناتے رہے۔ اور مسلسل چالیس سال تک اسی طرح اس کام میں مشغول رہے۔ آپ بڑوں کی عزت وتوقیر کرتے تھے۔ اور بڑے سکون و وقار کے ساتھ چھوٹوں پر شفقت فرماتے تھے۔ اور جب اس سلسلے میں عمل کرنے کا وقت آیا تو آپ نے ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی۔ آپ نے اپنے تفسیر القرآن (ترجمہ) کے شروع میں اپنے تحریر کردہ مقدمے (53) میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ؎

گو نالہ نارسا ہو، نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگزر نہ کی، جو مجھ سے ہوسکا

www.rahnuma.org

فصل (13) (حضرت شیخ الہندؒ کے قائم کردہ ادارے اور تنظیمیں)

1327ھ (1909ء) میں ہمارے استاذ حضرت شیخ الہندؒ نے ''ثمرۃ التربیت'' کے طرز پر ''جمعیت الانصار'' کی تنظیم شروع کی۔ (54) اور 1328ھ (1910ء) میں دیوبندی جماعت کے علما کی ایک عظیم مؤتمر بلائی۔ پھر آپؒ اہل علم کی متحد قوت کو جمع کرنے میں مسلسل مشغول رہے۔ اور ہر سال ایک مؤتمر اور اجلاس کا انعقاد کرتے تھے۔ 1329ھ (1911ء) میں مرادآباد میں آپ نے ان تمام حضرات اکابر کا اجتماع کیا۔ اور 1330ھ (1912ء) میں میرٹھ میں اجتماع کیا۔ اور اسی سال دارالحدیث یعنی علومِ حدیث کے لیے ایک مخصوص کالج اور کلیہ کی بنیاد رکھی۔

1331ھ (1913ء) میں درجۂ ''تکمیل'' کے نصاب کی تجدید کرنے میں مشغول ہوگئے۔ چناں چہ ایک کالج اور کلیہ ''درجۂ تکمیل'' کے حوالے سے قائم کیا۔ جس میں عصری سکول و کالج اور مدارسِ شرعیہ کے فارغ التحصیل لوگوں کی تربیت کا مشترکہ نظام قائم کیا گیا۔ 1333ھ (1915ء) میں آپؒ حجاز تشریف لے آئے۔ اور عملی سیاست میں شرکت کی۔ اس دوران آپ کو انگریزوں نے مالٹا میں قید کردیا۔ اس قید کے دوران آپ نے قرآن کا اردو زبان میں ترجمہ ''موضح الفرقان'' کے نام سے مکمل کیا۔

1338ھ (1920ء) میں آپ اس قید سے رہا ہوئے۔ اور ہندوستان واپس تشریف لا کر آپ نے ''جامعہ ملیہ'' کے قیام کی افتتاحی نشست میں شرکت کی۔ اور اس کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اور ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' ___ جسے انگریزوں نے بند کردیا تھا ___ اس جامعہ (ملیہ) میں ضم ہوگیا۔ اسی طرح آپؒ نے ''جمعیت الانصار'' کے طرز پر ''جمعیت علمائے ہند'' قائم کی۔ آپ کا انتقال 18/ ربیع الاول 1339ھ/ 30/ نومبر 1920ء کو (دہلی میں) امام عبدالعزیز دہلویؒ کی وفات کے ایک سو سال بعد ہوا۔ (آپؒ کا جنازہ دیوبند لایا گیا۔ اور ''قبرستانِ قاسمی'' میں حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔)

جب آپؒ کو گرفتار کر کے مالٹا لے جایا گیا تو ہندستان کے مسلمانوں میں بڑا اضطراب ہوا۔ اور عام بے چینی پھیل گئی۔ اور علمی مجالس اور سیاسی پارٹیوں میں بڑا احتجاج کیا گیا۔ اسی دوران آپؒ کا نام ''شیخ الہند'' ہوا۔ چناں چہ عام ہندوستانیوں میں آپؒ ''شیخ الہند'' کے نام سے پکارے جانے لگے۔ آپؒ سے براہِ راست تعلیم حاصل کرنے والے علما و فضلا ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔ اور بالواسطہ طور پر آپ کے فیض سے مستفید ہونے والے تین ہزار علما سے کم نہ ہوں گے۔ اس لیے آپ سے بڑھ کر اور کون ''شیخ الہند'' ہونے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ کو اعلیٰ علیین میں اپنے سلف صالحین کے ساتھ شامل فرمائے۔ اور آپ سے استفادہ کرنے والے لوگوں کی طرف سے آپ کو اچھی جزا اور بدلہ عنایت فرمائے۔

www.rahimia.org

ربّنا! لا تحرِمنا أجره، و لا تفتنّا بعدهٗ، و اغفرلنا ذنوبنا، و إسرافنا فی أمرنا، و انصرنا علی القوم الکافرین.

''اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کرنا۔ اور ان کے بعد کسی فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔ اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمانا۔ اور ہم سے اس کام میں ہونے والے غلطیوں کو معاف فرمانا۔ اور ہمیں کافر و ظالم قوم پر غلبہ عطا فرمانا۔ اور ہماری مدد و نصرت فرمانا۔''

فصل (14) کمزور بندے عبیداللہ بن سلام دیوبندی کی تعلیم و تعلّم کا تذکرہ

ہمارے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہی وہ شخصیت ہیں، جن سے میں نے تعلیم حاصل کی ہے۔ میں نے ان سے فقہ حنفی کی کتاب ''هدایه''، اصولِ فقہ میں ''توضیح تلویح''، ''مطوّل شرح التلخیص'' اور ''تفسیر بیضاوی'' پڑھی۔ اور بہت سی علمی مشکلات میں ان سے رجوع کیا۔ اس طرح میرے سامنے علمی طریقۂ کار واضح ہوگیا۔ اور مجھے اپنے دل میں آپ سے ''محبت'' کے تینوں پہلو: ذوقی، وجدانی اور عقلی بڑی شدت سے محسوس ہوئے۔ میں نے آپ سے ''جامع ترمذی'' تحقیق کے ساتھ پڑھی۔ اور باقی تمام کتبِ حدیث کی قرأت کی اور اجازت حاصل کی۔ آپؒ نے مجھے رجب 1308ھ (فروری 1891ء) میں عام اجازت مرحمت فرمائی۔ میں نے آپؒ کے سامنے ''مسند امام احمدؒ''، امام طحاویؒ کی کتاب ''شرح معانی الآثار''، امام محمدؒ کی کتاب ''مؤطّا'' اور ''کتاب الآثار'' پڑھی۔ آپؒ نے ان تمام کی مجھے اجازت دی۔

میں نے ''سنن ابی داؤد'' شیخ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے پڑھی۔ اور ان کی روایات کی عام اجازت ایک ایسی جماعت سے حاصل کی، جنھوں نے ان سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان میں شیخ عبدالکریم بائلی دہلویؒ اور شیخ عبدالرزاق افغانی کابلی ہیں۔

پھر میں نے شیخ حسین بن محسن یمانی (55) کی صحبت اختیار کی۔ اور ان سے تعلیم پائی۔ میں نے ان سے صِحّاح سِتّه اور ''فتح الباری'' کے اطراف پڑھے۔ اور ''نیل الأوطار'' اور فقہائے شافعیہ کے اصول وفروع کی کتابوں کے اطراف پڑھے۔ اور میں نے ان سے ''مسلسلات'' حاصل کی۔ اور میں نے ان سے محققین شافعیہ میں حافظ ابن حجرؒ کی اتباع کرنے والے محدثین کے طریقۂ تحقیق کو سمجھا۔

میں نے شیخ ابوالخیر (احمد بن عثمان) مکیؒ سے ''المسوّی من أحادیث المؤطا'' کی مناولتاً اجازت حاصل کی۔ اور شیخ الاسلام مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے بعض دروس میں حاضر ہوا۔ اور ان دونوں حضرات کی عمومی اجازتوں میں داخل ہوگیا۔

اسی طرح میں درجِ ذیل مشائخ (56) کی عمومی اجازت میں بھی داخل ہوا:

1۔ شیخ عباس بن جعفر مکیؒ (1241ھ/ 1826ء- 1320ھ/ 1902ء)

2۔ محمد علی بن ظاہر وتری مدنیؒ (ذی قعدہ 1261ھ/ 1845ء- 1322ھ/ 1904ء)

3۔ عبدالجلیل بن عبدالسلام برادہ مدنیؒ (1242ھ/ 1827ء- 1326ھ/ 1908ء)

4۔ شیخ نورالحسنین ہندیؒ (21/رمضان 1252ھ/ 31 دسمبر 1836ء۔عمر: 70 سال سے زائد)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کرتے ہوئے مجھے اُمّ القریٰ (مکہ مکرمہ) میں قیام کی توفیق دی تو میں نے یہاں کے بعض مشائخ سے بھی اجازت حاصل کی۔ مثلاً:

5۔ شیخ تاج الدین عبدالستار بن عبدالوہاب ہندیؒ (57) (1286ھ/ 1870ء - 1355ھ/ 1936ء)

6۔ شیخ عبداللہ بن محمد غازی ہندیؒ (58)

7۔ شیخ ابوالشرف عبدالقادر بن محمد معصوم مجددیؒ (59)

8۔ شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار دہلویؒ (1315ھ/ 1897ء- 1381ھ/ 1961ء) (60)

اور جب شیخ عبدالحئی کتانی مغربی مالکیؒ (61) 1351ھ (1932ء) میں حج کے لیے تشریف لائے تو میں نے ان کی صحبت اختیار کی۔ اور ان سے ''مسلسل بالأولیه'' کی حدیث کی سماعت کی۔ اور انھوں نے اس مجلس کے تمام حاضرین کو بالعموم اپنی روایات کی اجازت دی۔ شیخ کتانیؒ اپنے زمانے کے ''حُفّاظِ (حدیث)'' میں سے تھے۔

اور میں نے ان مشائخ سے بھی روایت کرنا پسند کیا، جنھوں نے ایسے ہم عصر علما سے اجازت حاصل کی تھی، جنھیں میرے مشائخ اور ان کے شیوخ میں سے کسی ایک نے اجازت دی ہو۔

شیخ شمس الحق عظیم آبادی نے ہمارے شیخ حسین بن محسن یمانی سے سوال کیا تھا کہ آپ اپنے اہلِ عصر تمام علما کو اجازت دیں۔ پس آپ نے انھیں اجازت دی۔ لیکن اس کے بعد وہ بھول گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے اپنے شیخ، شیخ حسین بن محسن یمانی سے اپنے تمام اہلِ عصر کے لیے اجازتِ عامہ کے بارے میں عرض کیا تھا۔ تو انھوں نے تمام اہلِ عصر کے لیے اجازتِ عامہ دے دی۔ والحمدللہ (اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔)

ربّ توفّنی مسلمًا و ألحقنی بالصّالحین.

اے میرے ربّ! مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا اور مجھے سلفِ صالحین کے ساتھ شامل کرنا۔

قسم اول کا دوسرا باب؛ حکیم الہند مجدد امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اسانید کا تذکرہ

پہلی نوع؛ ہمارے استاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی اسانید

www.rahimia.org

فصل (1) دیوبندی جماعت کی اسانید

1۔ ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ سے اور شیخ علامہ مولانا محمد یعقوب (نانوتوی) دیوبندیؒ سے اور وہ دونوں روایت کرتے ہیں دوسرے شیخ کے والد استاذ اساتذۃ العصر شیخ علامہ مولانا مملوک علی نانوتوی دہلوی سے، وہ شیخ علامہ مولانا رشید الدین دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔ پھر شیخ علامہ رشیدالدین دہلویؒ (تین حضرات): (i) سراج الہند اور ہندوستانی تحریک کے امام (شاہ) عبدالعزیز (دہلویؒ) (ii) امام (شاہ) رفیع الدین (دہلویؒ) اور (iii) امام (شاہ) عبدالقادر (دہلویؒ) سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ تینوں حکیم الہند امام (شاہ) ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

2۔ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں:

الف: شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ سے، اور وہ روایت کرتے ہیں شیخ الاسلام مولانا عبدالغنی دہلویؒ اور اپنے زمانے کے حافظ (الحدیث) مولانا احمد علی (محدث) سہارن پوری سے۔ یہ دونوں حضرات ہندوستانی تحریک کے رکن، مسند الآفاق، صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلوی سے، اور وہ امام عبدالعزیزؒ، امام رفیع الدینؒ اور امام عبدالقادر سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ تینوں امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

ب: شیخ الاسلام، مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ روایت کرتے ہیں شیخ مظفر حسین کاندھلویؒ سے، اور وہ رشد و ہدایت کے داعی شیخ مولانا محمد یعقوب (دہلویؒ) اور مولانا محمد اسحاق (دہلویؒ) سے، اور وہ امام عبدالعزیز (دہلویؒ) سے، اور وہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم دیوبندی سے، اور وہ امیر امداد اللہ تھانوی مکی، اور وہ شیخ نصیرالدین دہلوی سے اور وہ (i) صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ، (ii) صدر السعید مولانا محمد عبدالحئی دہلویؒ، (iii) صدر الشہید مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ سے اور یہ تینوں حضرات روایت کرتے ہیں (i) امام عبدالعزیز دہلویؒ، (ii) امام رفیع الدین دہلویؒ اور (iii) امام عبدالقادر دہلویؒ سے اور یہ تینوں حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امیر (امداداللہ) تھانویؒ روایت کرتے ہیں شیخ (محمد) قلندر جلال آبادیؒ (41) سے، اور وہ مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ سے اور وہ امام عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ سے، اور یہ تینوں حضرات امام (شاہ) ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امیر (امداداللہ) تھانویؒ نے صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے 1261ھ (1845ء) میں مکۃ المعظمہ میں روایت کی اجازت لی۔ اور انھوں نے امام عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ سے روایت کی۔ اور انھوں نے شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی۔

www.rahimia.org

امیر (امداد اللہ) تھانویؒ روایت کرتے ہیں شیخ نور محمد جھنجھانویؒ (42) سے۔ اور وہ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالرحیم شہید افغانی (43) سے، اور وہ روایت کرتے ہیں امیر الشہید سید احمد دہلوی سے، اور وہ روایت کرتے ہیں امام عبدالعزیز سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

امیر (امداداللہ) تھانویؒ نے روایت کی ہے شیخ نور محمد جھنجھانویؒ سے، انھوں نے امیر الشہید (سید احمد) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے، انھوں نے حکیم الہند (امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ) سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے دیوبندی جماعت کے اہم ارا کین: (i) مولانا عبدالغنی دہلویؒ، (ii) مولانا احمد علی سہارن پوریؒ، (iii) مولانا (قاری) عبدالرحمٰن پانی پتیؒ، (iv) مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اور (v) امیر امداد اللہ (مہاجر مکیؒ) سے روایت کی ہے۔ اور ان پانچوں حضرات نے صدر الحمید مولانا محمد اسحاق (دہلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے حکیم الہند (امام ولی اللہؒ) سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے اپنے والد محترم استاذ ادیب مولانا ذوالفقار علی دیوبندی سے روایت کی، اور انھوں نے مفتی صدرالدین (آزردہ) دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ، امام رفیع الدینؒ، امام عبدالقادرؒ، اور صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، اور پہلے تین حضرات نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے مولانا عبدالغنی دہلویؒ سے روایت کی، انھوں نے اپنے والد ابوسعید دہلویؒ اور (شاہ) مخصوص اللہ بن (شاہ) رفیع الدین دہلویؒ سے، اور ان دونوں حضرات نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ ابوسعید دہلویؒ نے شیخ عبداللہ (شاہ غلام علی) دہلویؒ سے روایت کی، اور انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے، انھوں نے شیخ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے مولانا احمد علی سہارن پوریؒ سے روایت کی، انھوں نے شیخ وجیہ الدین محسنی سہارنپوریؒ (44) سے، انھوں نے صدر السعید شیخ عبدالحیٔ سے، انھوں نے تینوں اماموں (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ، شاہ عبدالقادر دہلویؒ) سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے مولانا (قاری) عبدالرحمٰن پانی پتی سے روایت کی، انھوں نے شیخ محمد قلندر جلال آبادی سے، انھوں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ سے، انھوں نے (مذکورہ بالا) تینوں اماموں سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

فصل (2) دیوبندی تسلسل کے بغیر حنفی سلسلۂ اسانید کا بیان

شیخ الہندؒ نے شیخ عبدالغنی دہلویؒ سے روایت کی، انھوں شیخ اسماعیل بن ادریس رومیؒ (45) سے، انھوں نے شیخ محمد اخنموی سے، انھوں نے سید مرتضیٰ زبیدی سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

www.ranimia.org

اور شیخ اسماعیل نے شیخ منصور منصوری سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ سے روایت کی، اور انھوں نے شیخ عبداللطیف بیروتی سے، انھوں نے (شیخ) مصطفیٰ رحمتی اور (سید) مرتضیٰ زبیدی سے، اور ان دونوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ (سید) مرتضیٰ (زبیدی) نے محمد فاخر الٰہ آبادی سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

اور شیخ (سید) مرتضیٰ (زبیدی) نے (شیخ) ابوالحسن سندھیؒ (صغیر) سے، انھوں نے (شیخ) محمد حیات سندھیؒ سے، انھوں نے محمد معین (ٹھٹھوی) سندھیؒ سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے شیخ عبدالغنی دہلویؒ سے، انھوں نے صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، انھوں نے عمر بن عبدالکریم مکیؒ سے، انھوں نے (شیخ) محمد طاہر بن محمد سعید سنبلؒ سے، انھوں نے شیخ منصور منصوریؒ سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

اور شیخ عبدالغنی (دہلویؒ) نے اسماعیل رومیؒ سے، انھوں نے محمد طاہرؒ سے، انھوں نے منصور منصوریؒ سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

اور شیخ عمر بن عبدالکریم نے (i) مصطفیٰ رحمتی، (ii) (سید) مرتضیٰ زبیدی اور (iii) عثمان بن محمد ازہری مدنی سے، اور ان تینوں حضرات نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

اور صدر المفید (مولانا محمد یعقوب دہلویؒ) نے مصطفیٰ رحمتی اور (سید) مرتضیٰ زبیدی سے اور دونوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے مولانا عبدالغنی دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ محمد عابد سندھیؒ سے، انھوں نے (اپنے چچا) شیخ محمد حسین سندھیؒ سے، انھوں نے (اپنے والد) شیخ محمد مراد سندھیؒ سے، انھوں نے شیخ محمد ہاشم سندھیؒ (46) سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

اور شیخ محمد عابد (سندھیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یوسف بن محمد بن علاؤالدین مزجاجی حنفیؒ سے، اور وہ اپنے والد محمد بن علاؤالدین حنفیؒ سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

اور شیخ اسماعیل رومیؒ نے روایت کی ہے (شیخ) یوسف سے، انھوں نے اپنے والد محمد سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ محمد عابد (سندھیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) صدیق بن علی یمانی حنفیؒ (47) سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے مولانا عبدالغنی دہلویؒ سے، انھوں نے اسماعیل بن ادریس رومی سے، انھوں نے شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کے پوتے (شیخ) ابراہیمؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

www.rahimia.org

شیخ الہندؒ نے شیخ (قاری) عبدالرحمٰن پانی پتی سے روایت کی ہے، انھوں نے حسن علی لکھنویؒ (48) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

اور شیخ حسن علی لکھنویؒ نے شیخ نور الحق بن انوار الحق لکھنویؒ (49) سے، انھوں نے شیخ علامہ بحر العلوم عبدالعلی بن امام نظام الدین لکھنویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: مولانا عبدالعلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ اس طرح ہمیں اپنے شیخ، شیخ الہندؒ کے سلسلۂ سند کے ذریعے امام نظام الدین (لکھنویؒ درسِ نظامی والے) کے ساتھ بھی اتصال حاصل ہے۔

شیخ الہندؒ، شیخ عبدالجلیل مدنی سے روایت کرتے ہیں، وہ (شیخ) سخاوت علی جونپوری (50) سے، وہ صدر السعید (مولانا) عبدالحئیؒ اور صدر الشہید (شاہ) محمد اسماعیل سے، یہ دونوں حضرات امام عبدالعزیزؒ سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ، احمد بن سلیمان اروادی طرابلسی حنفیؒ (51) سے روایت کرتے ہیں، اور وہ (شیخ) خالد کردیؒ سے، وہ امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور (احمد بن سلیمان اروادی) طرابلسی روایت کرتے ہیں ابن عابدین (شامیؒ) سے، اور وہ (شیخ) محمد شاکر (52) سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ روایت کرتے ہیں۔

اور ابن عابدین (شامیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد شاکرؒ سے، اور وہ (شیخ) محمد بن احمد بن محمد بن خیر اللہ بخاریؒ سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور ابن عابدین (شامیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) شہاب آلوسی (مصنف تفسیر روح المعانی) سے، اور وہ (شیخ) خالد کردی سے، اور وہ امام عبدالعزیز سے، اور وہ امام ولی اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ احمد بن سلیمان اروادی سے روایت کرتے ہیں، اور وہ سید احمد طحطاویؒ سے، وہ مصطفیٰ طائیؒ (53) سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: بحمد اللہ ہمیں اپنے شیخ، شیخ الہندؒ کے سلسلۂ سند کے فقط دو واسطوں کے ذریعے فقہائے حنفیہ کے تینوں اماموں: شیخ محمد عابد (سندھیؒ)، شیخ ابن عابدین (شامیؒ) اور شیخ احمد طحطاویؒ ــــــ جنھوں نے ''درّ مختار'' پر شروحات (یعنی بالترتیب ''طوالع الانوار علی الدّرّ المختار''، ''ردّ المحتار علی الدّرّ المختار''، ''حاشیۃ علی الدّرّ المختار'') لکھی ہیں ــــــ سے اتصال حاصل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ: سید احمد طحطاویؒ نے تعلیم حاصل کی ہے:

الف: شیخ احمد حافیؒ سے، اور انھوں نے علی عقدیؒ، علی سیواسیؒ، احمد دقدوسیؒ اور سید علی اسکندرؒ سے، اور ان چاروں حضرات نے محمد شاہین ارمناویؒ اور عبدالحئی شرنبلالی سے، اور ان دونوں حضرات نے احمد شویریؒ اور حسن شرنبلالیؒ

سے تعلیم حاصل کی ہے۔

ب: اور محمد حریری سے، انھوں نے حسن مقدسی سے، انھوں نے سلیمان منصوری سے، انھوں نے عبدالحیؒ شرنبلالی سے سندِ حدیث حاصل کی۔

ج: اور حسن بن ابراہیم جبرتی سے، انھوں نے حسن بن حسن شرنبلالیؒ (54) سے، اور انھوں نے اپنے والد (حسن شرنبلالی) سے سند حدیث روایت کی۔

د: اور مصطفیٰ طائی سے، انھوں نے اپنے والد محمد بن یونس طائی سے، انھوں نے عبدالعزیز زیادی سے، انھوں نے شاہین بن منصوری ارمناوی، عمر زہروی، عثمان نحراوی، یحییٰ شہادی، عبدالحیؒ شرنبلالی، احمد خموی، قائد ابیاری ثم ارمناویؒ اور حسن شرنبلالی سے سند حدیث حاصل کی۔ اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

فصل (3) حنفی تسلسل کے بغیر حضرت شیخ الہندؒ کی اسانید

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں، مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ سید عبدالرحمٰن بن سلیمان اَہدل شافعیؒ (55) سے، وہ اپنے والد سید سلیمان بن یحییٰ اَہدل شافعی سے، وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں سید عبدالرحمٰن بن سلیمان اَہدل سے، وہ سید مرتضیٰ زبیدی سے، وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ الہندؒ) روایت کرتے ہیں سید مرتضیٰ بلگرامیؒ سے، اور وہ سید عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ عیدروسؒ سے، وہ سید غلام علی آزاد بلگرامیؒ سے، وہ شیخ محمد حیات سندھیؒ سے، وہ شیخ محمد معین سندھیؒ سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں سید عبدالرحمٰن اہدل سے، اور وہ سید احمد بن ادریس حسنیؒ سے، وہ امیر الشہید سید احمد بن عرفان حسنی سے، وہ امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں سید عبدالرحمٰن بن سلیمان اہدل سے، وہ شیخ محمد بن سنہ عمری فلانیؒ (56) سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، اور وہ عبدالرحمٰن کزبری شافعیؒ (57) سے، وہ اپنے والد محمد کزبری شافعیؒ (58) سے، وہ امام ولی اللہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں، سید عبدالرحمٰن اہدل سے وہ سید عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ عیدروسؒ سے، وہ سید غلام علی بلگرامی سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ عبدالرحمٰن کزبری سے، وہ محمد بن محمد بن احمد امیر

www.rahimia.org

مالکیؒ سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنی دہلویؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ (شیخ) صالح فلانی مالکیؒ (59) سے، (اور وہ شیخ محمد بن سنہ عمری فلانی سے) وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ محمد عابد روایت کرتے ہیں صدیق بن علی حنفیؒ سے، وہ امام محمد بن محمد علی شوکانی زیدیؒ (60) سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں احمد بن سلیمان طرابلسیؒ سے، وہ ابراہیم باجوری شافعیؒ سے، وہ عبداللہ شرقاویؒ سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ: اہل حجاز کے علما کی اکثر اسانید عمر بن عبدالکریم مکیؒ اور (شیخ محمد) عابد سندھیؒ تک پہنچتی ہیں۔ جب کہ اہل یمن کے علما کی اسانید (امام) شوکانیؒ اور عبدالرحمٰن بن سلیمان (اَہدل) تک، پہنچتی ہیں۔ اہل مصر کے علما کی اسانید امیر (محمد بن محمد بن احمد مالکیؒ) اور (عبداللہ) شرقاویؒ تک پہنچتی ہیں۔ اور اہل دمشق کی اسانید (محمد) کربزیؒ (شافعی) تک پہنچتی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: ہم اللہ تعالیٰ کی اس پر تعریف کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے شیخ، شیخ الہند ــــــ اللہ ان سے راضی ہو ــــــ کے سلسلے کے ذریعے تمام ممالک کے ائمہ سے (روایتِ حدیث کی اسناد کا) اتصال حاصل ہے۔

دوسرا باب: ہمارے شیخ، شیخ الاسلام رشید احمد انصاری گنگوہیؒ کی اسانید میں

شیخ الاسلام رشید احمد گنگوہیؒ روایت کرتے ہیں امام احمد سعید دہلویؒ سے، اور وہ امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور امام احمد سعید (مجددیؒ) روایت کرتے ہیں صدر الحمید محمد اسحاق (دہلویؒ) اور مولانا رشید الدینؒ سے، اور یہ دونوں حضرات امام عبدالعزیز (دہلویؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

اور امام احمد سعید روایت کرتے ہیں شیخ عبداللہ سراج سے، وہ صدر الشہید مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ سے، وہ امام عبدالعزیزؒ سے وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام (مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) روایت کرتے ہیں مفتی صدر الدین (آزردہ) دہلویؒ سے، اور وہ امام عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام (رشید احمد) روایت کرتے ہیں علامہ مملوک العلی (نانوتویؒ) سے، وہ (علامہ) رشید الدین سے، وہ امام عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام (مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) روایت کرتے ہیں امیر امداد اللہ (تھانویؒ) سے، وہ شیخ نور محمد

(جھنجھانویؒ) سے، وہ امیر الشہید (سید احمدؒ) سے، اور وہ امام عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ الاسلام (مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) روایت کرتے ہیں مولانا عبدالغنی دہلویؒ سے، وہ صدر الحمید (شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) سے، وہ امام عبدالعزیز (دہلویؒ) سے، اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: ہمارے شیخ، شیخ الاسلام (رشید احمد گنگوہیؒ) عام اجازتوں کے ذریعے اُن تمام شیوخ سے روایت کرتے ہیں، جن سے ہمارے استاذ کے شیخ مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) نے بابِ اول میں روایت کی ہے۔ اس لیے کہ شیخ الاسلام (مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے عمر میں تقریباً چار سال بڑے تھے۔

تیسرا باب؛ عبیداللہ بن الاسلام دیوبندی (سندھی) کی تعلیمی اسانید

فصل (1) ہمارے حنفی مشائخ کی اسانید کا تذکرہ

عبیداللہ (سندھی) روایت کرتا ہے:

الف: شیخ تاج الدین عبدالستار بن عبدالوہاب ہندی مکیؒ سے، اور انھوں نے شیخہ صالحہ خدیجہ بنت صدر الحمید مولانا محمد اسحاق (دہلویؒ) سے، اور انھوں نے اپنے والد صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے اور انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

ب: شیخ تاج الدین (عبدالستار) روایت کرتے ہیں شیخہ صالحہ فاطمہ بنتِ شیخ (شاہ) محمد یعقوب دہلوی مکی سے، اور انھوں نے اپنے والد شیخ محمد یعقوب (دہلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز (دہلویؒ) سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) عباس بن جعفر مکیؒ اور (محمد) علی بن ظاہر وتری مدنیؒ سے، اور ان دونوں حضرات نے روایت کی شیخ صدیق کمالؒ سے، انھوں نے عبداللہ سراج مکیؒ سے، انھوں نے صدر الشہید مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ عبدالجلیل بن عبدالسلام برّادہ مدنی سے، انھوں نے شیخ سخاوت علی جونپوری سے، انھوں نے صدر السعید مولانا عبدالحئی اور صدر الشہید مولانا محمد اسماعیل سے، ان دونوں حضرات نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے سید العارفین محمد صدیق (بھرچونڈی) سندھیؒ سے، انھوں نے سید محمد حسن سندھیؒ سے، انھوں نے سید صبغۃ اللہ بن امام محمد راشد سندھیؒ سے، انھوں نے امیر الشہید سید احمد دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز (دہلویؒ) سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے سید العارفین حافظ محمد صدیق سندھیؒ سے، انھوں نے شیخ محمد عابد سندھیؒ سے، انھوں نے

اپنے چچا (شیخ محمد حسین بن محمد مراد سندھیؒ) سے، انھوں نے اپنے والد (شیخ محمد مراد سندھیؒ) سے، انھوں نے شیخ محمد ہاشم (ٹھٹھوی) سندھیؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے:

الف: ابوالخیر (احمد بن عثمان) مکّیؒ سے، انھوں نے شیخ عبدالقیوم بن عبدالحئی دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ محمد اسحاق اور محمد یعقوب سے، اور ان دونوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

ب: شیخ عبدالقیوم روایت کرتے ہیں سید محبوب علی دہلویؒ (61) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

ج: شیخ عبدالقیوم روایت کرتے ہیں شیخ نصیرالدین دہلویؒ (62) سے، انھوں نے صدرالسعید اور صدرالشہید سے، ان دونوں نے امام عبدالعزیز سے، اور انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکّیؒ) سے، انھوں نے محمد شکور جعفریؒ (63) سے، انھوں نے شیخ رشیدالدین دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز، امام رفیع الدین، اور امام عبدالقادر سے، ان تینوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکّیؒ) سے، انھوں نے محمد ایوب بن قمرالدین سے، انھوں نے شیخ مظفر حسین کاندھلویؒ سے، انھوں نے شیخ محمد اسحاق اور محمد یعقوب سے، ان دونوں نے امام عبدالعزیز سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکّیؒ) سے، انھوں نے علی اکرم آروی سے، انھوں نے عالم علی مرادآبادیؒ (64) سے، انھوں نے شیخ محمد اسحاق دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکّیؒ) سے، انھوں نے شیخ لطف اللہ علی گڑھیؒ سے، انھوں نے مفتی عنایت احمد (کاکورویؒ) سے، انھوں نے صدرالحمید مولانا محمد اسحاق سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے راویت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکّیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) لطف اللہ سے، انھوں نے مفتی عنایت احمد (کاکورویؒ) سے، انھوں نے شیخ بزرگ علی مارہرویؒ (65) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکّیؒ) سے، انھوں نے سید نعمان آلوسیؒ سے، انھوں نے اپنے والد شہاب (الدین آلوسیؒ، مصنف تفسیر ''روح المعانی'') سے، انھوں نے (شیخ) خالد کردیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

www.rahimia.org

عبیداللہ روایت کرتا ہے:

الف: (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکیؒ) سے، انھوں نے ابوالحسنات (مولانا) عبدالحئی (لکھنویؒ) سے، انھوں نے شیخ عبدالغنی (مجددی دہلویؒ) سے، انھوں نے صدرالحمید مولانا محمد اسحاق سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے روایت کی ہے۔

ب: ابوالحسنات (مولانا عبدالحئی) روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) عبدالحلیم (لکھنوی) سے، انھوں نے حسین احمد ملیح آبادیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر سے، انھوں نے (شیخ) محمد نعیم سے، انھوں نے اپنے والد (شیخ) عبدالحکیم سے، انھوں نے اپنے والد (شیخ) عبدالرب سے، انھوں نے اپنے والد بحرالعلوم (ملا) عبدالعلی سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) عبدالستار سے، انھوں نے (شیخ) ادریس مکیؒ سے، انھوں نے (شیخ) ابن عابدین (شامیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) خالد کردیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) عبدالستار سے، انھوں نے (شیخ) حبیب الرحمٰن ہندی مدنیؒ سے، انھوں نے شیخ سلام اللہ دہلویؒ اور شیخ سلامت بدایونیؒ سے، ان دونوں حضرات نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے:

الف: (شیخ) عبدالستارؒ (بن عبدالوہابؒ) سے، انھوں نے شیخ رحمت اللہ (کیرانوی) ہندی مکیؒ سے، انھوں نے شیخ علی احمد سے، انھوں نے صدرالحمید (شاہ محمد اسحاق) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے روایت کی ہے۔

ب: شیخ رحمت اللہ (کیرانویؒ) نے مفتی سعداللہ (لاہوریؒ) سے، انھوں نے (شیخ) حسن علی لکھنویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر سے، انھوں نے سید حسن نقوی رامپوریؒ سے، انھوں نے شیخ (نواب) قطب الدین بن محی الدین احراری دہلویؒ سے، انھوں نے صدرالحمید (شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے:

الف: (شیخ) عبدالستار (بن عبدالوہابؒ) سے، انھوں نے عبدالحق ہندی مکیؒ سے، انھوں نے شیخ قطب الدین دہلویؒ سے، انھوں نے صدرالحمید (شاہ محمد اسحاق دہلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے روایت کی ہے۔

ب: شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں شیخ عبداللہ سے، انھوں نے ابوالحسن نصیرآبادیؒ سے، انھوں نے (شیخ)

www.rahimia.org

مراد اللہ تھانیسریؒ سے، انھوں نے (شیخ) نعیم اللہ بہڑائچیؒ سے، انھوں نے قاضی امام ثناء اللہ پانی پتیؒ سے، ان دونوں حضرات نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) عباس بن جعفر مکیؒ اور (محمد) علی بن ظاہر مدنیؒ سے، ان دونوں نے محمد بن حسین کتبیؒ (66) سے، انھوں نے سید احمد طحطاویؒ سے، انھوں نے (شیخ) مصطفیٰ بن محمد بن یونس طائی سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ ابوالشرف عبدالقادر بن محمد معصوم بن عبدالرشید بن امام احمد سعید دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ معمر مولانا فضل الرحمٰن (گنج) مرادآبادیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

فصل (2) ہمارے شافعی مشائخ وغیرہ کی اسانید

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام حسین بن محسن انصاری شافعیؒ سے، انھوں نے محمد بن ناصر حازمیؒ سے، انھوں نے صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام حسین بن محسن انصاریؒ سے، انھوں نے شیخ احمد بن محمد بن علی شوکانیؒ سے، انھوں نے اپنے والد امام محمد بن علی شوکانی زیدیؒ سے، (انھوں نے اپنے والد شیخ علی شوکانیؒ سے) انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام حسین بن محسن شافعیؒ سے، انھوں نے شیخ حسن بن عبدالباری اہدل شافعیؒ سے، انھوں نے (شیخ) عبدالرحمٰن بن سلیمان اہدل شافعیؒ سے، انھوں نے اپنے والد سلیمان بن یحییٰ اہدل شافعیؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام حسین بن محسن بھوپالیؒ سے، انھوں نے شیخ سلیمان بن محمد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن اَہدلؒ سے، انھوں نے اپنے دادا عبدالرحمٰن بن سلیمان اَہدلؒ سے، انھوں نے سید امام احمد بن ادریس حسنی مغربیؒ سے، انھوں نے امیر الشہید احمد بن عرفان حسنی ہندیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام حسین بن محسن بھوپالیؒ سے، انھوں نے عمومی اجازت کے ساتھ روایت کی سید عبدالرحمٰن بن سلیمانؒ سے، انھوں نے سید مرتضیٰ زبیدیؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ عبدالحیٔ بن عبدالکبیر کتانی مغربیؒ مالکی سے، انھوں نے اپنے والد (عبدالکبیر کتانی

مغربیؒ مالکیؒ) سے، انھوں نے شیخ عبدالغنی دہلویؒ سے، انھوں نے صدرالحمید (شیخ محمد اسحاق) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

فصل (3) ہمارے صادق پوری اہل حدیث مشائخ وغیرہ کی اسانید

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام سید نذیر حسین بہاری دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ محمد حسین صادق پوری عظیم آبادیؒ سے، انھوں نے امیرالشہید سید احمد (بریلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام مولانا نذیر حسین بہاری دہلویؒ سے، انھوں نے صدرالحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام سید نذیر حسین دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ شیر محمد افغانیؒ سے، انھوں نے شیخ عبدالقادر دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ الاسلام مولانا نذیر حسین دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ کرامت علی اسرائیلی سے، انھوں نے صدرالحمید مولانا محمد اسحاق اور صدرالشہید مولانا محمد اسماعیل سے، ان دونوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے:

الف: (شیخ) عبدالستار (بن عبدالوہابؒ) مکیؒ سے، انھوں نے محمد بن عبدالرحمٰن انصاری سہارنپوری مکیؒ سے، انھوں نے صدرالحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

ب: شیخ محمد بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں شیخ عبداللہ سراج سے، انھوں نے صدرالشہید مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے، انھوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے:

الف: (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان مکیؒ) سے، انھوں نے امیر قنوجی صدیق (حسن) بن (اولاد) حسن بن (اولاد) علی بھوپالیؒ سے، انھوں نے شیخ محمد یعقوب دہلویؒ اور مفتی صدرالدین دہلویؒ سے، ان دونوں نے امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

ب: امیر (صدیق حسن) قنوجیؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالحق بن فضل اللہ عثمانی بنارسی زیدیؒ سے، انھوں نے صدرالشہید مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ سے، انھوں نے (اپنے) تایا صاحبان: امام عبدالعزیز دہلویؒ، امام رفیع الدین اور

امام عبدالقادر سے، اور ان (تینوں حضرات) نے امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

ج: امیر (صدیق حسن بن اولاد حسن) قنوجیؒ روایت کرتے ہیں اپنے بھائی (احمد حسن بن اولاد حسنؒ) سے، انھوں نے اپنے والد (اولاد حسن بن اولاد علی بھوپالیؒ) سے، انھوں نے امیر الشہید (سید احمد بریلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیز (دہلویؒ) سے، انھوں نے امام ولی اللہ (دہلویؒ) سے روایت کی ہے۔

فصل (4) امام ولی اللہ دہلویؒ کے رفیق ''طریقۂ احمدیہ مجددیہ'' کے قیم اور نگران امام شمس الدین حبیب اللہ محمد مظہر جانِ جاناں شہید تک اسانید

ہمارے تینوں مشائخ: شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام رشید احمد گنگوہیؒ اور شیخ الاسلام محمد قاسم (نانوتوی) دیوبندیؒ روایت کرتے ہیں:

الف: شیخ عبدالغنی بن ابوسعید دہلویؒ سے۔

ب: ہمارے استاذ شیخ الاسلام رشید احمد گنگوہیؒ روایت کرتے ہیں امام احمد سعید بن ابوسعید دہلویؒ سے، اور یہ دونوں اپنے والد شیخ اجل ابوسعید دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے شیخ ابوالشرف عبدالقادرؒ سے، انھوں نے اپنے والد شیخ محمد معصومؒ سے، انھوں نے اپنے والد شیخ عبدالرشیدؒ سے، انھوں نے اپنے والد شیخ امام احمد سعیدؒ سے، انھوں نے اپنے والد شیخ ابوسعید دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ الاسلام عبداللہ بن عبداللطیف دہلوی (حضرت شاہ غلام علیؒ) سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے:

الف: اپنے استاذ شیخ الہندؒ سے، انھوں نے (شیخ) احمد بن سلیمان اروادیؒ سے، انھوں نے (شیخ) خالد کردیؒ سے، انھوں نے شیخ الاسلام عبداللہ دہلویؒ (حضرت شاہ غلام علیؒ) سے، انھوں نے امام محمد مظہر شہید دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

ب: ہمارے استاذ شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (مولانا) مملوک علی (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) رشید الدین سے، انھوں نے (شاہ) رفیع الدین دہلویؒ سے، انھوں نے شیخ محمد مراد سے، انھوں نے امام محمد مظہر شہید دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) عبدالستار مکیؒ سے، انھوں نے (شیخ) عبدالحق مکیؒ سے، انھوں نے شیخ عبداللہ سے، انھوں نے ابوالحسن نصیر آبادیؒ سے، انھوں نے (شیخ) مراد اللہ تھانیسری سے، انھوں نے شیخ نعیم اللہ بہڑائچی سے، انھوں نے امام محمد مظہر شہید دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

چوتھا باب؛ نبوی اُسوۂ حسنہ کی شاہراہِ فکر و عمل کے احیا کی ہندوستانی تحریک کے ائمہ تک اسانید کی تلخیص

فصل (1) ایک وقفے کے بعد دعوتِ فکر و عمل قائم کرنے والے صدر المفید مولانا محمد یعقوب دہلوی مکیؒ کی اسانید کی تلخیص

شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) نے روایت کی ہے مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے شیخ مظفر حسین (کاندھلویؒ) سے، انھوں نے صدر المفید شیخ محمد یعقوب (دہلوی مکیؒ) سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے امام امداداللہ (مہاجر مکیؒ) سے، انھوں نے صدر المفید مولانا محمد یعقوب سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیر نے روایت کی ہے محمد ایوب بن قمرالدین سے، انھوں نے (شیخ) مظفر حسین (کاندھلویؒ) سے، انھوں نے صدر المفید محمد یعقوب سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے امیر قنوجی (نواب صدیق حسن بھوپالیؒ) سے، انھوں نے صدر المفید (شیخ) محمد یعقوب سے۔

(شیخ) عبدالستار تاج الدین نے روایت کی ہے مولانا محمد یعقوب کی صالحہ صاحبزادی (فاطمہ) سے، انھوں نے اپنے والد صدر المفید (مولانا محمد یعقوب) سے روایت کی ہے۔

فصل (2) صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ تک اسانید کی تلخیص

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شاہ) عبدالغنی (مجددی دہلویؒ) سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے شیخ احمد علی (محدث سہارنپوریؒ) سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے قاری عبدالرحمٰن (پانی پتی) سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے محمد مظہر نانوتویؒ سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے اپنے والد (مولانا ذوالفقار علیؒ) سے، انھوں نے (مفتی) صدرالدین (دہلویؒ) سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

شیخ عبدالستارؒ نے روایت کی ہے شیخہ خدیجہؒ سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

www.rahimia.org

شیخ عبدالستارؒ نے روایت کی ہے محمد بن عبدالرحمٰن سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عبدالستارؒ نے روایت کی ہے (شیخ) رحمت اللہ (کیرانویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) علی احمدؒ سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عبدالستارؒ نے روایت کی ہے (شیخ) عبدالحق سے، انھوں نے (نواب) قطب الدین، سے انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ (احمد بن عثمان مکیؒ) نے روایت کی ہے حسن رام پوریؒ سے، انھوں نے (نواب) قطب الدین سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) عبدالقیوم سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) محمد ایوب سے، انھوں نے (شیخ) مظفر حسین (کاندھلویؒ) سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) لطف اللہ (علی گڑھی) سے، انھوں نے (شیخ) عنایت احمد (کاکورویؒ) سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) علی اکرمؒ سے، انھوں نے (شیخ) عالم علیؒ سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) حسین بن محسن (یمانی) نے روایت کی ہے محمد بن ناصر سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالشرف (عبدالقادر بن محمد معصوم) نے روایت کی ہے (شیخ) فضل الرحمٰن (گنج مراد آبادیؒ) سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے (شیخ) نذیر حسین سے، انھوں نے صدر الحمید سے روایت کی ہے۔

فصل (3) صدر الشہید مولانا محمد اسماعیل دہلویؒ تک اسانید

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (حاجی) امداد اللہ (مہاجر مکیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) نصیر الدین (دہلویؒ) سے، انھوں نے صدر الشہید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عبدالجلیل (مدنی) نے روایت کی ہے، (شیخ) سخاوت علی جونپوریؒ سے، انھوں نے صدر الشہید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عباس بن جعفر مکیؒ اور (محمد) علی بن ظاہر وتری مدنیؒ نے روایت کی ہے (شیخ) صدیق کمالؒ سے، انھوں نے (شیخ) عبداللہ سراجؒ سے، انھوں نے صدر الشہید سے روایت کی ہے۔

www.rahimia.org

(شیخ) عبدالستارؒ نے روایت کی ہے (شیخ) محمد بن عبدالرحمٰنؒ سے، انھوں نے (شیخ) عبداللہ سراجؒ سے، انھوں نے صدرالشہید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے امیر قنوجی (نواب صدیق حسن بھوپالیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) عبدالحق بن فضل اللہ سے، انھوں نے صدرالشہید سے روایت کی ہے۔

فصل (4) صدرالسعید مولانا عبدالحئیؒ دہلویؒ تک کی اسانید

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (مولانا) مملوک العلی (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) رشیدالدینؒ سے، انھوں نے صدرالسعید عبدالحئیؒ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (حاجی) امداداللہؒ سے، انھوں نے (شیخ) نصیرالدین (دہلویؒ) سے، انھوں نے صدرالسعید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عبدالجلیلؒ نے روایت کی ہے، سخاوت علی جونپوریؒ سے، انھوں نے صدرالسعید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) عبدالقیوم سے، انھوں نے (شیخ) نصیرالدین (دہلویؒ) سے، انھوں نے صدرالسعید سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) محمد شکورؒ سے، انھوں نے (شیخ علامہ) رشیدالدین سے، انھوں نے صدرالسعید سے روایت کی ہے۔

فصل (5) امیرالشہید سید احمد حسنی دہلویؒ تک اسانید کی تلخیص

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) نور محمد (جھنجھانویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) عبدالرحیم شہیدؒ سے، انھوں نے امیرالشہیدؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) نور محمد (جھنجھانویؒ) سے، انھوں نے امیرالشہیدؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے امیر امداداللہ (مہاجر مکیؒ) سے، انھوں نے امیر نصیرالدین (دہلویؒ) سے، انھوں نے امیرالشہیدؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے سید نذیر حسین (دہلویؒ) سے، انھوں نے محمد حسین صادق پوریؒ سے، انھوں نے امیرالشہیدؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے سید العارفین محمد صدیق سندھیؒ سے، انھوں نے سید محمد حسنؒ سے، انھوں نے سید صبغت اللہ (شاہؒ) سے، انھوں نے امیرالشہیدؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے اپنی اسانید ___ جو صدرالحمیدؒ، صدرالمفیدؒ، صدرالشہیدؒ اور صدرالسعیدؒ چاروں تک ہیں ___ کے ذریعے امیرالشہیدؒ سے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ (احمد بن عثمان مکیؒ) نے روایت کی ہے امیر قنوجی صدیق حسنؒ سے، انھوں نے اپنی والدہؒ سے، انھوں نے اپنے والد سید اولاد حسن قنوجیؒ سے، انھوں نے امیرالشہیدؒ سے روایت کی ہے۔

فصل (6) امام عبدالقادر بن ولی اللہ دہلویؒ تک اسانید کی تلخیص

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (مولانا) مملوک العلی (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) رشیدالدینؒ سے، انھوں نے امام عبدالقادرؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (شیخ) احمد علی (محدث سہارنپوریؒ) سے، انھوں نے (شیخ) وجیہ الدین (سہارنپوریؒ) سے، انھوں نے (شیخ) عبدالحئی سے، انھوں نے امام عبدالقادرؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے قاری عبدالرحمٰن (پانی پتی) سے، انھوں نے (شیخ) قلندر (جلال آبادیؒ) سے انھوں نے (مفتی) الٰہی بخش (کاندھلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالقادرؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے سید نذیر حسینؒ سے، انھوں نے شیر محمد افغانیؒ سے، انھوں نے امام عبدالقادرؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ روایت کرتا ہے اپنی اسانید ___ جو چاروں صدور تک اور پانچویں امیرالشہید تک ہے ___ کے ذریعے امام عبدالقادرؒ سے۔

فصل (7) امام رفیع الدین بن ولی اللہ دہلویؒ تک اسانید کی تلخیص

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (مولانا) مملوک العلی (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) رشیدالدینؒ سے، انھوں نے امام رفیع الدینؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے قاری عبدالرحمٰن (پانی پتیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) قلندر (جلال آبادیؒ) سے، انھوں نے مفتی الٰہی بخش (کاندھلویؒ) سے، انھوں نے امام رفیع الدینؒ سے روایت کی ہے۔

عبیداللہ نے روایت کی ہے اپنی اسانید ___ جو چاروں صدور تک اور پانچویں امیرالشہید تک ہے ___ کے ذریعے امام رفیع الدین (دہلویؒ) سے۔

فصل (8) ولی اللّٰہی طریقے کے شارح، اس کو رواج دینے والے اور ہندوستانی تحریک کے امام، امام عبدالعزیز دہلویؒ تک اسانید کی تلخیص

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (مولانا) مملوک العلی (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) رشید الدینؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (مولانا) محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) عبدالغنی (مجددی دہلویؒ) سے، انھوں نے (شاہ) محمد اسحاق (دہلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی (حاجی) امداداللہ (مہاجر مکیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) نصیرالدین (دہلویؒ) سے، انھوں نے (شاہ) محمد اسماعیل (شہیدؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (حاجی) امداداللہ (مہاجر مکیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) نصیرالدین (دہلویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) عبدالحیٔ (بڈھانویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے اپنے والد ذوالفقار علیؒ سے، انھوں نے (شیخ) صدر الدینؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیز سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (شیخ) عبدالغنی (مجددی دہلویؒ) سے، انھوں نے اپنے والد (شیخ) ابوسعید (دہلویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) عبداللہ دہلویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (شیخ) عبدالغنی (مجددی دہلویؒ) سے، انھوں نے (شاہ) مخصوص اللہ (بن شاہ رفیع الدین دہلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے قاری عبدالرحمٰن (پانی پتیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) حسن علی لکھنویؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے قاری (عبدالرحمٰن) سے، انھوں نے (شیخ) قلندر (جلال آبادیؒ) سے، انھوں نے (مفتی) الٰہی بخش (کاندھلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے امیر امداداللہ سے، انھوں نے (شیخ) نور محمد (جھنجھانویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (شیخ) احمد بن سلیمان اروادیؒ سے، انھوں نے (شیخ) خالد کردیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

شیخ الہندؒ نے روایت کی ہے (شیخ) احمد بن سلیمان (اروادیؒ) سے، انھوں نے امیر (الشہید) سید احمد

(بریلویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عبدالرزاق کابلیؒ نے روایت کی ہے (شیخ) رشید احمدؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) عبدالقیوم سے، انھوں نے (شاہ) محمد یعقوب سے، انھوں نے (شیخ) محبوب علیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) لطف اللہ (علی گڑھیؒ) سے، انھوں نے (شیخ) عنایت احمد (کاکورویؒ) سے، انھوں نے (شیخ) بزرگ علیؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالخیرؒ نے روایت کی ہے (شیخ) ابوالحسنات (مولانا عبدالحئ لکھنویؒ) سے، انھوں نے اپنے والد (.....) سے، انھوں نے شیخ حسین احمدؒ سے اور انھوں امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عبدالقادر نے روایت کی ہے (شیخ) حبیب الرحمٰنؒ سے، انھوں نے (شیخ) سلامت اللہؒ سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) عبدالستارؒ نے روایت کی ہے (شیخ) حبیب الرحمٰنؒ سے، انھوں نے (شیخ) سلام اللہ (لکھنویؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوالشرف (عبدالقادر) نے روایت کی ہے (شیخ) فضل الرحمٰن (گنج مرادآبادیؒ) سے، انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے روایت کی ہے۔ یہ قسم اوّل کا آخری حصہ ہے۔

والحمد لِلّٰہ ربّ العالمین

اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام اقوامِ عالم کا پالنے والا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

عرضِ مترجم:

مترجم عبدالخالق آزاد بن راؤ عبدالرؤف خاں کو امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ بن الاسلام سندھیؒ سے درجِ ذیل واسطوں سے اجازت حاصل ہے:

ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کو اپنے نانا مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ کی صحبت حاصل ہے۔ اور انھیں امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے تلمذ حاصل ہے۔

نیز ہمیں امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگردوں: (۱) مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی سندھیؒ، (۲) مولانا علامہ محمد صدیق ولی اللّٰہی بہاولپوریؒ، (۳) مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ اور (۴) مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔

www.rahimia.org

حواشی وحوالہ جات

1۔ ہمیں امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب "التمہید" کا ابتدائی مسودہ دستیاب ہوا ہے۔ اس پر تحریر کا آغاز 8/شوال 1347ھ/1929ء کو ہوا۔ اس مسودے میں تاریخ سے متعلق چند ابتدائی باتیں حضرت سندھیؒ نے نوٹ کی ہیں۔ اسی مسودے میں تاریخ کے ادوار ومراحل کا تعین کرنے کے لیے حضرت سندھیؒ نے درج ذیل اصول اور ضابطہ بیان کیا ہے:

"**مبدأ ادوار التاريخ لايكون إلا إنقلابًا عموميًا، يتغيّر بهٖ ذهنية عامّة النّاس من الحالة السّيّئة إلى الحالة الحسنة أو فتنة إرتجاعية يفسد بها النظام الإرتقائي، فالفتن التي حدثت في الإسلام قبل تمكّن الحكومة في الهند لانبحث عنها إلا إجمالا.**" (ص55، عکس قلمی مسودہ تحریر کردہ: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی بتاریخ: 8/شوال 1347ھ/19/ مارچ 1929ء)

''تاریخ کے ادوار کا آغاز یا تو کسی ایسے عمومی انقلاب سے ہوتا ہے، کہ جس سے (سماجی زندگی میں) بری حالت سے اچھی حالت کی طرف تبدیلی پیدا ہونے پر عام لوگوں کے ذہن وفکر میں تغیر وتبدل ہو جائے۔ یا ایسے رجعت پسند فتنے سے کسی دور کا آغاز ہوتا ہے، جس نے سوسائٹی کے ارتقائی نظام میں فساد برپا کر دیا ہو۔ وہ فتنے، جو ہندوستان میں (اسلام کی) حکومت قائم ہونے سے پہلے اسلام میں پیدا ہوئے، ان سے ہم صرف اجمالی طور پر بحث اور گفتگو کرتے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ میں جب بھی کوئی مثبت انقلاب اور تبدیلی پیدا ہو یا کوئی منفی تغیر آئے اور اس کے اثرات خاصے عرصے تک انسانی سوسائٹی پر مرتب ہوں تو وہ تاریخ کا ایک دور یا مرحلہ قرار پائے گا۔ حضرت سندھیؒ نے دلیل کے طور پر حدیث کی روشنی میں "حجة الله البالغه" میں حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی درجِ ذیل عبارت پیش کی ہے:

"**أقول: فالنّبوّة إنقضت بوفاة النبي صلى الله عليه وسلم، و الخلافة التي لاسيف فيها بمقتل عثمانؓ، و الخلافة بشهادة عليؓ و خلع الحسنؓ، و الملك العضوض مشاجرات الصحابةؓ مع بني امية و مظالمهم إلٰى ان استقر أمر معاويةؓ، و الجبرية و العتوّ خلافة بني عبّاس فإنهم مهّدوها علٰى رسوم كسرٰى و قيصر.**" (**حجة الله البالغه، باب الفتن. جلد: ۲. ص: ۵۳۳. طبع: ديوبند**)

''میں کہتا ہوں کہ: ''نبوت'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ختم ہوگئی۔ اور ایسی ''خلافتِ (راشدہ)''، جس میں باہمی قتل و غارت گری نہیں تھی، حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہوگئی۔ اور حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت حسنؓ کی معزولی کے وقت ''خلافت'' ختم ہوگئی۔ اور بادشاہت سے مراد صحابہ کرامؓ کے ساتھ بنو امیہ کے جھگڑوں اور ان کے مظالم کے بعد حضرت معاویہؓ کی حکومت مستحکم ہونے تک کا زمانہ ہے۔ اور جبریہ سے مراد خلافتِ بنی عباس ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے عام طور پر قیصر وکسریٰ کی رسوم اختیار کر لی تھیں۔''

مسودے کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی تاریخ کے بارہ ادوار متعین کرنے میں حضرت سندھیؒ نے حدیث کی روشنی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ مندرجہ بالا اصول کو اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔ یعنی جب بھی کسی اہم واقعے یا تبدیلی کے نتیجے میں سماجی زندگی میں ایسا مثبت یا منفی تغیر پیدا ہوا تو اسی موقعے سے ایک دور کا آغاز اور اختتام متعین کیا گیا ہے۔ چوں کہ حضرت سندھیؒ ہندوستان کی تاریخ کے ادوار اور مراحل متعین کر رہے ہیں، اس لیے صرف ہندوستانی سماج میں ہونے والے تغیرات وتبدلات کو انھوں نے اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔

2. **اليانع الجني، على هامش كشف الاستار عن رجال معاني الآثار، ص75، طبع دار الاشاعت بديوبند، الهند.**

3۔ ایضاً۔

www.rahimia.org

4۔ ایضاً۔

5۔ حضرت سید صاحبؒ کی رائے بریلی سے لکھنؤ اور دہلی آمد کے بارے میں حضرت سندھیؒ نے جو کچھ لکھا ہے، غالباً ''حیاتِ طیبہ'' از مرزا حیرت دہلوی کی بنیاد پر لکھا ہے۔ ورنہ ''وقائع سید احمد شہیدؒ'' میں حضرت سید صاحبؒ کے ''مخبرِ راز گفتار صداقت شعار'' میاں دین محمد صاحب کے مطابق حضرت سید صاحبؒ 17، 18 سال کی عمر میں دہلی تشریف لائے۔ جب کہ آپؒ کی پیدائش 1201ھ کی ہے۔ اس کے مطابق 1218ھ میں حضرت سید صاحبؒ کا دہلی آنا ثابت ہوتا ہے۔ چناں چہ ''وقائع سید احمد شہیدؒ'' میں ہے کہ: ''حضرت امیر المؤمنین موصوف جب سترہ اٹھارہ برس کے ہوئے، تب قصبہ رائے بریلی سے واسطے حصولِ علوم و معرفتِ الٰہی کے طرف بلدۂ مراد شاہجہان آباد کے روانہ ہوئے۔ تب چند روز میں بعد طی منازل اور مراحل کے بیچ خدمت سراپا برکت امام المحدثین رئیس المفسرین قدوۂ اہل تمیز حضرت مولانا و مرشدنا شاہ عبدالعزیز مرحوم و مغفور کے پہنچ کر ملاقات سے شرف یاب ہوئے۔'' (وقائع سید احمد شہید، ص:11۔ عکس قلمی نسخہ۔ مطبوعہ: سید احمد شہید اکیڈمی۔ لاہور۔ 2007ء)
اور دہلی آتے ہی چند روز کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ چناں چہ ''وقائع'' میں ہے کہ: ''بعد گزرنے چند ایام نیک انجام کے شبِ جمعہ کو اوپر دستِ مبارک قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا ممدوح پُرفتوح (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) کے شرفِ بیعت سے بیچ خاندانِ ہدایت نشان چشتیہ اور نقشبندیہ اور قادریہ کے مشرف ہوئے۔ اور شب و روز امام المحدثین کے رہنے لگے۔ عنایتِ الٰہی سے چند مدت میں تمام مقاماتِ عام سلوک کے طے فرمائے۔'' (وقائع، ص:12) اسی طرح ''منظورۃ السعداء'' کے مطابق آپؒ نے چند سال دہلی میں گزارے۔ ایک جگہ لکھا ہے: ''سہ چہار سال''۔ اس طرح صحیح یہ ہے کہ سید صاحبؒ تقریباً پانچ چھ سال (1218ھ سے 1223ھ تک) حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں دہلی میں قیام پذیر رہے۔
نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سید صاحبؒ دہلی آتے ہی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیعت ہوگئے تھے۔ اس تناظر میں غلام رسول مہر صاحب نے اپنی کتاب ''سید احمد شہید'' میں جو یہ لکھا ہے کہ: ''پہلے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر 1222ھ میں شاہ صاحبؒ سے بیعت کی۔'' (سید احمد شہید از غلام رسول مہر، ص:68۔ مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور) درست نہیں ہے۔ بلکہ حضرت سید صاحبؒ 1218ھ میں شاہ صاحبؒ کی خدمت میں آتے ہی اُن سے بیعت ہوگئے تھے۔ اور چار پانچ سال تعلیم کے ساتھ ساتھ باطنی فیوض اور سلوک کی تربیت کے مراحل طے کیے۔

6۔ آثار الصنادید، مؤلفہ: سرسید احمد خان، ص:491۔ طبع: سینٹرل بک ڈپو، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔ 1965ء۔

7۔ حضرت سندھیؒ نے یہاں بھی غالباً مرزا حیرت دہلویؒ کی کتاب کی بنیاد پر 1225ھ لکھا ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ 1227ھ/1812 میں نواب امیر الدولہ ولد محمد امیر خان کے لشکر میں سید صاحبؒ تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے کہ 1226ھ میں آپؒ کا رائے بریلی میں ہونا تاریخی دستاویزات سے ثابت ہے۔ جیسا کہ مولانا علی میاںؒ نے ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' میں لکھا ہے۔ (دیکھیے! سیرت سید احمد شہیدؒ۔ جلد:1۔ ص:132۔ مطبوعہ: لکھنؤ۔)

8۔ حضرت سندھیؒ نے یہاں بھی اور ''شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک'' میں بھی 1231ھ اور 1816ء لکھا ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت سید صاحبؒ نواب صاحب کی انگریزوں سے صلح ہونے کے بعد ان کے لشکر سے علاحدہ ہوکر شعبان 1233ھ میں دہلی تشریف لائے ہیں۔ آپؒ کے آنے کے تھوڑے عرصے بعد دہلی میں طاعون کی وبا پھیلی۔ جس میں حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کا 06/شوال 1233ھ/ 09/اگست 1818ء میں انتقال ہوا۔ جیسا کہ اس کا تفصیلی واقعہ ''وقائع سید احمد شہیدؒ'' میں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے! وقائع سید احمد شہیدؒ۔ ص:81 تا 89)

9۔ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنی کتاب ''شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک'' میں لکھتے ہیں کہ: ''امام عبدالعزیز دہلویؒ کے آخری عہد میں ہندوستان کی سیاست میں سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ انھوں نے اپنے بعد کام کرنے کے لیے اپنے لوگوں میں

www.rahimia.org

سے کسی میں امامت کی صلاحیت نہیں دیکھی۔ تاکہ کسی کو ڈکٹیٹر بناتے۔ اس لیے دو بورڈ بنا دیے گئے: (الف) عسکری امور کے لیے سید احمد شہیدؒ امیر اور مولانا عبدالحئی اور مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ مشیر مقرر ہوئے۔ امام عبدالعزیزؒ نے اپنی تمام جماعت کو حکم دیا کہ جس معاملے پر سید احمد (شہیدؒ)، مولانا عبدالحئی، مولانا محمد اسماعیل (شہیدؒ) تینوں جمع ہو جائیں اس کو امام عبدالعزیزؒ کا حکم سمجھنا چاہیے۔ (ب) تنظیمی امور کے لیے مولانا محمد اسحاق (دہلویؒ) امیر اور مولانا محمد یعقوب دہلویؒ (برادر مولانا محمد اسحاق دہلویؒ) مشیر۔ مولانا محمد اسحاق کو ہر معاملے میں اپنے ساتھ شریک رکھ کر شاہ عبدالعزیزؒ نے لوگوں کو سمجھا دیا کہ ان کا حکم میرا حکم ہے۔ امام عبدالعزیزؒ کا یہ فیصلہ فقط امام ولی اللہؒ کے اصول (بیان کردہ البدور البازغہ: "اجتماع عقلاء القوم و مبرزیهم" (قوم کے عقل مند اور منتخب لوگوں کے اجتماعی بورڈ/ پارلیمان سے نظام چلایا جائے) پر ٹھیک اترتا ہے۔ امام عبدالعزیزؒ نے سید احمد شہیدؒ کے بورڈ کو پہلی دفعہ 1231ھ (صحیح یہ ہے: 1233ھ/ 1818ء۔ اس لیے کہ سید صاحبؒ نواب کے لشکر سے اسی سال واپس آئے تھے۔ آزاد) میں بیعتِ طریقت لینے کے لیے اور دوسری دفعہ 1236ھ (1821ء) میں بیعتِ جہاد لینے کے لیے دورے پر بھیجا۔ اس کے بعد سارے قافلے سمیت حج پر جانے کا حکم دیا۔ تاکہ ان کی تنظیمی قوت کا تجربہ ہو جائے۔ جب قافلہ حج سے 1239ھ (1824ء) میں واپس آیا تو امام عبدالعزیزؒ فوت ہو چکے تھے۔ (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا انتقال 07/شوال 1239ھ/ 05/جون 1824ء میں ہوا۔ جب کہ سید صاحبؒ 29/شعبان 1239ھ کو واپس رائے بریلی پہنچے تھے) انھوں نے اپنے آخری وقت میں مولانا محمد اسحاق (دہلویؒ) کو مدرسہ سپرد کر کے اپنا قائم مقام بنا دیا تھا۔ رضی اللہ عنہم وعنا معہم اجمعین۔''
(شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک، از مولانا عبیداللہ سندھیؒ، ص152-153، مطبوعہ کتاب خانہ پنجاب، لاہور، 1942ء)

10۔ ''صراطِ مستقیم'' کی تصنیف و تالیف کا عرصہ حج پر جانے سے پہلے رائے بریلی کے قیام کا ہے۔ اور سید صاحبؒ 1234ھ میں دہلی سے اپنے آبائی وطن رائے بریلی تشریف لائے تھے۔ غلام رسول مہر نے لکھا ہے: ''صراطِ مستقیم کی تسوید قیامِ دہلی کے دوران میں شروع ہوئی تھی۔...اس کتاب کی تکمیل رائے بریلی پہنچ کر ہوئی۔'' (سید احمد شہیدؒ۔ ص:143۔ طبع: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور) اندازہ یہ ہے کہ 1235ھ/ 1820ء میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی۔ اور مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر 1237ھ/ 1822ء میں مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ (اس کے لیے دیکھیے! سید احمد شہیدؒ۔ ص:224۔ طبع: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

11۔ کتاب ''صراطِ مستقیم'' کے دیباچے میں حضرت شاہ اسماعیل شہید تحریر فرماتے ہیں: ''یہ عاجز (سید احمد شہید کی) اس مجلس عالی میں کلماتِ ہدایت سننے میں کامیاب ہوا تو عام مسلمانوں کی نصیحت اور طالبانِ قربِ الٰہی کی خیرخواہی کا یہ تقاضا ہوا کہ غائبین بھی ان فیوضِ الٰہیہ میں حاضرین کے ساتھ شریک ہوں۔ اس کا طریقہ اس کے علاوہ کوئی نہیں کہ ان بلند پرواز مضامین کو تحریر کے پنجرے میں قید کیا جائے۔...اس کتاب کی اثنائے تحریر میں چند اوراق جناب افادت مآب، قدوۂ فضلائے زمان، زبدۂ علمائے دوران مولانا عبدالحئی ادام اللہ برکاتہ ____ جو حضرت سید صاحب کی بارگاہِ عالی کے ملازموں کے سلک میں منسلک ہیں ____ کے لکھے ہوئے ہیں۔......قارئین کے سمجھانے کی سہولت کے لیے بعض مقامات میں کسی قدر تقدیم و تاخیر اور بعض جگہ چند مقدمات کی تمہید اور تمثیلات بیان کرنے اور سلف کی اصطلاحات سے تطبیق دینے کی ضرورت پڑی۔ خاص قطب المحققین، فخر العرفاء المکمّلین، اعلمهم باللہ، حضرت شیخ ولی اللہ قدس سرہٗ کی اصطلاح سے مطابق کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ .....اس کتاب کا نام ''صراطِ مستقیم'' رکھا۔ اور ایک مقدمہ اور چار باب اور ایک خاتمے پر اس کو مرتب کیا گیا۔ بابوں کو فصلوں پر اور فصلوں کو ہدایات پر اور ہدایات کو تمہیدات اور افادات پر تقسیم کیا۔ مبادی کو لفظِ ''تمہید'' سے اور مقاصد کو لفظِ ''افادہ'' سے شروع کیا۔''
(دیباچہ: صراطِ مستقیم۔ از: سید احمد شہیدؒ، سید اسماعیل شہیدؒ۔ اردو ترجمہ: مولانا محمد اکرم۔ مطبوعہ: اسلامی اکیڈمی، اردو بازار، لاہور)

12۔ حج کی فرضیت کے حوالے سے اس زمانے میں بعض علما کی جانب سے شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اس کی ادائیگی کے لیے

www.rahimia.org

شرائط نہ پائے جانے کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اور اس سلسلے میں بعض لوگوں نے فتوے بھی جاری کیے۔ ان کے جواب میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئیؒ بڈھانویؒ نے حج کی فرضیت کے لیے فتویٰ دیا۔ سید صاحبؒ نے یہ دونوں فتاویٰ آخری فیصلے کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی خدمت میں روانہ کیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے حتمی فیصلہ کرتے ہوئے لکھا: ''علومِ دینیہ اور عقلیہ میں اسماعیل اور عبدالحئی کا پایا مجھ سے کم نہیں ہے۔ جن لوگوں نے فریضۂ حج کو ساقط قرار دیا، ان کے سامنے فتاویٰ کی دو چار مشہور کتابوں کے سوا کچھ نہیں۔ ... ان کے لگائے ہوئے حکموں پر عمل پیرا ہونا سراسر گمراہی ہے۔'' اس فتوے کی آمد کے بعد حضرت سید صاحبؒ شوال 1236ھ/ جولائی 1821ء میں حج کے لیے اپنے وطن رائے بریلی سے روانہ ہوئے۔ اور شعبان 1237ھ/ مئی 1822ھ میں مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ اور ذی الحج 1237ھ میں آپؒ نے حج کیا۔ مولانا غلام رسول مہرؒ لکھتے ہیں کہ: ''حج کے موقعے پر مولانا عبدالحئی (بڈھانویؒ) نے حرمِ پاک میں مشکوٰۃ شریف اور شاہ محمد اسماعیل (شہیدؒ) نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ مولانا عبدالحئی نے ''صراطِ مستقیم'' کا عربی میں ترجمہ کیا۔ جس کی نقلیں بعض اصحاب نے لے لیں۔ 1237ھ کے حج میں قاضی (محمد بن علی) شوکانیؒ بھی آئے تھے۔ اور شہر سے باہر ٹھہرے تھے۔ مولانا عبدالحئی اور مولانا منصور الرحمٰنؒ نے قاضی صاحبؒ سے ملاقات کی۔ تو انھوں نے ''اتحاف'' کا ایک ایک نسخہ دونوں کو تحفتاً دیا۔''
(سید احمد شہیدؒ از غلام رسول مہر۔ ص:224۔ طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

13۔ حضرت سید احمد شہیدؒ علما کے نام اپنے ایک مکتوب ''مکتوبہ مؤرخہ 19 / ربیع الثانی 1245ھ (ستمبر 1829ء)'' میں لکھتے ہیں:
''دریں ایام چناں مسموع گردید کہ بعض از مجادلینِ بے انصاف و مکابرینِ با اعتساف چندے از وساوس فساد انگیز، و شبہات عناد آمیز بنسبتِ ما فقرائے مہاجرین و ضعفائے مجاہدین بر تافتہ در جمہورِ انام از خواص و عوام منتشر ساختہ۔ ... معاذ اللہ من ذالک۔
.... از جملہ مفتریاتِ آں مفتریاں آں است کہ ایں فقیر را بلکہ زمرۂ مجاہدین را بالحاد و زندقہ نسبت مے نمایند یعنی چناں اظہار مے کنند کہ ایں جماعت مسافرین ہیچ مذہب ندارند، و بہیچ مسلک تقید نیستند، بلکہ محض راہِ نفسانیت مے پویند، و بہر وجہ لذاتِ جسمانی مے جویند خواہ موافق کتاب باشد خواہ مخالف۔ معاذ اللہ من ذالک۔ پس باید دانست کہ نسبتِ ما مردم بایں امر شنیع افترائے است قبیح و بہتانِ است صریح، ایں فقیر و خاندانِ ایں فقیر در بلادِ ہندوستان گمنام نیست، الوف الوف انام از خواص و عوام، ایں فقیر و اسلافِ ایں فقیر را مے دانند کہ مذہبِ ایں فقیر اباً عن جدٍ مذہبِ حنفی است، و بالفعل ہم جمیع اقوال و افعال ایں ضعیف بر قوانین اصولِ حنفیہ، و آئین قواعدِ ایشاں منطبق است، ہم گی از اں خارج از اصولِ مذکورہ نیست، اِلا ماشاء اللہ۔ .... آرے در ہر مذہب طریق محققین دیگر مے باشد، و طریقے غیر ایشاں دیگر۔ ترجیح بعضے روایات بر بعضے دیگر نظر بقوتِ دلیل، توجیہ بعضے عبارات منقول از سلف، و تطبیق مسائل مختلفہ مدوّن در کتب و امثالِ ذالک دائماً از کاروبارِ اہل تدقیق و تحقیق است۔ بایں سبب ایشاں خارج از مذہب نمے توانند شد، بلکہ ایشاں را لب لبابِ اہل مذہب باید شمرد۔''
(انہی دنوں میں جیسا کہ سنا گیا ہے کہ عدل و انصاف سے عاری بعض تنگ دل جھگڑالو لوگ سچائی کا انکار کرنے والے ہم فقرائے مہاجرین اور ضعفائے مجاہدین کے بارے میں فساد پھیلانے والے خیالات اور دشمنی کا اظہار کرنے والے شکوک و شبہات عام و خاص لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔ ... اللہ ان سے پناہ میں رکھے۔ ..... ان کی جھوٹی اور گھڑی ہوئی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس فقیر بلکہ تمام مجاہدین کی جماعت پر الحاد و زندقہ کا الزام لگاتے ہیں۔ چناں چہ یہ پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ مسافرین کی جماعت کوئی مذہب نہیں رکھتی۔ اور یہ کسی مسلک کی پابند نہیں ہے۔ بلکہ محض خواہشاتِ نفسانی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ اور ان کا مقصد سوائے جسمانی لذات حاصل کرنے کے اور کچھ نہیں۔ خواہ کوئی بات کتاب اللہ کے موافق ہو یا مخالف۔ اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے متعلق اس قسم کا غلط پراپیگنڈا سراسر جھوٹ اور واضح بہتان ہے۔ یہ فقیر اور اس فقیر کا خاندان ہندوستان کے شہروں میں گم نام نہیں ہے۔ ہزار ہا ہزار لوگ عوام و خواص میں سے اس فقیر اور اس کے اسلاف

www.rahimia.org

(شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا مذہب باپ دادا سے مذہبِ حنفی چلا آرہا ہے۔ اور عملی طور پر اس کمزور بندے کے تمام اقوال و افعال، اصولِ احناف کے قوانین اور ان کے قواعد و دستور العمل پر پورا اترتے ہیں۔ وہ کسی بھی طور پر احناف کے اصولِ مذکورہ سے خارج نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ البتہ ہر مذہب میں محققین کا طریقہ عام لوگوں سے ہٹ کر ہوتا ہے۔ اور غیر محققین کا طریقہ دوسرا ہوتا ہے۔ چناں چہ ہمیشہ اہل تحقیق و تدقیق کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ بعض روایات کو بعض پر دلیل کی قوت کی بنیاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور سلف سے منقول شدہ بعض عبارات کی دلائل کی بنیاد پر صحیح توجیہ کرتے ہیں۔ اور کتابوں میں مدوّن شدہ مسائل کے درمیان تطبیق دیتے ہیں۔ لیکن اس وجہ سے وہ فقہی مذہب کے دائرے سے خارج نہیں ہوجاتے۔ بلکہ ایسے لوگوں کو تو فقہی مذہب کا لبِ لباب اور مغز سمجھا جاتا ہے۔)

(مکاتیب سید احمد شہیدؒ، عکس قلمی نسخہ، ورق 116، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، لاہور، نومبر 1975ء)

14۔ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنی کتاب ''شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک'' میں لکھتے ہیں کہ: ''پشاور کے افغان سردار (سلطان محمد خان) نے امیر شہیدؒ سے لڑ کر شکست کھائی۔ اس سے حزبِ ولی اللہ کا ایک صوبے کی حکومت پر قبضہ ہوگیا۔ امام عبدالعزیزؒ کے تربیت یافتہ علما حکومت کے مناصب پر مقرر ہوئے۔ چند دنوں میں حزبِ ولی اللہ نے ایسے نمونے کی حکومت قائم کردی، جس کی نظیر دیکھنے کو نہیں ملتی۔ یہ حکومت بآسانی سندھ تک وسیع ہوکر ماورائے سندھ کو انقلاب کا مستقل مرکز بنا دیتی ہے۔ شکست خوردہ افغان خاندان امیر شہیدؒ کے پاس تائب ہوکر آیا۔ اور معافی مانگ کر اس نے ملک واپس لینا چاہا۔ اس پر امیر شہیدؒ راضی ہوگئے۔ اس موقعے پر جماعت مجاہدین کے خواص و عوام سب متفق الکلمہ تھے کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔ مولانا اسماعیلؒ اور ہندوستانی اور افغانی اہل الرائے نے پورا زور صرف کیا کہ امیر شہیدؒ یہ غلطی نہ کریں۔ مگر انھوں نے کسی کی نہ مانی۔ اس خاندان نے حکومت واپس لیتے ہی افغانوں کے قومی جذبات کو ابھار کر ایسی سازش کا انتظام کرلیا کہ ہر ہر قریے کے لوگوں نے ایک ہی رات میں انقلابی حکومت کے تمام سرداروں اور سپاہیوں کو تہِ تیغ کرڈالا۔ کابل کے قیام کے زمانے میں ہم نے اس فتنے کے متعلق کافی معلومات حاصل کرلی ہیں۔ اس کی ابتدا خویشگی کے اس خان سے ہوئی، جس کی لڑکی کا جبراً نکاح ہوا تھا۔ اس میں زیادہ رہنمائی کرنے والا خٹک کا خان تھا۔ جس سے خویشگی خان نے صلح کرلی تھی۔ امیر شہیدؒ اس واقعے سے (کہ قاضی، مفتی، حاکم، سپاہی، غرض ساری جماعت قتل کردی گئی) بہت متأثر ہوئے۔ اور اپنا فوجی مرکز کشمیر میں منتقل کرنا چاہتے تھے۔ بالاکوٹ تو راستے کی ایک منزل تھی۔ سکھوں کے ولی عہد شیر سنگھ نے حملہ کردیا۔ فوج ایسے میدان میں گھر چکی تھی کہ نہ کوئی سردار باقی رہا تھا، نہ سپاہی۔ تحقیق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ امیر شہیدؒ کا سر کاٹ کر رنجیت سنگھ کو دکھانے کے لیے لاہور لایا گیا۔ بغیر سر کے امیر شہیدؒ کا جنازہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے جنازے کے ساتھ بالاکوٹ میں دفن ہوا ہے۔''

(شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک، از مولانا عبیداللہ سندھیؒ، ص169-171، مطبوعہ کتاب خانہ پنجاب، لاہور، 1942ء)

15. عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ابواب المهدی. مصنفه: علامه محمد شمس الحق عظیم آبادی. جلد: 07. ص: 344. طبع: دارلحدیث، القاهره، مصر. 2001ء.

16۔ حجج الکرامہ، مؤلفہ نواب صدیق حسن قنوجیؒ۔ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی۔

17۔ یہ رسالہ ''حارق الاشرار'' مؤلفہ شیخ فتح اللہ مرحوم، ایک طویل مخمس پر مشتمل ہے۔ جس میں 243 بند ہیں۔ حضرت سندھیؒ نے ان میں معرکہ بالاکوٹ سے متعلق چار مخمس نمبرز 228، 229، 231 اور 233 یہاں لکھے ہیں۔ (دیکھیے! رسالہ حارق الاشرار، منظومہ: شیخ فتح اللہ۔ ص: 441-442۔ شامل مجموعہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان۔ طبع: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

18۔ الیانع الجنی، علی ہامش کشف الاستار عن رجال معانی الآثار۔ ص: 76۔ طبع: دارالاشاعت دیوبند، الہند۔

19۔ حاشیہ از حضرت سندھیؒ: (ابن الہادی سے مراد شیخ ابوالحسن بن عبدالہادی سندھی کبیر ہیں۔ اس لیے کہ وہ رفع یدین کیا کرتے

www.rahimia.org

تھے۔ اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔ کتبۂ عبیداللہ)

20۔ حاشیہ از حضرت سندھیؒ: (کہا گیا ہے کہ ابن العز سے مراد ''العقیدۃ الطحاویۃ'' کے شارح ہیں۔ اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔ عبیداللہ)

21. **اليانع الجنى، على هامش كشف الاستار عن رجال معانى الآثار، ص76، طبع دار الاشاعت بديو بند، الهند.**

22۔ ایضاً، ص60۔

23۔ القول الجلي فى ذكر آثار الولي. مؤلّفه: مولانا محمد عاشق پھلتیؒ، فارسی، ص:239-240۔ عکس مطبوعہ دہلی۔

24۔ اتحاف النُّبَلاء۔ مصنفہ: نواب صدیق حسن قنوجیؒ۔ ص:430-431۔ مطبوعہ: نظامی، کانپور۔ 1288ھ۔

25۔ حاشیہ از حضرت سندھی: (جب صدر الحمید (شاہ محمد اسحاق) نے ام القریٰ مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت کی تو دہلی میں ان کی اتباع کرنے والے اکابرین میں مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا مملوک علی نانوتوی ثم دہلویؒ، مولانا عبدالغنی دہلویؒ وغیرہ تھے۔ شیخ احمد سعید (مجددی) دہلویؒ جنگِ آزدی 1857ء میں صدر الحمید کی اتباع کرنے والوں کے ساتھ شرکت کی دعوت دیا کرتے تھے۔ جب کہ سید نذیر حسین ان لوگوں میں سے تھے، جنھوں نے جدوجہدِ آزادی کے اس کام سے علاحدگی اختیار کی۔ اس طرح دو جماعتیں ہوگئیں۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ شیخ احمد سعید (مجددی) 1217ھ (1802ء) میں پیدا ہوئے۔ اور سید نذیر حسین 1220ھ (1805ء) میں پیدا ہوئے۔ کتبہٗ عبیداللہ سندھی)

26۔ شیخ محسن یمانیؒ نے ''اليانع الجنى'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ''مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب لوگ دو فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے، اور وہابی اور قبر پرست جماعتیں وجود میں آگئی تھیں تو حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلویؒ نے ان دونوں جماعتوں سے برأت کا اعلان کیا۔ اور کسی کی طرف اپنے میلان کا اظہار نہیں کیا۔ ہاں! آپؒ میں بعض ائمہ فقہا (امام ابوحنیفہؒ) کے ساتھ بڑی شدت کے ساتھ وابستگی پائی جاتی تھی۔ اسی لیے بسا اوقات جھگڑا کرنے والوں سے بحث مباحثے میں آپؒ کو بہت زیادہ غصہ آجاتا تھا۔'' (دیکھئے! اليانع الجنى، علی ہامش کشف الاستار عن رجال معانی الآثار، ص:60۔ طبع: دار الاشاعت بدیوبند، الہند)

27۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ عزیزی'' کے مقدمے میں محمد بیگ مرحوم نے لکھا ہے کہ: ''بعد از ہجرت حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب، مولوی موسیٰ صاحب (تاریخ وفات: 12/رجب 1259ھ/ 09/جون 1843ء) و مولوی مخصوص اللہ صاحب (تاریخ وفات: 13/ذی الحج 1271ھ/ 27/اگست 1855ء) فرزندان حضرت شاہ رفیع الدین صاحب بمدرسہ شاہ (عبدالعزیز) صاحب بدرس و تدریس مشغول شدند۔ الحال بجز مولوی معز الدین صاحب از نبیرہ گان حضرت شاہ رفیع الدینؒ دیگرے یافتہ نمے شود۔ وحق تعالیٰ درعمرِ وے برکت دہاد۔ محمد بیگ مرحوم ماہ رمضان المبارک / 1341ھ (اپریل/مئی 1923ء)۔'' (دیکھئے! فتاویٰ عزیزی، مقدمہ۔ ص:12۔ مطبوعہ: در مطبع مجتبائی۔ واقع: دہلی۔ رمضان المبارک 1341ھ/ اپریل/مئی 1923ء)

مولوی بشیر الدین احمد ''واقعات دار الحکومت دہلی'' میں لکھتے ہیں: ''مولوی مخصوص اللہ صاحب مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے فرزندِ رشید ہیں۔ علم و فضل میں گوئے سبقت اقران و امثال سے لے گئے۔ ایک مدتِ دراز تک تدریس و تعلیم میں مصروف رہے۔ علومِ دینی کے مشاغل میں شبانہ روز مصروف رہتے تھے۔ پچیس برس تک مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں روز وعظ قرأتِ کلامِ الٰہی و حدیثِ رسالت پناہی کرتے تھے۔ آخر میں گوشہ نشین ہوگئے۔ اور اولیائے کرام کی سی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور بجز عبادتِ الٰہی اور تقویٰ کے اور کچھ کام نہ رہا۔ اور سچ پوچھئے اس سے بڑھ کر ہے بھی کون سا کام۔'' (دیکھئے! واقعاتِ دار الحکومت دہلی۔ حصہ دوم۔ ص:589,90۔ مطبوعہ: دہلی۔ 1337ھ/ 1919ء) آپؒ کا مزار مقبرۂ ولی اللّٰہی مہندیان (دہلی) میں ہے۔ (دیکھئے! شاہ ولی اللہؒ اور ان کا خاندان۔ مؤلفہ: حکیم محمود احمد برکاتی۔ ص:180۔ طبع: لاہور۔

28۔ آثار الصنادید، مؤلفہ: سرسید احمد خان، ص:540۔ طبع: سینٹرل بک ڈپو، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔ 1965ء۔

www.rahmia.org

29۔ مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے "نزھة الخواطر" میں لکھا ہے: "توفی سنة ثلاث و أربعين و مائتين و ألف (1243ھ) و له سنون سنة." (جلد:07۔ص:199) یہی صحیح ہے۔اس لیے کہ مولانا فضل حق خیرآبادی نے آپؒ کے انتقال کی خبر اپنے ایک خط مکتوبہ 14/محرم الحرام 1243ھ/ 07/اگست 1827ء میں شیخ احمد بن محمد یمنی کو دی ہے۔(دیکھئے! کتاب ''استاذ الکل مولانا مملوک العلی نانوتویؒ''، از نورالحسن راشد کاندھلوی۔ص:128-139۔طبع: کاندھلہ۔2009ء۔

30. اليانع الجنى، على هامش كشف الاستار عن رجال معانى الآثار، ص:77. طبع دار الاشاعت بديوبند، الهند.

31۔ ایضاً،ص67۔

32۔ "نزھة الخواطر" میں ہے: "مات في غرّة رجب سنة خمسين و عشرين و مائتين و ألف. (1225ھ) ببلده "پانی پت". (ان کا انتقال یکم رجب 1225ھ(02/اگست 1810ء) میں پانی شہر پت میں ہوا۔)(جلد:7۔ص:129)

33۔ اليانع الجنى، علی ہامش کشف الاستار عن رجال معانی الآثار،ص:67-68۔طبع دارالاشاعت بدیوبند،الہند۔

34۔ "نزھة الخواطر" میں ہے کہ آپؒ کی ولادت 1156ھ/ 1743ء میں ہوئی۔(جلد:7۔ص:392۔طبع:لکھنؤ)

35۔ ان سے فیض حاصل کرنے والوں میں شیخ ابوسعید دہلویؒ، ان کے بیٹے شیخ احمد سعید دہلویؒ، شیخ رؤف احمد رام پوریؒ، شیخ بشارت اللہ بہڑائچیؒ اور سید ابوالقاسم واسطیؒ ہیں۔(مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی)

36۔ ذيل الرّشحات، از شیخ مراد بن عبداللہ قزانی۔ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی۔

37۔ اليانع الجنى، علی ہامش کشف الاستار عن رجال معانی الآثار،ص63،طبع دارالاشاعت بدیوبند،الہند۔

38۔ ذيل الرّشحات، از شیخ مراد بن عبداللہ قزانی۔ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی۔

39۔ مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے "تذكرة الرشيد" میں مولانا صادق الیقین کرسویؒ کے حوالے سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی یہ روایت نقل کی ہے: "سمعت الشاه احمدسعيد، يقول: سمعت الشاه محمداسحاق، يقول: سمعت الشاه أهل اللّٰه دهلوی .... إلیٰ آخره." (دیکھئے! تذکرۃ الرشید،جلد:02۔ص:253۔مطبوعہ: مکتبہ مدنیہ، لاہور۔1406ھ) اسی طرح شیخ عبدالوہاب بن عبدالستار مکیؒ ''فیض الملک'' میں لکھتے ہیں: "وكان (شیخ احمد سعید دہلوی) قد قرأ كتب الحديث على الشيخ إسحاق ابن بنت الشيخ عبدالعزيز الدهلويؒ." (شیخ احمد سعید دہلویؒ نے حدیث کی کتابیں حضرت شاہ محمد اسحاق نواسہ حضرت شیخ عبدالعزیز دہلویؒ سے بھی پڑھیں۔) (دیکھئے! فيض الملك الوهاب المتعالى بأبناء أوائل القرن الثالث عشر و التوالى۔تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔جلد:01۔ص:116۔مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

40۔ یہاں پر ہمارے پیشِ نظر "التمهيد" کے مطبوعہ اور قلمی دونوں نسخوں میں یہ عبارت ہے: "عبدالرشيد بن امام عبدالقادر أبنا الشيخ ولى الله الدهلویؒ" ہے۔اس عبارت میں تصحیف ہوئی ہے۔اور یہ صراحتاً غلط ہے۔اس لیے کہ ایک تو حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ دوسرے یہ کہ شیخ عبدالرشید مجددیؒ (متوفی 1287ھ/ 1870ء) حضرت شاہ احمد سعید دہلویؒ کے صاحبزادے ہیں۔اور ان کے صاحبزادے شاہ محمد معصوم مجددیؒ ہیں۔جنھوں نے مکہ معظّمہ میں 1341ھ/ 1923ء میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے شیخ ابوالشرف ہیں۔جن سے حضرت سندھیؒ کی مکہ مکرمہ میں ملاقات ثابت ہے۔اس طرح صحیح عبارت وہ ہے، جو ہم نے ترجمے میں پیشِ نظر رکھی۔غالباً "التمهيد" کی اس مذکورہ عبارت میں سے "...ابن شاه احمدسعيد دهلویؒ. و امام رفيع الدين دهلویؒ ...." کی عبارت رہ گئی ہے۔

41۔ حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ نے 1857ء کی جنگِ آزادی میں جہادِ آزادی کے حق میں فتویٰ دیتے ہوئے درج ذیل الفاظ پر صاد کیا تھا: ''چوں فرنگیان بر دہلی حملہ آور شدہ اند و جان و مال مسلماناں در خطر است، لہٰذا بر مسلمانانِ ہند جہاد فرض شدہ۔'' (چوں کہ انگریز دہلی پر حملہ آور ہیں، اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی جان اور مال کو خطرہ درپیش ہے، اس لیے ہندوستان کے

www.rahimia.org

مسلمانوں پر جہاد فرض ہے۔) (دیکھئے! مقدمہ رسالہ ''اثبات المولد و القیام'' ۔از: محمد اقبال مجددی۔ص:05۔مطبوعہ: استنبول) چناں چہ 1857ء میں انگریزوں کے دلی پر تسلط کے بعد حضرت شاہ احمد سعید دہلویؒ کے لیے دہلی میں قیام کرنا مشکل ترین ہوگیا، تو آپؒ نے محرم 1274ھ/ اگست، ستمبر 1857ء کو عشا کی نماز کے بعد اپنے اہل وعیال، خلفا اور خانقاہ کے دیگر متعلقین و متوسلین کے ہم راہ حرمین شریفین کے ارادے سے دہلی سے لاہور کا سفر کیا۔ ان کا تعاقب انگریز کی فوج کے ایک رسالدار میجر نورنگ خان گنڈاپور نے کیا۔ ملاقات پر معلوم ہوا کہ وہ آپؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کا مرید ہے۔ اس لیے اس نے آپؒ کو گرفتار کرنے کے بجائے خیریت سے لاہور جانے دیا۔ لاہور آکر آپؒ نے کچھ دن قیام کیا۔ اور پھر 10/ربیع الثانی 1274ھ/ 28/نومبر 1857ء کو لاہور سے روانہ ہوکر ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب خانقاہ موسیٰ زئی شریف پہنچے۔ تقریباً دو ماہ وہاں قیام کے بعد براستہ ٹھٹھہ اور بمبئی شوال 1274ھ/مئی جون 1858ء میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور پھر حج کے بعد مدینہ منورہ میں مستقل قیام پذیر رہے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھئے! تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مؤلفہ: محمد نذیر رانجھا۔ص: 109 تا 116۔مطبوعہ: جمعیت پبلی کیشنز، لاہور)

42۔ ذیل الرّشحات۔تالیف: شیخ مراد بن عبداللہ قزانی۔ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی۔

43۔ شیخ ارشاد حسین رام پوریؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش پائی۔ پھر دہلی کا سفر کیا۔ اور حضرت شیخ احمد سعید دہلویؒ کی صحبت اختیار کی۔ اور انہی سے حدیث کی سند اور طریقۂ مجددیہ کی تربیت اور خلافت حاصل کی۔ اور پھر واپس رام پور جا کر درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں مصروف ہوگئے۔ انھوں نے، شیخ نورالحسن بن نواب صدیق حسن قنوجیؒ کے نام اجازتِ حدیث کی تحریر لکھ کر دی۔ جس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آپؒ کا انتقال پیر کے دن 15/ جمادی الاخریٰ 1311ھ/ 25 دسمبر 1893ء کو ہوا۔ (دیکھئے! نزهة الخواطر۔ جلد:08۔ص:57۔طبع:لکھنؤ)

44۔ آثار الصنادید، مؤلفہ: سرسید احمد خان، ص:578۔طبع: سینٹرل بک ڈپو، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔1965ء۔

45۔ روایت شیخ عبدالغنی بن عبدالواحد بڈھانویؒ۔ اس روایت کا حوالہ دریافت نہ ہوسکا۔

46. اليانع الجنى، على هامش كشف الاستار عن رجال معاني الآثار، ص58، طبع دار الاشاعت بديوبند، الهند.

47۔ ایضاً۔ص:59۔

48۔ ''براھینِ قاطعه'' دراصل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی تصنیف ہے۔ جو انھوں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حکم سے مولانا عبدالسمیع رام پوری کی کتاب ''انوارِ ساطعه'' کے جواب میں لکھی تھی۔ اس کتاب میں سنت و بدعت کی حقیقت بہت عمدہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے مکمل طور پر پڑھا تھا۔ اور اس کتاب پر تقریظ لکھ کر اس کے لفظ لفظ کی تائید و تصدیق کی تھی۔ حضرت سندھیؒ نے اسی وجہ سے اس کتاب کو حضرت گنگوہیؒ کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔ نیز اس کتاب کی تصدیق حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے اپنے ایک خط بنام مولوی نذیر احمد رام پوریؒ میں بھی کی ہے۔ اس کتاب میں سنت و بدعت کی حقیقت کے لیے صفحات 34 تا 51 ملاحظہ فرمائیں۔ اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریظ کے لیے صفحہ 274 اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے خط کے لیے صفحہ 275 تا 280 ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب پہلی بار 24/ رمضان المبارک 1304ھ/ جون 1887ء میں طبع ہوئی۔ (براھینِ قاطعه۔مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی۔ 1987ء)

49۔ قصیدہ مشتمل بر بعض حالات مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ یہ قصیدہ 92 اشعار پر مشتمل ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے یہ قصیدہ دارالعلوم دیوبند کے ایک اجلاس منعقدہ 20/صفر المظفر 1324ھ/ 15 اپریل 1906ء میں پیش فرمایا۔ ''کلیاتِ شیخ الہند'' کے مرتب مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ کے مطابق اس قصیدے نے حاضرینِ مجلس کو مضطر اور بے قرار بنا دیا۔ (دیکھیے! کلیاتِ شیخ الہندؒ۔ مرتبہ: سید اصغر حسین۔ مطبوعہ: مطبع قاسمیہ، دیوبند۔ 1340ھ۔ طبع ثانی: مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان، کراچی۔

www.rahmia.org

ص:67-71۔اشاعت:1996ء۔)

50۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ''مفہّمون'' کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جن کی ملکیت اور بہیمیت میں کش مکش کے بجائے باہمی تصالح پایا جاتا ہے۔ اور ان کی ملکیت انتہائی بلند ہوتی ہے۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے نازل ہونے والے داعیۂ حقانیہ کی بنیاد پر یہ طاقت وقوت پیدا ہوتی ہے کہ وہ عدل وانصاف اور بہترین نظام کے قیام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور ان پر ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے اس حوالے سے بہترین علوم اور الٰہی احوال مترشح ہوتے ہیں۔'' (دیکھیے! حجۃ اللہ البالغہ، جلد:01۔ص:84۔طبع بیروت)

51۔ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے مزاجوں کا یہ فرق ''ارواحِ ثلاثہ'' میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ چناں چہ اس میں لکھا ہے کہ: ''مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو (آپ نمازِ) اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے۔...آپ کے پاس جب تک کوئی بیٹھا رہتا، برابر اس کے ساتھ بات چیت کرتے اور بولتے رہتے۔ مولانا رشید احمد صاحب کی اور شان تھی۔ کوئی بیٹھا ہو، جب وقت اشراق یا چاشت کا آیا، وضو کرکے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اٹھنے کی اجازت لیں۔ جہاں کھانے کا وقت آیا، لکڑی لی اور چل دیے۔ چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو۔ وہاں یہ شان تھی، جیسے بادشاہوں کی شان۔ ایک تو بات ہی بہت کم کرتے تھے، اور اگر کچھ مختصر سی بات کہی تو جلدی سے ختم کرکے تسبیح لے کر ذکر میں مشغول ہوگئے۔ کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب مختصر دے دیا۔ اور اگر نہ پوچھی تو گھنٹوں بیٹھا رہے، انھیں کچھ مطلب نہیں۔'' ....(ایک دفعہ) مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا گنگوہیؒ سے فرمانے لگے کہ: ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے۔ ہماری نظر ایسی نہیں۔ بولے کہ: جی ہاں! ہمیں کچھ جزئیات یاد ہوگئیں تو آپ کو رَشک ہونے لگا۔ اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں، ہم نے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا۔'' ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ یہ انھیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ انھیں۔'' (دیکھیے! قصص الأکابر لحصص الاصاغر۔افادات: مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ص:71-72۔ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔

52۔ دیکھیے ''قصیدۂ مدحیہ در ثنا ومنقبت مرشدان والا مقام جناب مولانا محمد قاسم صاحب وحضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما'' یہ قصیدہ 135 اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے آخری اشعار یہ ہیں:

قبر سے اُٹھ کے پکاروں جو رشید و قاسم — بوسہ دیں لب کو مرے مالک و رضواں دونوں
ہادیٔ خلق رہیں ان کے غلام و خدام — اور حسّاد و عدوّ غولِ بیاباں دونوں
ان کے اصحاب رہیں تکیہ زنِ مسندِ دیں — خصم و بدخواہ رہیں خوار و پریشاں دونوں
آل و اتباع ہوں مسعود و سعید و طیب — اور بداندیش وشقی خائب وخزیاں دونوں
اُن کے چہرہ پہ رہے غازۂ امن وایماں — زیب سر اِن کے رہے نکبت وخذلاں دونوں

عاقب ان کے مجنوں کی ہو یاربّ محمود
اور مخالف کو سدا ذلت و خسراں دونوں

(دیکھیے! کلیاتِ شیخ الہندؒ۔ مرتبہ: سید اصغر حسین۔ مطبوعہ: مطبع قاسمیہ، دیوبند۔ 1340ھ۔طبع ثانی: مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان، کراچی۔ص:56-64۔اشاعت:1996ء)

53۔ دیکھیے! ''موضح الفرقان'' ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ بمع تفسیر عثمانی۔ص:811۔مطبوعہ: دارالقرآن۔اردو بازار، لاہور۔

54۔ ''جمعیت الانصار'' کی تنظیم سازی کے کیا مقاصد تھے؟ اس حوالے سے ''قواعد ومقاصد جمعیت الانصار'' میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ لکھتے ہیں: ''ابوالحسین عبیداللہ بن الاسلام سندھی، مدرسہ عالیہ دیوبند اور جمعیت الانصار کے متعلق معلومات تازہ

www.rahimia.org

کرنے کی غرض سے عرض پرداز ہے کہ اہلِ علم کی نظر میں کوئی تعلیم گاہ اسلامی دارالعلوم یا مذہبی یونیورسٹی نہیں بن سکتی، جب تک اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات شائع کرنے والے معنوی خلفا تیار کرنے کا پورا تہیہ نہ کرلیا جائے۔‘‘ (مضمون طبع شدہ ماہنامہ القاسم 1913ء، مشمولہ: خطبات ومقالات، مرتبہ: مفتی عبدالخالق آزاد، ص 99، طبع دارالتحقیق والاشاعت، لاہور)

55۔ شیخ حسین بن محسن بن محمد انصاری یمنیؒ: آپؒ 14/ جمادی الاولیٰ 1245ھ (11/نومبر 1829ء) کو یمن کے ایک شہر ’’حدیدہ‘‘ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ محسن بن محمد انصاریؒ سے حاصل کی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ایک بستی ’’مراوعہ‘‘ میں تشریف لے گئے۔ اور فقہ شافعیؒ کے مطابق فقہی مہارت حاصل کی۔ پھر آپؒ نے یمن سے ’’زبید‘‘ شہر کا سفر کیا۔ اور وہاں سید علامہ سلیمان بن محمد بن عبدالرحمٰن اہدلؒ سے صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کے صاحبزادے شیخ صفی الدین احمد شوکانیؒ سے بھی حدیث کی اجازت حاصل کی۔ شیخ حسین یمانیؒ یمن سے ’’حدیدہ‘‘ کے قریب ’’لحیہ‘‘ شہر کے قاضی مقرر ہوئے۔ وہاں آپؒ چار سال تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ’’حدیدہ‘‘ کے نواب احمد پاشا نے اپنے مطلب کا آپؒ سے فتویٰ لینا چاہا، لیکن آپ نے انکار کردیا۔ اس پر اس نے آپ پر بڑا ظلم کیا۔ آپؒ نے عہدۂ قضا سے استعفا دیا۔ اور یمن سے ہجرت کی۔ اور ہندوستان آکر بھوپال میں قیام کیا۔ یہاں ان سے بہت سے علما نے استفادہ کیا۔ چناں چہ نواب صدیق حسن قنوجیؒ، مولانا سید عبدالحیٔ حسنی لکھنویؒ وغیرہ نے سندِ حدیث حاصل کی۔ آپؒ کا انتقال بھوپال میں ہی 11/ جمادی الاخریٰ 1327ھ (30/ جون 1909ء) کو منگل اور بدھ کی درمیانی رات، صبح کے وقت ہوا۔ (دیکھیے! **نزھۃ الخواطر**۔ جلد:08۔ ص:121-126۔ طبع: لکھنؤ)

56۔ درجِ ذیل مشائخ: (i) شیخ عباس بن جعفر مکیؒ: آپؒ مکہ مکرمہ کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپؒ نے شیخ محمد عابد سندھیؒ سے اجازتِ حدیث حاصل کی تھی۔ 1286ھ (1869ء) میں آپؒ بندرگاہ جدہ کے قاضی بنے۔ تین سال تک یہاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر رجب 1310ھ (1893ء) میں مکہ مکرمہ کے مفتی رہے۔ آپؒ کا انتقال جمعہ کے دن 13/ ربیع الثانی 1320ھ/ 20/ جولائی 1902ء کو ہوا۔ انھوں نے شیخ عبدالستار دہلویؒ کو اجازتِ عامہ عطا کی۔ (دیکھیے! **فیض الملک الوھّاب المتعالی بأبناء أوائل القرن الثّالث عشر و التّوالی**۔ تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔ جلد: 01۔ ص:774۔ مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

(ii) سید محمد علی بن ظاہر وِتری مدنی بغدادیؒ: آپ مدینہ منورہ میں ذوالقعدہ 1261ھ/ نومبر 1845ء میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورِش پائی۔ ابتدائی اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ اور ان کی صحبت اختیار کی۔ فقہ اور دیگر علوم مدینہ منورہ کے دیگر مشائخ سے حاصل کیے۔ پھر علوم کے حصول کے لیے مصر، قسطنطنیہ اور مراکش کا سفر کیا۔ پھر مدینہ منورہ آکر مسجدِ نبویؐ اور اپنے گھر میں میں تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔ آپؒ کا انتقال جمعہ کی نماز سے پہلے یکم جمادی الاخریٰ 1322ھ/ 13/ اگست 1904ء میں ہوا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ انھوں نے شیخ عبدالستار دہلویؒ کو اجازتِ عامہ عطا کی۔ (دیکھیے! **فیض الملک الوھّاب المتعالی بأبناء أوائل القرن الثّالث عشر و التّوالی**۔ تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔ جلد: 03۔ ص:1751۔ مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

(iii) سید عبدالجلیل بن عبدالسلام برّادہ مدنی اسلمی حنفیؒ: آپؒ 1242ھ/ 1826ء میں پیدا ہوئے۔ آپؒ مراکش کے مشہور شہر ’’فاس‘‘ کے اہلِ علم وفضل اور اہلِ بیت کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی تربیت مراکش میں حاصل کی۔ آپؒ علامہ عبدالمجید منّانی کے خصوصی اصحاب میں سے ہیں۔ اور انہی کے ساتھ 1258ھ/ 1842ء میں آپؒ نے حج کیا۔ اور پھر حرمین شریفین کے اساتذہ سے تربیت حاصل کی۔ جن میں حضرت شیخ عبدالغنی مجددیؒ سے بھی اجازتِ حاصل کی۔ آپؒ نے بھی شیخ عبدالستارؒ کو اِجازتِ عامہ عطا کی تھی۔ آپؒ کا انتقال 1326ھ/ 1908ء میں ہوا۔ (دیکھیے! **فیض الملک الوھّاب**

www.rahimia.org

المتعالی بأبناء أوائل القرن الثّالث عشر و التّوالی ۔تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔جلد: 01۔ ص:782۔مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

(iv) شیخ نورالحسنین بن مولانا محمد حیدر بن ملا مبین بن ملا محبّ اللہ سہالوی انصاری فرنگی محلیؒ: آپ ملا قطب الدین سہالویؒ کی اولاد میں سے ہیں۔حیدر آباد دکن میں 21/رمضان 1252ھ/ 31/دسمبر 1836ء میں پیدا ہوئے۔اپنے چچاؤں سے آپؒ نے تعلیم حاصل کی۔ نیز اپنے نانا شیخ عبدالحیٔ لکھنویؒ اور شیخ عبدالحلیم بن امین اللہ لکھنویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کو حضرت شیخ محمد عابد سندھیؒ سے بھی اجازت حاصل تھی۔ آپؒ نے شیخ عبدالستار دہلویؒ کو اجازتِ عامہ عطا کی تھی۔آپؒ کا انتقال ستر سال کی عمر کے بعد کسی سن میں ہوا۔(دیکھئے!فیض الملک الوهّاب المتعالی بأبناء أوائل القرن الثّالث عشر و التّوالی۔تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔جلد: 03۔ص:1939۔مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

57۔ شیخ تاج الدین عبدالستار بن عبدالوہاب ہندیؒ: ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے: شیخ عبدالوہاب بن محمد خدایار بن عظیم حسین یار بن احمد یار مبارک شاہی بکری صدیقی حنفی دہلوی مکیؒ۔ ان کی کنیت ابوالفیض اور ابوالاسعاد ہے۔ان کے تایا غلام نبی بن محمد خدایار خان 1245ھ/ 1829ء میں دہلی سے مکہ مکرمہ کاروبار کے لیے آگئے تھے۔جب کہ آپؒ کے والد 1249ھ/ 1833ء میں حج کے لیے مکہ آئے۔اور یہیں قیام پذیر ہوگئے۔ان کے تایا غلام نبی دہلویؒ (1200ھ/ 1886ء-1274ھ/ 1867ء) نے مکہ مکرمہ میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ اور شاہ محمد یعقوب دہلویؒ کی صحبت اختیار کی۔اور ان کے لیے ''محلّہ شامیہ'' میں ''رباط'' وقف کیں۔ شیخ عبدالستارؒ کی پیدائش 25/ذی قعدہ 1286ھ/ 26/فروری 1870ء میں مکہ مکرمہ میں ''محلّہ شامیہ'' میں ہوئی۔ شیخ عبدالستار نے ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ میں اپنے ''محلّہ شامیہ'' میں حاصل کی۔ پھر مدرسہ صولتیہ میں داخل ہوکر وہاں کے علما سے علومِ متداولہ حاصل کیے۔اور شیخ عباس بن جعفر بن صدیق مکی وغیرہ بڑے مشائخ سے تعلیم حاصل کی۔

آپؒ عصر کی نماز کے بعد باب المحکمة الشّرعیه کے پاس بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔اور حرم میں باب عمرہ کے قریب ''رباطِ داؤدی'' میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔آپؒ نے 1313ھ (1895ء) میں ایک بڑی لائبریری اور مکتبہ قائم کیا تھا۔اور اسے وقف کرکے اس کی نگرانی اور نظم و نسق کے لیے شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار دہلویؒ کو مقرر کیا۔اور تحریر لکھ دی کہ میری وفات کے بعد یہی اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ لائبریری ''مکتبه فیضیه مکیه مبارک شاهیه بکریه'' کے نام سے مشہور تھی۔آج کل اسے ''مکتبہ الحرم المکی'' میں ضم کردیا گیا ہے۔اور یہ لائبریری اس مکتبے کے ایک اہم گلگشن کے طور پر مشہور و معروف ہے۔خاص طور پر اس کے وہ مخطوطات بڑی اہمیت کے حامل ہیں، جن کا تعلق مکہ مکرمہ اور حجاز کی تاریخ سے ہے۔آپؒ کی کئی تصانیف ہیں۔جن میں اہم ترین کتاب ''فیض الملک الوهّاب المتعالی بأبناء الاوائل القرن الثّالث عشر و التّوالی'' تین جلدوں میں ہے۔جسے ڈاکٹر عبدالملک بن عبداللہ بن دہیش نے 2009ء میں دوسری مرتبہ تحقیق کے ساتھ مکہ مکرمہ سے شائع کیا ہے۔حضرت سندھیؒ نے نہ صرف اِن سے اجازتِ حدیث لی، بلکہ انھیں جن مشائخ سے اجازتِ عامہ حاصل تھی، حضرت سندھیؒ اُس میں بھی داخل ہیں۔ شیخ عبدالستارؒ کا انتقال 1355ھ/ 1936ء میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔(دیکھئے!فیض الملک الوهّاب المتعالی بأبناء أوائل القرن الثّالث عشر و التّوالی۔تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔جلد: 02۔ص:1206۔مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

58۔ شیخ عبداللہ بن محمد غازی ہندیؒ سے کون سے بزرگ مراد ہیں، اور ان کے حالات کیا ہیں، ہمیں دستیاب نہیں ہوسکے۔

59۔ شیخ ابوالشرف عبدالقادر بن محمد معصوم بن شیخ عبدالرشید بن شیخ احمد سعید بن شیخ ابوسعید مجددیؒ: آپؒ کے والد حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے اپنے والد کے چچا حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے تعلیم حاصل کی تھی۔اور اپنے دادا شیخ احمد سعید مجددیؒ سے طریقت کا فیض حاصل کیا۔اپنے والد شیخ عبدالرشید کے انتقال کے بعد آپؒ نے ''رام پور'' میں ''خانقاہِ معصومیہ مجددیہ نقشبندیہ'' کی بنیاد رکھی تھی۔

www.rahimia.org

اور 32 سال تک وہاں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور 10/ شعبان 1341ھ/ 28/ مارچ 1923ء کو انتقال فرمایا۔ (نزہۃ الخواطر۔ جلد:08۔ ص:481) شیخ ابوالشرف عبدالقادر بھی اپنے والد کے ساتھ حرمین شریفین میں قیام فرما رہے۔ حضرت سندھیؒ کی ان سے وہاں پر بھی ملاقات ہوئی۔ اور اجازتِ حدیث حاصل کی۔ ان کے پورے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

60۔ شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار بن عبدالرحمٰن بن علی جان دہلویؒ: آپؒ دہلی میں 1315ھ/ 1897ء کو پیدا ہوئے۔ اور پھر دو سال کی عمر میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں مکہ کے مشائخ سے آپؒ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ خاص طور پر شیخ عبدالستار بن عبدلواہابؒ آپؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ آپؒ کو بہت سے اساتذہ سے اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ اس خاندان کا بڑا گہرا تعلق حضرت شیخ الہند اور حضرت شاہ اسحاق دہلویؒ کی تحریک سے رہا ہے۔ حاجی علی جانؒ دہلی کے مشہور تاجر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ دہلی کے اس تاجر خاندان کی بڑی شان دار تاریخ ہے۔ جس زمانے میں بینک نہیں ہوتے تھے، لوگ انھیں دہلی میں روپیہ دیتے اور وہ ان کو مکہ معظّمہ میں مل جاتا تھا۔ اس زمانے میں دہلی اور مکہ میں ان کا وسیع کاروبار تھا۔ اس خاندان کا حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے متبعین مجاہدین ستھیانہ وغیرہ سے بھی قریبی تعلق رہا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کی گونر حجاز غالب پاشا سے ملاقات میں بھی ان کے والد حافظ عبدالجبارؒ واسطہ بنے تھے۔ وہ اس کے خاندان میں معمر، سمجھ دار اور امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت مدنیؒ نے ''نقشِ حیات'' میں ان کی تعریف کی ہے۔ حضرت سندھیؒ جب مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو شیخ عبدالوہاب دہلویؒ نے آپؒ کی ہر طرح مدد کی۔ مولانا سندھیؒ کے علمی کاموں میں شیخ عبدالوہاب دہلویؒ برابر شریک ہوتے تھے۔ آپؒ ہی کے تعاون سے حضرت سندھیؒ نے ''مؤطا'' کی شرح ''مسوّٰی'' دو جلدوں میں مکہ مکرمہ سے شائع کی تھی۔ بعض مشائخ کی سندِ حدیث کی اجازت حضرت سندھیؒ نے اِن سے لی۔ جب کہ انھوں نے بھی حضرت سندھیؒ سے تعلیم حاصل کی اور استفادہ کیا۔ پروفیسر محمد سرور صاحب کے بقول ''میں نے اپنے مکہ کے قیام میں، جو بہت مختصر تھا، کئی بار شیخ عبدالوہاب دہلویؒ کو حضرت مولانا سندھیؒ سے پڑھتے اور استفادہ کرتے دیکھا ہے۔'' (افادات و ملفوظات از حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ مرتبہ: پروفیسر محمد سرور۔ ص:41-42۔ طبع: لاہور) آپؒ کو آپؒ کے استاذ شیخ عبدالستار بن عبدالوہابؒ نے اپنے وقف کیے ہوئے کتب خانے کا منتظم اور نگران مقرر کیا تھا۔ شیخ عبدالوہاب دہلویؒ کا انتقال 1381ھ/ 1961ء میں ہوا۔ (دیکھئے! فیض الملک الوہاب المتعالی بأبناء أوائل القرن الثالث عشر و التوالی۔ تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔ جلد: 01۔ ص:38۔ مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

61۔ شیخ عبدالحئی بن اِبن سیدی عبدالکبیر کتانی فاسی مالکیؒ: آپؒ مراکش کے شہر ''فاس'' میں جمعہ کے دن ربیع الاول 1303ھ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے اپنے والد اور بھائی سے تعلیم حاصل کی۔ اور پھر 1323ھ میں حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لائے۔ پھر دوسرا سفرِ حج آپؒ نے 1351ھ میں کیا۔ اسی موقعے پر حضرت سندھیؒ کو انھوں نے اجازتِ حدیث دی۔ (دیکھئے! فیض الملک الوهّاب المتعالی بأبناء أوائل القرن الثّالث عشر و التّوالی۔ تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقی ہندی مکیؒ۔ جلد: 01۔ ص:839۔ مطبوعہ: مکہ مکرمہ)

62۔ ان سے مراد شیخ قلندر بخش حسینی جلال آبادیؒ ہیں۔ آپؒ مظفر نگر کے قریب ایک بستی ''جلال آباد'' میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش حاصل کی۔ آپؒ نے حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ سے علم حاصل کیا۔ اور انہی سے تفقّہ اور دینی سمجھ بوجھ پایا۔ آپؒ سے شیخ امداداللہ تھانویؒ نے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کا انتقال 1260ھ (1844ء) میں ہوا۔'' (تفصیلات کے لیے دیکھیے! نزهة الخواطر، از مولانا عبدالحئیؒ لکھنویؒ، ج07، ص390، طبع لکھنؤ)

63۔ شیخ عارف باللہ نور محمد چشتی جھنجھانویؒ: آپؒ نے چشتی سلسلہ شیخ عبدالرحیم افغانی شہیدؒ سے حاصل کیا۔ اور اپنے شیخ کے ساتھ شریک ہو کر سرحدی علاقوں میں سید احمد شہیدؒ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ اور حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے۔ پھر ان کے حکم سے

www.rahimia.org

ہندوستان (مالی تعاون کے حصول کے لیے) تشریف لائے۔ آپؒ سے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے طریقت کا سلسلہ اخذ کیا۔ آپؒ کا انتقال رمضان 1259ھ (1843ء) میں ہوا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے! نزہۃ الخواطر، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ، ج07، ص518، طبع لکھنؤ)

64۔ شیخ عبدالرحیم افغانی سہارنپوریؒ: آپؒ مشہور مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کافی عرصے تک سہارنپور میں رہائش پذیر رہے۔ پھر جب حضرت سید احمد شہیدؒ سہارنپور تشریف لائے تو آپؒ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ اور ان سے بیعتِ جہاد کی۔ پھر ان کے ساتھ ہی سرحدی علاقوں میں جہاد کے لیے تشریف لے گئے۔ اور وہیں شہید ہوگئے۔ آپؒ کی شہادت ذی قعدہ 1246ھ (1831ء) میں ہوئی۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے! نزهة الخواطر، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ، ج07، ص260، طبع لکھنؤ)

65۔ شیخ وجیہ الدین سہارنپوریؒ: فاضل علما میں سے ایک تھے۔ آپؒ نے شیخ عبدالحئی بن ہبۃ اللہ بڈھانویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور پھر آپ نے بڑی طویل مدت تک سہارنپور میں درس و تدریس میں مشغولیت رکھی۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوریؒ ہیں۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے! نزہۃ الخواطر، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ، ج07، ص522، طبع لکھنؤ)

66۔ شیخ الفاضل علامہ ابو زاہد اسماعیل بن ادریس رومی ثم مدنیؒ: یہ اصل میں روم میں مقدونیہ کے قریب ایک بستی ''انادول'' کے رہنے والے ہیں۔ دمشق میں انھوں نے کافی عرصہ قیام رکھا۔ یہ روم، شام، مصر، حجاز کے بہت سے مشائخ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ جن کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں۔ سوائے ان دو مشائخ کے: صالح بن محمد فلانی مدنی مکیؒ اور محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد کربزی دمشقی شافعیؒ۔ آپؒ 1213ھ (1798ء) میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ پھر واپس شام چلے گئے تھے۔ پھر کچھ عرصے بعد دوبارہ مدینہ تشریف لائے اور مستقل وہاں قیام فرما رہے۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ (حاشیہ از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ)

67۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ لکھتے ہیں: ''میں اس بات سے واقف نہیں ہوں کہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ شاہ ولی اللہؒ سے روایت کرتے ہوں۔ شاید ہمارے شیخ (مولانا عبیداللہ سندھیؒ) اس سے واقف ہوں۔ مخدوم سندھیؒ کی اسناد کے لیے ''اتحاف الاکابر'' کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس کا نسخہ ابھی تک مخطوطے کی شکل میں ہے۔ طبع نہیں ہوسکا۔'' (حاشیہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ)

68۔ ان سے مراد علامہ محدث صدیق بن علی مزجاجی زبیدی حنفیؒ ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 1150ھ (1737ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے ''زبید'' شہر میں شیخ محمد بن علاء الدین سے صحیح بخاری، سنن ابی داؤد وغیرہ امہاتِ کتبِ حدیث پڑھیں۔ اور پھر سید سلیمان بن یحییٰ اہدل سے ان تمام کتابوں کو دوبارہ سماع کیا۔ آپؒ فقہ حنفی کے انتہائی اونچے درجے کے محقق تھے۔ آپؒ نے اپنی تمام زندگی ''مخا'' شہر میں تعلیم و تدریس میں گزار دی۔ پھر وہاں سے 1203ھ (1789ء) میں ''صنعاء'' شہر میں تشریف لائے۔ اور وہاں امام شوکانیؒ نے آپؒ سے اجازت لی بھی اور انھیں دی بھی۔ امام شوکانیؒ نے آپؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ: ''آپؒ بڑے ذہین، فطین، بہت عمدہ سمجھ بوجھ اور عقل و ادراک کے مالک تھے۔ آپؒ کا انتقال ''زبید'' شہر میں 1209ھ (1794ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نیل الوطر من تراجم رجال الیمن فی الثالث عشر۔ ج:02۔ ص۔14)

69۔ شیخ محدث مرزا حسن علی بن عبدالعلی لکھنویؒ: لکھنؤ شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ اور شیخ حیدر علی بن حمد اللہ سندیلوی سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی کا سفر کیا۔ اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے تعلیم حاصل کی۔ ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے بھی حاصل تھی۔ آپؒ نے حدیث پڑھنے پڑھانے کی طرف بہت زیادہ توجہ دی۔ شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں کہ: ''وہ علم حدیث میں بڑے متبحر عالم اور اس کے علوم کے بڑے ماہر تھے۔ لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق عبادت کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔'' (تفصیلات کے لیے دیکھیے! نزهة الخواطر، ج07، ص136، طبع لکھنؤ)

www.rahimia.org

70۔ شیخ الفاضل نورالحق بن انوارالحق انصاری لکھنویؒ: لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ آپؒ نے تمام درسی کتابیں علامہ عبدالعلی لکھنویؒ سے پڑھی۔ آپؒ کا انتقال اتوار کی رات 23 ربیع الاول 1238ھ (1822ء) میں ہوا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے! نزهة الخواطر، ج07، ص512، طبع لکھنؤ)

71۔ شیخ محدث سخاوت علی بن رعایت علی جونپوریؒ: 1225ھ (1810ء) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے بڑی کتابیں شاہ اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ سے پڑھیں۔ 1264ھ (1848ء) میں آپؒ اپنے خاندان سمیت مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے تھے۔ آپؒ کا انتقال 24/شوال 1274ھ (جون 1857ء) میں ہوا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے! نزهة الخواطر، ج07، ص214، طبع لکھنؤ)

72۔ شیخ احمد بن سلیمان اروادی، طرابلسی، خالدی، نقشبندیؒ: شام کے شہر طرابلس میں آپؒ نقشبندی سلسلے کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ آپؒ کا انتقال 1275ھ (1858ء) میں ہوا۔ آپؒ کی درجِ ذیل تصانیف ہیں: ''تاریخ کبیر''، ''الفیه فی علوم الأدب''، ''التبر المسبوق فی نهایت السّلوک''، ''مفرّجة الكروب بالصّلوٰة على النّبیّ المحبّ المحبوب''۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نظم۔ (معجم المؤلّفین، تالیف: عمر رضا کحالہ۔ جلد: 01۔ صفحہ: 236۔ طبع: بیروت۔)

73۔ شاید ان سے مراد محمد شاکر بن علی بن سعد عمریؒ ہیں۔ ان کی پیدائش 1157ھ (1744ء) اور انتقال 1222ھ (1807ء) میں ہوا۔ آپؒ حنفی فقیہ ہیں۔ اور دمشق کے رہنے والے ہیں۔ آپؒ کو ''ابن مقدم سعد'' بھی کہا جاتا ہے۔ آپؒ کی پہچان ''ابن العقاد'' کے نام سے بھی ہے۔ آپؒ چھوٹی عمر میں ہی تدریس میں مشغول ہوگئے تھے۔ اکثر معاصرین آپؒ کے شاگرد ہیں۔ انہی کے نام سے علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ایک کتاب ''عقود اللآلی فی أسانید العوالی'' لکھی ہے۔ علما کا اتفاق ہے کہ آپؒ اپنے زمانے کے محقق عالم تھے۔ ابن عابدینؒ نے ان کی ایک نظم بھی جمع کی ہے۔ (دیکھیے! الأعلام للزركلي، جلد: 07۔ صفحہ 27)

74۔ ان سے مراد شیخ مصطفیٰ بن محمد یونس طائی حنفی ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 1138ھ (1726ء) میں ہوئی۔ اور انتقال 1192ھ (1778ء) میں ہوا۔ آپؒ مصر میں پیدا ہوئے۔ آپؒ فقیہ تھے۔ اور بعض علوم میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔ آپؒ کی تالیفات میں فقہ حنفی کے مسائل میں: ''توفیق الرّحمٰن شرح کنز دقائق البیان'' دو جلدوں میں۔ ''حاشیه علی الاُشمونی''، ''شرح الشمائل''، ''مختصر توفیق البیان بشرح دقائق البیان''۔ (دیکھیے! معجم المؤلّفین۔ از عمر رضا کحالہ۔ جلد: 12؟۔ صفحہ: 685)

75۔ شیخ حسن بن حسن بن عمر شرنبلالی، مصری، حنفیؒ: آپؒ کی کنیت ''ابو المحفوظ'' ہے۔ آپؒ کا انتقال 1129ھ (1717ء) میں ہوا۔ آپؒ بڑے فقیہ اور اصولِ فقہ کے ماہر تھے۔ آپؒ کی تصانیف میں: ''غایت التحقیق فی أحکام کیی الحمصه'' ہے۔ آپؒ کے والد ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی وفائی حنفیؒ ہیں۔ جن کی پیدائش 994ھ (1586ء) اور انتقال 1069ھ (1669ء) میں ہوا۔ آپؒ فقیہ تھے۔ فقہ آپؒ نے شیخ عبداللہ نحریریؒ، محمد محبیؒ اور شیخ علی بن غانم مقدسیؒ سے حاصل کی۔ اور جامعہ ازہر میں درس دینا شروع کیا۔ آپؒ سے علما کی ایک بہت بڑی تعداد نے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کا انتقال قاہرہ میں ہوا۔ آپؒ کی بہت زیادہ تصانیف میں سے ''نور الإیضاح''، ''حاشیه علیٰ کتاب الدّر و الغرر لملاّ خسرو''، ''السّعادات فی علم التّوحید و العبادات'' وغیرہ ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلّفین۔ از: عمر رضا کحالہ۔ جلد: 03۔ صفحہ: 315)

76۔ شیخ محدث عبدالرحمٰن بن سلیمان اہدل یمنی زبیدیؒ: آپؒ کی پیدائش ماہِ ذی القعدہ میں 1179ھ (اپریل 1766ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ اور انہی سے آپؒ کو تمام کتابوں کی اجازتِ عام حاصل ہے۔ آپؒ نے شیخ عبداللہ بن عمر خلیل زبیدیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور ان سے بھی اجازت لی۔ اور اسی طرح شیخ عبداللہ بن سلیمان جوہریؒ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ اور ان سے بھی اجازت لی۔ اسی طرح آپؒ نے سید عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ عیدروس باعلوی مصریؒ، سید مرتضیٰ حسینی زبیدیؒ،

www.rahmia.org

مصنف تاج العروس شرح القاموس، شیخ احمد بن ادریس مغربی حسنیؒ اور شیخ عبدالخالق بن علی مزجاجیؒ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کا انتقال شہر ''زبید'' میں ماہِ رمضان 1250ھ (جنوری 1835ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نیل الوطر۔ تالیف: محمد بن محمد صنعانیؒ، جلد: 02۔ صفحہ: 30۔ طبع: مکتبہ سلفیہ، قاہرہ، مصر)

77۔ شیخ محمد بن محمد بن سنہ فلانی، شنقیطی، عمریؒ: (1042-1186ھ/ 1633-1772ء) آپؒ مغربی سوڈان میں ایک شہر ''فلان'' کی طرف نسبت رکھتے ہیں۔ آپؒ بڑے محدث، احادیث کے حافظ اور اس کی روایت کرنے والے ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلّفین۔ مؤلفہ: عمر رضا کحالہ۔ جلد: 11۔ صفحہ: 221۔ طبع: مکتبۃ المثنی و دار أحیاء التّراث العربی، بیروت)

78۔ ان سے مراد شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحمٰن کریزی، دمشقی، شافعیؒ (1181-1262ھ/ 1770-1846ء) ہیں۔ آپؒ کا لقب ''وجیہ الدین'' اور کنیت ''ابوالمحاسن'' ہے۔ آپؒ عالم اور محدث ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے۔ اور حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ تو 19/ ذی الحجہ 1262ھ/ 08/ دسمبر 1846ء میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ آپؒ کی ایک بیاض ہے، جس میں آپؒ نے اپنی صحیحین اور بعض کتب کی اسانید جمع کی ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلّفین۔ تالیف: عمر رضا کحالہ۔ جلد: 05۔ صفحہ: 177۔ طبع: مکتبۃ المثنی و دار أحیاء التراث العربی، بیروت)

79۔ ان سے مراد شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن زین الدین بن عبدالکریم صغدی عطار المعروف کریزیؒ، محدث اور مسند ہیں۔ آپؒ دمشق میں 13/ شعبان 1140ھ/ 26/ مارچ 1728ء میں پیدا ہوئے۔ جامع بنی امیہ میں حدیث کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ آپؒ کا انتقال 29/ ربیع الاول 1221ھ/ 17/ جون 1806ء کو دمشق میں ہوا۔ آپؒ کی تصانیف میں ابن حجرؒ کی ''شرح اربعین'' جو نامکمل تھی۔ اسی طرح ''شرح نخبة الفکر لإبن حجر'' جو نامکمل تھی۔ اور ''شرح الفیه مصطلح الحدیث لشیخ الإسلام''۔ (دیکھیے معجم المؤلّفین۔ تالیف: عمر رضا کحالہ۔ جلد: 10۔ صفحہ: 152۔ طبع: مکتبة المثنی و دار أحیاء التّراث العربی، بیروت)

80۔ میں کہتا ہوں کہ: شیخ صالح فلانیؒ کی کتاب ''قطف الثّمر'' کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس میں آپؒ کا امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرنا نہیں پایا۔ اور ویسے بھی شیخ صالح کی پیدائش 1166ھ (1753ء) میں ہے۔ جیسا کہ معجم المؤلفین کے مؤلف نے لکھا ہے۔ اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وفات 1176ھ (1762ء) میں ہوئی ہے۔ اس طرح امام شاہ ولی اللہؒ کی وفات کے وقت اِن کی عمر 10 سال ہے۔ ایسی صورت میں وہ کیوں کر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کر سکتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ عبارت میں غلطی ہوئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ شیخ صالح فلانی مالکیؒ نے شیخ محمد بن سنہ فلانی سے روایت کی ہے۔ اور انھوں نے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کی ہے۔ یا ایسا ممکن ہے کہ اجازتِ عامہ کی بنیاد پر مولانا سندھیؒ نے اس کا تذکرہ کر دیا۔ تحقیق کے لیے دیکھیں! حصر الشارد، تالیف: شیخ محمد عابد سندھیؒ۔ یہ ابھی تک مخطوطہ ہے۔ واللہ اعلم (کتبہٗ غلام مصطفیٰ قاسمی)

81۔ میں کہتا ہوں کہ: اس سے مراد مشہور محدث ابوعلی محمد بن علی شوکانی، مؤلف نیل الأوطار وغیرہ نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ان کی پیدائش پیر کے دن 28/ ذی قعدہ 1173ھ (1760ء) میں ''خولان'' کے قریب (یمن میں) ایک قصبہ ''شوکان'' ہوئی۔ اور ان کا انتقال 1255ھ (1839ء) میں ہوا۔ بلکہ ان سے مراد ان کے والد علی شوکانیؒ ہیں۔ اس لیے کہ وہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ہم عصر ہیں۔ جیسا کہ یہ بات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے، جو اسماء الرجال کی کتابوں سے واقف ہیں۔ باقی حقیقتِ حال اللہ زیادہ جانتا ہے۔ (کتبہٗ غلام مصطفیٰ قاسمی)

82۔ شیخ محدث محبوب علی بن مصاحب علیؒ مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ یکم محرم/ 1200ھ (1785ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور شیخ عبدالقادر دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے بھی بلا واسطہ اجازت حاصل ہے۔ شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے پاس ''ترمذی شریف'' کی قرأت اور سماعت میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، آپؒ کے ساتھ شریک تھے۔ آپؒ کا انتقال

www.rahimia.org

10/ذی الحج 1280ھ (1864ء) میں دہلی میں ہوا۔ اور وہیں آپؒ دفن ہوئے۔ (دیکھیے! نـزھۃ الـخـواطـر۔ جلد:07۔ صفحہ:406)

83۔ ان سے مراد شیخ عالم الکبیر مجاہد نصیرالدین حسینی دہلویؒ ہیں۔ آپؒ امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے نواسے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش دہلی شہر میں ہوئی۔ آپؒ نے حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کی شادی حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپؒ نے حضرت شاہ محمد آفاق عمری نقشبندیؒ سے سلسلۂ تصوف حاصل کیا۔ آپؒ نے 1250ھ (1834ء) میں مجاہدین کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ہجرت کی۔ اور ایک طویل مدت تک سندھ میں قیام کیا۔ پھر سید امام احمد شہیدؒ کے ساتھیوں پر مشتمل مجاہدین کے مرکز ''ستھانہ'' پہنچے تو انھوں نے انھیں اپنا امیر بنا لیا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی۔ آپؒ کا انتقال 1256ھ (1840ء) کے قریب ہوا۔ (دیکھیے! نزھۃ الخواطر۔ جلد:07۔ ص:503)

84۔ شیخ محمد شکور بن امانت علی جعفری، ہاشمی، مچھلی شہری: درس و تدریس کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب حضرت جعفر طیارؓ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ کی پیدائش 1211ھ (1796ء) میں ہوئی۔ پھر آپؒ نے دہلی کا سفر کیا۔ اور حضرت علامہ رشید الدین کشمیریؒ، مولانا عبدالحئی بڑھانویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ حکمت و منطق کے بعض فنون شیخ فضل امام خیرآبادیؒ سے حاصل کی۔ آپؒ نے اپنی آخری عمر میں حرمین شریفین کا سفر کیا۔ حج اور زیارات سے مستفید ہوئے۔ اور شیخ سید محمد حسین حنفی مفتی مکہؒ سے روایات اخذ کیں۔ وہ شیخ طحطاویؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپؒ کا انتقال یکم شوال/1300ھ (1883ء) میں شہر ''مچھلی شہر'' میں ہوا۔ (دیکھیے! نزھۃ الخواطر۔ جلد 07۔ صفحہ 444)

85۔ شیخ محدث عالم علی بن کفایت علی حسینی نگینوی ثم مراد آبادیؒ: آپؒ فقہائے حنفیہ کے اکابرین میں سے ایک تھے۔ نگینہ شہر میں آپؒ کی پیدائش اور پرورش ہوئی۔ آپؒ نے شیخ مملوک علی نانوتویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے حدیث پڑھی۔ مراد آباد میں رہائش اختیار کی۔ آپؒ سے ایک بڑی مخلوق نے فیض حاصل کیا۔ آپؒ کا انتقال 27/رمضان 1295ھ (1878ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزھۃ الخواطر۔ جلد:07۔ صفحہ 225)

86۔ شیخ بزرگ علی بن حسن علی مارہرویؒ: معقول و منقول کے مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ ''مارہرہ'' میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش پائی۔ ابتدائی علوم اپنے شہر میں حاصل کیے۔ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ اور حدیث کی سند امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے حاصل کی۔ آپؒ نے تمام علوم میں مہارت حاصل کی۔ خاص طور پر ریاضی اور حساب میں آپؒ کو خصوصی مہارت حاصل تھی۔ آپؒ کا انتقال 21/شوال 1262ھ (1846ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ جلد 07۔ صفحہ:98)

87۔ شیخ محمد بن حسین کتبیؒ: اصل میں مصر سے تعلق رکھتے ہیں۔ 1255ھ/1839ء میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ اور مسجدِ حرام میں فقہ اور حدیث کی تعلیم دینا شروع کی۔ 1266ھ/1850ء میں آپؒ کو والیٔ حجاز نے مکہ کا مفتی مقرر کیا۔ ایک سال تک آپؒ نے اِفتا کی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بعد پڑھنے پڑھانے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ قائم رکھا۔ یہاں تک کہ 1281ھ/1865ء میں آپؒ کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔ اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ (دیکھیے! مـوائـد الـفـضـل و الکرم الجامعۃ لتراجم اھل الحرام (قلمی)۔ تالیف: شیخ عبدالستار بن عبدالوہابؒ۔ ورق: 237۔ موجود مکتبۃ الحرم المکی، مکۃ المکرّمہ)

88۔ احمد بن علی شوکانی: آپؒ کی پیدائش 1219ھ (1804ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے والد شیخ الاسلام محمد بن علی شوکانیؒ سے بعض مختصر کتابیں پڑھیں۔ اور ان کی مجلس قرأتِ حدیث میں شریک ہوئے۔ پھر اپنے بڑے بھائی شیخ علی بن محمد شوکانیؒ کی خدمت میں رہے۔ اور انہی سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ آپؒ کو اپنے والد شیخ الاسلام محمد بن علی شوکانیؒ کی کتابوں سے بہت زیادہ تعلق تھا۔ اپنے والد کے بعد علمائے یمن میں بڑے مرتبے کے آدمی ہیں۔ آپؒ کا انتقال 1281ھ (1864ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نیـل الوطر من تراجم رجال الیمن فی القرن الثالث عشر۔ جلد:01۔ صفحہ:223۔ طبع: مکتبہ سلفیہ، قاہرہ)

کتب کا تقابلی مطالعہ

مَحبّت اور فلسفۂ مَحبّت

علامہ ابن حزمؒ و شاہ رفیع الدین دہلویؒ کی نظر میں

''طوق الحمامہ'' اور ''أسرار المحبّہ'' کا تقابلی مطالعہ

تحریر: ڈاکٹر حافظ محمد افضل (سعودی عرب)

تمہید

محبت ایسا سچا جذبہ ہے کہ اس سے ایک جانب تو محبوب کے کمالات سے پردہ اٹھتا ہے کہ یہی کمالات درحقیقت محبت کرنے والے کے دل میں عاطفۂ محبت کی بنیاد رکھتے ہیں اور دوسری جانب ان کمالات سے محبت کرنے والے کی یک گونہ مناسبت، جو اس کے دل میں راز کی طرح پوشیدہ ہوتی ہے، آشکارا ہو جاتی ہے۔ نیز محبوب کے کمالات و فیضان کے محبت کرنے والے کی جانب منتقل ہونے کی پیشین گوئی بھی ہے۔

محبت کا یہ قیمتی جوہر اگر صحیح مصرف میں لایا جائے تو قربِ الٰہی کے بلند درجات تک پہنچنے کا زینہ؛ سوچ و فکر کی سلامتی؛ اَخلاقِ عالیہ تک رسائی؛ اعمالِ صالحہ کی توفیق اور دنیا و آخرت میں نفع دینے والے روابط سے پختہ تعلق کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور اگر محبت کا یہ پاکیزہ جذبہ غلط مصرف میں یا نااہل ہاتھوں میں دے دیا جائے تو خطرناک فتنوں کے دروازے کھل جانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور یوں دین و دنیا دونوں ہی آدمی کے ہاتھ سے چلے جاتے ہیں۔ اس کی اسی زبردست اہمیت کے پیشِ نظر اہلِ علم کے چار طبقات: (i) فقہا؛ (ii) اہل اللہ یعنی اہل احسان و تربیت؛ (iii) فلسفی اور (iv) شعرا اور ادیبوں نے اپنے اپنے انداز اور ذوق کے مطابق محبت کو اپنی اپنی جولانیوں کا میدان بنایا ہے۔ (1)

علامہ ابن حزم اندلسیؒ نے اپنی تالیف ''طوق الحمامہ'' اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے اپنی تصنیف ''اَسرار المحبّہ'' میں محبت اور فلسفۂ محبت کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ ان دونوں حضرات کی تحریرات کا تقابلی مطالعہ اس مقالے کا موضوع ہے۔ جس میں کوشش کی گئی ہے کہ دونوں برگزیدہ ہستیوں کے منہج، افکار اور محبت کے بارے میں دونوں کا نقطۂ نظر پیش کیا جائے۔ اس تقابلی مطالعے سے جن نتائج تک رسائی ہوتی ہے، ان کی جانب اشارہ کیا جائے۔

سہولت کے لیے موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

www.rahimia.org

1۔ زمانے کے اعتبار سے مقدم ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے علامہ ابن حزمؒ اوران کی کتاب ''طوق الحمامہ'' کا تعارف اوراس کے ابواب وعنوانات کا ذکر ہے۔

2۔ اس کے بعد شاہ رفیع الدین دہلویؒ اوران کی کتاب ''أسرار المحبہ'' کا تعارف اوراس کے ابواب و عنوانات پر اجمالی طور پر بحث کی گئی ہے۔

3۔ اور آخر میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے دونوں کتابوں کا تقابلی مطالعہ اور موازنہ پیش کیا گیا ہے۔اوراس کے نتائج کا بیان ہے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے پیش نظر محبت کے موضوع پر چوں کہ باقاعدہ ایک کتاب کی تالیف تھی، اس لیے ''طوق الحمامہ'' میں ہر باب کا ایک ''مستقل'' عنوان ہے۔جس سے پہلی نظر میں متعلقہ باب کے مفاہیم و معلومات کا قاری کو اندازہ ہو جاتا ہے۔ نیز ترتیب کی خوبی سے استفادے کی سہولت میسر ہے۔

جب کہ حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تالیف سے پہلے اس موضوع پر چند غیر مرتب مضامین جمع فرمائے۔ جنھیں ابواب وفصول کی تقسیم و ترتیب میں نہیں لایا جاسکتا تھا۔ اور بعد میں ان ہی غیر مرتب معلومات کو تالیف کی شکل دے دی۔ یہی وجہ ہے کہ ''اسرار المحبہ'' کے تعارف میں بعض مضامین کا جامع خلاصہ تیار کرنا ناگزیر ہوا۔اور ''طوق الحمامہ'' کے تعارف میں ہر باب کے خلاصے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

دونوں کتابوں کے مؤلفین علومِ دینیہ: تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ، ادب، اِحسان و اَخلاق اور سیاست وغیرہ میں دائرۃُ المعارف (Encyclopedia) ہیں۔ دونوں کو اللہ تعالی نے شہرت سے نوازا ہے۔ اہل علم کے لیے دونوں بزرگ غیر معروف نہیں ہیں۔

اس بات کا قطعاً دعویٰ نہیں ہے کہ اس مقالے میں وہ تمام جوانب اور پہلو لے لیے گئے ہیں، جو موضوعی لحاظ سے تقابلی مطالعے اور موازنہ کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔ البتہ دونوں کتابوں کے جو ابواب وعناوین زیر بحث لائے گئے ہیں، ان کے مفاہیم و معانی کا جامع خلاصہ تیار کرتے وقت پوری کوشش کی گئی ہے کہ ضروری اور مطلوبہ سب معلومات آجائیں اور کوئی پہلو اوجھل نہ رہے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحبؒ کے افکارِ عالیہ کے مکمل اور صحیح استنباط و استیعاب کے بارے میں امکانی حد تک پوری کوشش سے کام لیا گیا ہے کہ ''اسرار المحبہ'' دقیق اور غامض معانی و مفاہیم پر مشتمل ایک مشکل تالیف ہے۔ جس کا ایک ہی مطبوعہ نسخہ سامنے ہے۔ اور اس میں بھی کتابت کی غلطیاں ہیں۔

بیان وتشریح یا استنباطِ نتائج میں مقالہ نگار کو اگر غلطی لگی ہو تو اصلاح کے لیے اہل علم سے رہنمائی کی درخواست ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طالب علمانہ کوشش کو شرفِ قبولیت بخشیں اور نافع بنائیں۔

www.rahimia.org

علامہ ابن حزم اندلسیؒ کا مختصر تعارف

علامہ ابن حزم اندلسیؒ کا پورا نام ابومحمد بن علی بن احمد بن سعید بن حزم اَندلُسی ظاہری ہے۔ آپؒ اَندلُس کے شہر قرطبہ میں بدھ کے روز یکم/رمضان المبارک 384ھ/ 09/اکتوبر 994ء کو پیدا ہوئے۔ آپؒ علوم حدیث اور فقہ کے بڑے عالم اور حافظ اور ائمہ میں سے شمار ہوتے ہیں۔ پہلے شافعی مذہب رکھتے تھے، پھر اہل ظاہر کے مذہب کی طرف مراجعت کرلی تھی۔ آپؒ اپنے علم پر عمل کرنے والے اور بہت سے علوم وفنون کے ماہر تھے۔ آپؒ کے والد گرامی اندلس میں وزارت کے منصب پر فائز رہے تھے۔ آپؒ کو ریاست اور سیاست میں بڑا مرتبہ حاصل تھا۔ اس کے باوجود آپؒ کو دنیا سے بے رغبتی تھی۔ اور منکسر المزاج طبیعت رکھتے تھے۔ آپؒ نے کم وبیش چارسو کے قریب کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ آپؒ کے صاحبزادے کے بقول آپؒ کی کتابیں اسّی ہزار اَوراق پر مشتمل ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں: ''الإحکام لأصول الأحکام''، ''الفصل فی الملل و الأهواء و النحل'' اور ''الإیصال إلٰی فهم الکتاب''، ''المحلّٰی'' ہیں۔ محبت کے موضوع پر آپؒ کی کتاب کا پورا نام ''طوق الحمامة فی الألفة و الألاف'' ہے۔ آپؒ کا انتقال 28/شعبان 456ھ/ 15 اگست 1063ء کو ہوا۔ (2)

''طوق الحمامه'' کا تعارف:

علامہ حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو تیس ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے 10 باب اصولِ محبت پر ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ الکلام فی ماهیة الحُبّ. (محبت کی حقیقت اور ماہیت)
2۔ باب علامات الحُبّ. (محبت کی علامات)
3۔ باب من احبّ فی النوم. (خواب میں دیکھ کر محبت میں مبتلا ہوجانا)
4۔ باب من أحبّ بالوصف. (کسی کی تعریف اور اس کے اوصاف کا تذکرہ سن کر اس کی محبت میں مبتلا ہوجانا)
5۔ باب من أحبّ من نظرة واحدة. (پہلی نظر سے محبت میں مبتلا ہونا)
6۔ باب من لایحبّ إلا مع المطاولة. (کثرتِ ملاقات اور طویل صحبت سے محبت کا پیدا ہونا)
7۔ باب التعریض بالقول. (اشاروں کنایوں سے محبت کا اظہار کرنا)
8۔ باب الإشارة بالعین. (آنکھوں کے اشاروں سے محبت کا اظہار کرنا)
9۔ باب المراسلة. (محبت کی خط وکتابت)
10۔ باب السفیر. (محبت کے لیے قاصد اور پیغام رساں)

www.rahimia.org

اور مندرجہ ذیل 12 باب محبت کے عوارض اور احوال و صفات کے بارے میں ہیں:

1۔ باب المساعد من الإخوان۔ (رازدان و مددگار)

2۔ باب الوصل۔ (وصال)

3۔ باب طیّ السّرّ۔ (محبت کو مخفی رکھنا)

4۔ باب الإذاعة۔ (محبت کا راز فاش کرنا)

5۔ باب الطاعة۔ (محبوب کی اطاعت کرنا)

6۔ باب المخالفة۔ (محبوب کی مخالفت)

7۔ باب من أحبّ صفة۔ (مخصوص صفات کی وجہ سے محبت کرنا)

8۔ باب القنوع۔ (صبر و قنوع)

9۔ باب الوفاء۔ (وفا)

10۔ باب الغدر۔ (دھوکا)

11۔ باب الضنی۔ (کمزوری)

12۔ باب الموت۔ (موت)

اور درجِ ذیل چھ ابواب میں ان نقائص و عیوب کا تذکرہ ہے، جو محبت کی راہ میں مصائب و غم لا کر رُکاوٹ کھڑی کرتے ہیں:

1۔ باب العاذل۔ (ناصح)

2۔ باب الرقیب۔ (رقیب)

3۔ باب الواشي۔ (چغل خور)

4۔ باب الهجر۔ (فراق)

5۔ باب البین۔ (جدائی)

6۔ باب السلو۔ (دلاسہ و فراموشی)

کتاب کے اختتام میں دو باب ذکر کیے گئے ہیں۔ اگرچہ ان کا تعلق کتاب کے موضوع سے براہِ راست نہیں ہے، لیکن عامۃ الناس کو محبت کے پاکیزہ جذبے کی آڑ میں شیطان جن قباحتوں کی طرف لے جاتا ہے، ان سے آگاہی کے لیے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ایک باب میں گناہوں اور معاصی کی قباحت اور خرابیوں کی نشان دہی کی ہے۔ جب کہ دوسرے یعنی سب سے آخری باب میں عفت و پاکیزگی کی فضیلت بیان کی ہے۔

1۔ باب قبح المعصية. (بدکاری کی قباحت)

www.rahimia.org

2۔ باب فضل التعفف. (عفت کی اہمیت وفضیلت)

حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کا تعارف

حضرت الامام شاہ رفیع الدین دہلویؒ، آپ کا اسم گرامی ''رفیع الدین عبدالوہاب'' ہے۔حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔آپ ایک بہت بڑے عالم، محدث، متکلم، اصولی اور شیخ کبیر تھے۔اپنے زمانے کے نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ہیں۔آپ 19/ ذی الحجہ 1163ھ/ 19 نومبر 1750ء، بروز منگل کو دارالحکومت دہلی میں پیدا ہوئے۔اور اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے تعلیم و تربیت پائی۔نیز حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی سے طریقت اور تزکیہ حاصل کیا۔علوم و معارف میں مہارت اور مکمل گرفت حاصل کی۔اور مسلسل بیس سال تک افتا و ارشاد، درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں مشغول رہے۔ولی اللّٰہی علوم و افکار کے پھیلاؤ کے لیے مسلسل جدوجہد اور کوشش کی۔اپنے والدِ محترم حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے پیش کردہ افکار و نظریات اور فلسفہ و فکر کو عقلی اور نقلی بنیادوں پر واضح کرنے کے لیے بہت عمدہ تصانیف لکھیں۔آپؒ اپنے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی زندگی میں ہی اکابر علما میں شمار ہونے لگے۔اور ایک دینی علمی رہنما کی حیثیت سے مشہور و معروف ہوئے۔اور جب شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نابینا ہو گئے تھے، تو ان کے قائم مقام بن کر علم و فضل اور فلسفہ و فکر کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔دنیا بھر کے علما آپؒ کے فکر و فلسفے اور بلند ترین علمی استعداد اور مہارت کے معترف رہے ہیں۔اور ہر طرف سے علوم و افکار کے طالب علم آپؒ کی خدمت میں پہنچ کر آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے رہے ہیں۔

آپؒ کی تصانیف نے دنیا بھر میں اپنی مسلمہ حیثیت تسلیم کروائی۔اور وہ آپؒ کی زندگی میں ہی دور دراز تک پہنچ گئیں۔آپؒ کی اہم تصنیفات میں: ''تکمیل الأذھان''، ''اَسرارُ المَحبّہ''، ''تفسیر آیت النّور''، ''دمغ الباطل''، ''رسالة فی التاریخ'' اور چھوٹے بڑے بہت سے رسائل شامل ہیں۔116 اشعار پر مشتمل آپؒ کا ایک اہم ترین قصیدہ ہے۔جو علومِ فلسفہ پر آپؒ کے عبور اور عربی زبان پر آپؒ کی گرفت کا شاہکار ہے۔جس میں انھوں نے شیخ الرئیس ابوعلی سینا کے ''قصیدۂ عینیہ'' کا رد کیا ہے۔آپؒ کا انتقال اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ہی کی زندگی میں 06/ شوال 1233ھ/ 09/ اگست 1818ء کو دہلی میں ہوا۔آپؒ کا مزار اپنے والدِ گرامی شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے قریب احاطہ ''مہندیان'' دہلی (عقب مولانا ابوالکلام آزاد میڈیکل کالج دہلی) میں ہے۔(3)

''اَسرار المَحبّہ'' کا تعارف

حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ نے ''أسرار المَحبّہ'' کو درجِ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ تحصیل (محبت کا مفہوم، شعبے اور اَقسام کا تحصیلی علم)

2۔ تذئیل (محبت کے ذیلی پہلوؤں کی وضاحت)

3۔ تفصیل (محبت کے اہم پہلوؤں کی تفصیلی نشان دہی)

ان تینوں قسموں کے بیان سے پہلے شروع میں بڑے سائز کے دو صفحوں پر مشتمل ایک مقدمہ اور دیباچہ لکھا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے ابتدا میں اس موضوع سے متعلق کچھ غیر مرتب یادداشتیں تحریر فرمائیں۔ جنھیں بعض اہل علم دوستوں کے سامنے مختلف مناسبت سے پیش کیا کرتے تھے۔ 1214ھ/ 1799ء میں حضرت شاہ صاحبؒ کو ایک ایسی صورتِ حال پیش آئی، جس کے پیش نظر ان غیر مرتب معلومات کی ترتیب و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔

''وإنّي كنت قديما أذكر بين أصدقائي منها أبحاثًا شريفة غير مضبوطة، و نكات منيفة غير محفوظة إلي أن اتّفق في السّنة الرّابعة عشرة من المائة الثّالثة عشرة تقريب حرّكني إلٰى إستنباط لبابها و الخوض في عبابها.'' (4)

''میں بہت پہلے سے اپنے ساتھیوں کے درمیان محبت کے موضوع پر غیر مربوط، لیکن بہت عمدہ بحثیں کرتا رہتا تھا۔ اور اس سلسلے میں ان کے سامنے بہترین نکات پیش کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ 1314ھ (1799ء) میں ایک ایسی تقریب ہوئی کہ جس نے مجھے محبت کے موضوع کی پُر مغز گفتگو کو سمیٹنے اور اس کا خلاصہ بیان کرنے کی طرف متوجہ کر دیا۔''

تالیف کے دوران شاہ صاحبؒ کو اس موضوع پر مطلوبہ مصادر اور مراجع میسر نہیں تھے۔ اس کے باوجود عمدہ اَبحاث اور نادر تحقیقات پر مشتمل یہ کتاب وجود میں آئی۔ جس میں بعض مضامین کو پوری تفصیل سے اور بعض کو اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا۔ آپؒ نے پہلے اس کا نام ''رسالة المَحبّة'' رکھا تھا۔ بعض اَحباب نے اس کے بجائے کوئی اور نام رکھنے کی گزارش کی تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بڑے بھائی اور استاذِ محترم حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں چار نام: ''انوار المحبّة''، ''اطوار المَحبّة''، ''آثار المَحبّة'' اور ''أسرار المَحبّة'' پیش فرمائے تو انھوں نے اس کتاب کا نام ''اَسرار المَحبّة'' تجویز فرمایا۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''و قد التمس منّي بعض اهل الصحبة أن أسمّيه بإسم آخر، فعرضت علي جناب أستاذي – أطال اللّٰه عمره و أزال سقمه – أسماء عديدة: أنوار المحبّة، و أطوار المحبّة، و آثار المحبّة، و أسرار المحبّة، فاختار لي ''أسرار المَحبّة.'' (5)

''میرے بعض دوستوں نے مجھ سے التماس کیا کہ اس رسالے کا نام (رسالة المحبّة کے بجائے) کوئی اور نام رکھوں۔ چناں چہ میں نے اپنے استاذ (شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) کے سامنے چند نام: ''انوار المحبّة''، ''أطور المحبّة''، ''آثار المحبّة'' اور ''أسرار المحبّة'' پیش کیے۔ تو آپ نے ''أسرار المحبّة'' نام رکھا۔''

یہ کتاب تین بنیادی حصوں: تحصيل، تذئيل اور تفصيل پر مشتمل ہے۔

www.rahimia.org

تحصیل (محبت کا مفہوم، شعبے اور اقسام کا تحصیلی علم)

اس عنوان کے تحت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جو تحریر فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

محبت ایک مقدس اور مخفی راز ہے۔ جس کی حقیقت کے اِدراک و اِحاطے سے انسانی عقل وفہم قاصر ہے۔ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات: علم، حیا اور قدرت کی طرح نہ صرف کائنات کے تمام مظاہر میں جاری وساری ہے، بلکہ تمام عالم کا وجود وظہور اسی کا مرہونِ منت ہے۔ اسی طرح رحمت باری تعالیٰ کے تمام مظاہر، نبی کریمؐ کا منصب خاص (نبوت علیٰ وجہ الاطلاق)، اور اہل اللہ کی ولایت وقرب، اور ایمان کی پختگی، اور اخروی کامیابی، اور درجات کی بلندی اور توحید کا سب سے اہم اور اعلیٰ مرتبہ، یہ تمام قرآن وسنت کے دلائل کی رو سے محبت کے آثار میں سے ہیں۔ محبت ہی کائنات کے رگ وریشے میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔ اور دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں محبت ہی کی کارفرمائیاں ہیں۔ اور اکثر و بیشتر لذتیں اور خوشیاں اور ایسے ہی سرگردانیاں اور سوز وگداز محبت ہی کے دم قدم سے قائم ہیں۔ ؎

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے
چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

''اگر عشق نہ ہوتا اور غمِ عشق نہ ہوتا تو ایسی عمدہ باتیں سامنے نہ آتیں، جیسی باتیں کہی اور سنی گئی ہیں۔''

اس کے بعد اشارتاً محبت کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے محبت کی درجِ ذیل تین بنیادی قسمیں اور ان کے ذیلی شعبے بیان کیے ہیں:

1۔ مَحبّتِ الٰهیه
   (الف) مَحبّت من الله
   (ب) مَحبّت مع الله
2۔ مَحبّت بشریه
   (الف) طبعیه
   (ب) غرضیه
3۔ مَحبّت جامعه

اس طرح شاہ صاحبؒ نے محبت کے کل پانچ شعبے بیان کیے ہیں۔ اور پھر ان کی تمام ذیلی اور فرعی انواع و اقسام کو احاطۂ تحریر میں لائے ہیں۔

www.rahimia.org

پہلا شعبہ؛ محبتِ الٰہیہ (محبت من اللہ)

محبت کا پہلا شعبہ محبتِ الٰہیہ کی پہلی قسم محبت من اللہ ہے۔ اس شعبے میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی (اسمائے حسنیٰ) کمال پر مرتب ہونے والی محبتِ ذاتیہ اور صفاتیہ (اسمائیہ) کا تذکرہ فرمایا ہے۔ محبتِ ذاتیہ کی حقیقت اور اس کی وسعت، اور محبتِ صفاتیہ کے جزئیات کی تفصیل میں جائے بغیر کہ یہ غیر متناہی ہیں، صرف بعض کلیات پر نادر تحقیق پیش فرمائی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے والے انسانی نفوس کی تربیت کے تمام مراحل میں محبتِ الٰہیہ کا یکساں اور بدستور جاری وساری رہنا اور فیضانِ محبت کی ''عالم مادہ'' اور ''اعیانِ ثابتہ'' سے لے کر ''منازلِ ارواح'' اور ''عالم مثال'' و ''عالمِ شہادت'' اور ''برزخ'' و ''حشر'' اور ''دار الخلد'' میں قیام اور پروردگار کی جانب سے نفوس پر نظر محبت (رویت باری تعالیٰ) تک تمام مراحل میں یکساں طور پر کارفرمائی کو بہت عمدہ انداز سے بیان کیا ہے۔ اور اسے ''تربية الزّارع لحرثه'' (یعنی جیسے کسان اپنی کھیتی کی نشوونما کرتا ہے) کی مثال سے واضح کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانی نفوس کی تربیت کے مختلف مدارج کے پیش نظر محبت کے مختلف درجے: ذاتیہ، صفاتیہ، افعالیہ اور کاملہ کے ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔ اور آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کی تربیت کو ''ایجاد'' و ''امداد'' اور ''ارشاد'' و ''ارفاد'' کے عنوانات سے ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق کے پیش نظر چوں کہ نعمت صرف محبت کے ثمر کے طور پر نصیب ہوتی ہے اور اس بارے میں لوگوں کی استعداد اور کیفیات مختلف ہوتی ہیں تو اسی لحاظ سے تربیت کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک درجہ دوسرے درجے سے زمین وآسمان جتنی دوری کی مسافت پر ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ربّانی تربیت کے بارہ مندرجہ ذیل درجات اور ان کی تعریفات پوری وضاحت سے بیان فرمائی ہیں:

1۔ اجتباء (ذکر اللہ کے ذریعے سے قلب کا اس ذات کی طرف جذب وکشش رکھنا وغیرہ)
2۔ ھدایت (اس کی صفات، اَخلاق اور افعال کے مطابق اپنے نفس کو تیار کرنا اور ہر وقت اس کی رضا و قرب کے حصول کی کوشش کرنا)
3۔ توفیق (اپنی ہمتوں اور ارادوں کو اس کی مرضیات کے مطابق بروئے کار لانا وغیرہ)
4۔ امتحان (تمام آزمائشوں اور امتحانات کو خوش دلی سے برداشت کرنا)
5۔ عصمت (شیطانی مکر وفریب اور اس کے سازشوں سے اپنے آپ کو بچانا)
6۔ تجاوُز (کاموں کی انجام دہی میں غلطیوں اور لغزشوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنا)
7۔ تثبیت (تمام امور میں ثابت قدم رہنا)

www.rahimia.org

8۔ تقریب (قلب و شعور سے تمام پردوں اور حجابات کو ختم کرنے کی کوشش کرنا)

9۔ اخلاص (جسمانی ظلمتوں اور حجابات کو ختم کر کے انوارِ ذاتِ الٰہی کو اپنے اندر پیدا کرنا)

10۔ تکریم (مقدس مکاشفات اور رحمت و جرأت کے ذریعے اعزاز و اکرام حاصل کرنا۔ اور مخلوق کی اصلاح کے لیے اٹھ کھڑے ہونا)

11۔ تفضیل (اونچے درجے کے فضائل و خصائل کے حصول کی کوشش کرنا)

12۔ بارھواں اور سب سے آخری اور بلند درجہ یہ ہوتا ہے کہ محبت رکھنے والے برگزیدہ لوگوں کی محبت صادقہ کا پاس کرتے ہوئے مخلوق، حتیٰ کہ جمادات تک کی زبانوں پر ان کی مدح وثنا کے زمزمے جاری کر دیے جاتے ہیں۔ اور ان کے فیض کو عالم گیر وسعت و قبولیت اور ان کے اخلاف اور اتباع کی پوری حفاظت اور ان کی حمایت کی جاتی ہے۔

پھر تقریباً پانچ صفحات میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کے چار درجات کا ذکر فرمایا ہے۔ اور حسب عادت انتہائی علمی انداز میں اعلیٰ تحقیق پیش فرمائی۔ جسے قرآن وسنت کے دلائل سے مدلل فرمایا۔

دوسرا شعبہ: محبتِ الٰہیہ (محبت مع اللہ)

شعبہ ثانیہ کے عنوان سے ''محبت مع اللہ'' پر بیس مختلف پہلوؤں سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے کہ یہ محبت کیسے وجود میں آتی ہے۔ اور اس میں نمو اور قوت وضعف کے لحاظ سے اس کے درجات، اور اس عاطفۂ محبت کو مزید بڑھانے اور زیادہ کرنے کے لیے لوگوں میں مختلف رجحانات اور محبت مع اللہ کی لذت و چاشنی، جن مختلف اعمال و ذرائع سے حاصل ہوتی ہے، اسے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

شاہ صاحبؒ کے نزدیک محبت مع اللہ اکثر وبیش تر بے لگام عقل سے متصادم ہوتی ہے۔ محبت مع اللہ کے نتائج و آثار اور اس کے دوام و بقا کی کیفیات کی روشنی میں اہل محبت کی اقسام بیان فرمائی ہیں۔ نیز عوام، خواص اور اخص الخواص کے عنوان سے اہل محبت کے درجات اور اسی نسبت سے ان کے فرائض و ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں۔

اِبتلا اور آزمائش، جو محبت کے لوازمات میں سے ہے، کے بارے میں بے نظیر تحقیق پیش فرمائی ہے۔ جو حضرت شاہ صاحبؒ ہی کا خاصہ ہے۔ محبت میں کمال اور نقص کے لحاظ سے اہل محبت کی درجہ بندی کی ہے۔ نیز محبت کے لیے بہت ہی اہم اور ضروری چیز ''مجاہدہ'' کو قرار دیا۔ اور اس کی تعریف (discretion) بیان کی۔ اور آیات کی روشنی میں مجاہدے کے فوائد پر بے نظیر گفتگو فرمائی۔ نیز ثابت کیا کہ محبت کے سب سے اہم اور ضروری آداب و احکام میں سے وسیلہ اختیار کرنا، یعنی تتبع سنت مرشد کا دامن مضبوطی سے تھامنا ہے۔ اس کی اہمیت کی طرف ایک عام فہم مثال سے اشارہ فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے رہنمائے طریق یعنی مرشد و رہبر میں چند ضروری اور نہایت اہم

www.rahimia.org

اوصاف و شرائط کا ہونا واجب قرار دیا ہے۔ اور آخر میں محبت کے اکتساب و حصول کے طریقوں پر گفتگو فرمائی ہے۔ اور اس ضمن میں محبت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ''مَحبّتِ وھبیہ'' (اللہ کی جانب سے عطا کردہ محبت) اور ''محبّتِ کسبیہ'' (مجاہدے اور محنت سے حاصل شدہ محبت)۔ ثانی الذکر کو حاصل کرنے کے لیے سب سے قوی اور کامیاب ترین طریقہ بیان فرمایا ہے۔

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے حضرت شاہ صاحبؒ نے دو اہم اُلجھنیں بیان کی ہیں۔ اور دلائل کے ساتھ ان کا شافی حل اور جواب ذکر فرمایا ہے۔ تقریباً دو صفحات میں مدارِ نجات اور ''محبت مع اللہ'' اور ''محبت من اللہ'' کے درمیان فرق پر بے نظیر تحقیق پیش فرمائی ہے۔

تیسرا شعبہ؛ محبتِ بشریہ (طبعیہ)

شعبہ ثالثہ میں محبتِ بشریہ (طبعیہ) کی ابتدا اور اس کے اسباب اور حسن و جمال کے چار درجات: (i) مقبول، (ii) مرقص، (iii) مفید اور (iv) مہلک کا تذکرہ کیا ہے۔ اور محبت کی نشو و نما کے مراحل، اور انسانی نفوس کے مابین مناسبت کے پانچ مختلف پہلو بیان کیے ہیں۔ اور طبعی محبت کے عام مشاہدے میں آنے والے بعض اسباب، اور وصل و ہجر دونوں حالتوں میں محبت کے ترتیب وار مراتب و درجات کا تذکرہ ہے۔ اور محبّ و محبوب دونوں میں انفعالی کیفیات ___ مثلاً چوٹ کا ایک کو لگنا اور اس کے نشان کا دوسرے کے جسم پر بھی ظاہر ہونا یا ایک کا فصد کروانا اور خون کا دوسرے کے جسم سے بھی پھوٹ پڑنا ___ کے ظہور کا بیان ہے۔ ''احتلامات الحواس الخمس'' کی مشہور اصطلاح کی جانب اشارہ ہے۔

عشق کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(i) عشق خبیث کے بُرے نتائج کی نشان دہی کرتے ہوئے اسے بدترین فتنہ قرار دیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ یہ انسان کا سرمایۂ افتخار سات نفیس ترین چیزیں راحتِ قلب، راحتِ بدن، عقل، عزت و عصمت، مال و دولت، شریعت اور طریقت کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔

(ii) عشق عفیف کے فوائد بتلائے ہیں کہ اس سے ساکن و جامد قلب میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور بجھی ہوئی بے حس روح میں شعور و بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ بالخصوص ایسے آدمی کو جب کسی کامل شیخ کی صحبت میسر آ جائے، جو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے اور اس کے باطن کو عبادت کی لذت سے آشنا کر دے۔ اسی شعبے میں حسن صورت اور آواز کا حسن، اور اسی کے ضمن میں لحن غنا (سماع) پر بہترین تحقیق کی ہے۔

چوتھا شعبہ؛ محبتِ بشریہ (غرضیہ)

شعبہ رابعہ میں محبت بشریہ کی دونوں اقسامِ یعنی طبعی محبت اور غرض پر مبنی محبت میں فرق بیان فرمایا ہے۔ اگر محبت

www.rahimia.org

کا سبب محبت سے پہلے یا اس کے ساتھ وجود میں آئے تو طبعی محبت ہے اور اگر محبت پہلے اور سبب بعد میں ہو تو غرض پر مبنی محبت ہے۔ اور پھر مختلف پہلوؤں سے غرض پر مبنی محبت کی دس اقسام بیان فرمائی ہیں۔

پانچواں شعبہ؛ محبتِ الٰہیہ اور محبتِ بشریہ کی جامع محبت

پانچواں اور آخری شعبہ، جس میں حضرت شاہ صاحبؒ ''الحُبّ فی اللّٰہ'' (لوگوں میں اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت) کو دس مختلف پہلوؤں سے احاطۂ تحریر میں لائے ہیں، لیکن شروع میں کچھ مقدمات ذکر فرمائے ہیں۔ مثلاً:

1۔ محبوب سے محبت کرنے والے کی طرف فیضان کا نزول و اجرا اور انتقال و القا مناسبت کے مطابق ہوتا ہے۔ جتنی مناسبت اور تعلق ہوتا ہے، اتنا ہی فیضان کا انتقال ہوتا ہے۔

2۔ عام انسان کے حواس و شعور کی پہنچ صرف محسوسات تک ہوتی ہے۔ اور اس کی عقل غریزی کا دائرہ ان معانی تک ہوتا ہے، جو اس کے محسوسات سے میل رکھتے ہیں۔ اور ''اللّٰہ تعالٰی بما ھو ھو'' ان تمام محسوسات سے ماورا ہیں۔ چناں چہ عام شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے کامل رہنما کو، جو اسے محبوب (پروردگار) تک رہنمائی کر سکتا ہو، اپنی محبت و مودت کا مرکز بنائے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے آیتِ قرآنیہ ''کمشکاۃ فیھا مصباح .... الخ'' کی بے مثال تفسیر کی روشنی میں انہی کامل اور مکمل لوگوں کو ''مصابیح الھدیٰ'' یعنی ہدایت کے چراغ اور ''نور من نور'' اور ''نور فی نور'' اور ''نور علیٰ نور'' کے عظیم الشان القابات کے حامل قرار دیا۔ اور ظاہری و باطنی کمالات کا پیکر شمار کیا ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق و محبت رکھنے والی برگزیدہ ہستیوں سے محبت اور ظاہر و باطن میں انہی کے رنگ میں رنگ جانے اور ان کی مشابہت اختیار کرنے کو طبعی، عقلی اور شرعی اعتبار سے اشرف ترین مطلوب و مقصود ٹھہرایا ہے۔ کہ مقصودِ حقیقی (اللہ تعالیٰ کی رضامندی) حاصل کرنے کی یہ ایک ہی شاہراہ ہے۔

تذئیل (محبت کے ذیلی پہلوؤں کی وضاحت)

اس عنوان کے تحت حضرت شاہ صاحبؒ نے خواجہ حسن لکھنویؒ سے اپنی خط و کتابت کو اس کتاب کا حصہ بنانے کی وجہ بیان فرمائی۔

درحقیقت یہ خط و کتابت جو کہ عربی زبان میں ہے، اس میں حضرت شاہ صاحبؒ کی سابقہ تحریرات کے بارے میں خواجہ صاحب کے ذہن میں کچھ ابہام تھا۔ جواب میں حضرت شاہ صاحبؒ نے 61 مختلف زاویوں سے ابہام کے تمام پہلو زیرِ بحث لا کر ان کی وضاحت فرمائی۔

www.rahimia.org

تفصیل (محبت کے اہم پہلوؤں کی تفصیلی نشان دہی)

سب سے آخر میں تفصیل کے عنوان سے حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کتاب کے گزشتہ صفحات وابواب میں جہاں بعض مفاہیم ومعانی میں اجمال وابہام محسوس فرمایا، تقریباً 30 صفحات میں 21 مستقل عناوین کے تحت اس کی شرح وبسط اور تسہیل وتیسیر فرمائی۔ اور درجاتِ محبت کی وضاحت، کلیات اُلوہیہ اور ربوبیہ میں فرق، سالکین اور واصلین کے ارتقائی مراتب کے نام اور اصطلاحات ''جنس وفصل'' میں اختلاف، تجاذب بعد الموت کے شواہدو حکایات، قوتِ شہویہ، غضبیہ اور وہمیہ کی عمدہ تشریح بیان کی۔ اور محبوب اور محبت کرنے والے کے فعل وارادے میں توارُد وتوافق، قیس کے فصد کی وجہ سے لیلیٰ کے بازو سے خون جاری ہونے کی عقلی وجوہات، اصطلاح ''احتلام الحواس'' کی وضاحت، مشہور صحابی حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے مزاح پر مبنی بعض روایات کی تشریح بیان کی ہے۔ اور یہ تحقیق بیان کی ہے کہ انبیاؑ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے انھیں عظیم الشان مراتب و درجات ملے۔ نیز اولوالعزم انبیاؑ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور سیدنا حضرت محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین، ہر ایک کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ کا جداگانہ محبت اور محبوبیت کا تعلق اور معاملہ، اور آخر میں پھر محبت کی مختصر تعریف اور اس کی روشنی میں تمام موجودات میں محبت کے جاری وساری ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو قرار دے کر آگاہ فرمایا ہے کہ ناقص اور بے فیض خوب صورتی کی خاطر حسن و جمال اور فضل وکمالات کے ہزاروں پہلوؤں پر مشتمل جمالِ مطلق سے غفلت برتنا ناروا ہے۔

دونوں کتابوں کے باہمی تقابل اور موازنے کے بعض پہلو:

1۔ دونوں کتابوں کی تالیف وتصنیف کی نوعیت

''طوق الحمامه'' کی تالیف واشاعت

''**طوق الحمامه**'' اگرچہ پانچویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں لکھی گئی، لیکن طاقِ نسیاں میں پڑی رہی۔ سینکڑوں سال بعد روسی مستشرق ڈاکٹر پیٹروف نے اس گم نام مخطوطے کو لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ کی لائبریری سے ڈھونڈ نکالا۔ اور پہلی دفعہ 1914ء میں اپنی تحقیق سے شائع کیا۔ اب تک یہ کتاب پندرہ سے زیادہ اہل علم کی تحقیق سے مختلف عرب ممالک میں دسیوں بار ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ (6)

نیز مختلف یورپی زبانوں انگریزی، روسی، جرمن، ایطالوی، فرانسیسی اور ہسپانوی وغیرہ میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ (7)

www.rahimia.org

اَسرار المَحبّہ کی تالیف واشاعت

''اَسرار المَحبّہ'' کی تالیف تیرہویں صدی کی دوسری دہائی میں ہوئی۔ اور اس کے نادِر مخطوطے ہندو پاک کی مختلف لائبریریوں میں ناقدری کا شکار رہے۔ موضوع کی ندرت و اہمیت اور حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کی اس موضوع پر بے نظیر تحقیق کو دیکھتے ہوئے بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ''اَسرار المَحبّہ'' اہل علم کی جس توجہ اور اہتمام کی مستحق تھی، وہ اسے میسر نہیں آیا۔ تقریباً ایک سو ستر برس کے بعد محرم 1383ھ/مئی 1963ء کے آخر میں جناب مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کی تحقیق اور انہی کی کوشش سے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالا سے اس کی طباعت ممکن ہوئی۔ صوفی صاحبؒ کی قابل قدر کوشش کے باوجود کتاب میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ کاش کہ ذی استعداد اہل علم اس اہم کتاب کی خدمت کے لیے آگے بڑھیں کہ یہ کتاب حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے فلسفے کی بہت سی مشکلات کو حل کرنے کے لیے کلید اور کنجی کا کام دینے کے علاوہ اپنے موضوع پر بے مثال تصنیف ہے۔

2۔ تالیف وتصنیف کی غرض اور سبب:

علامہ ابن حزمؒ کی تالیف کے مقاصد

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''طوق الحمامہ'' صرف اپنے ایک عزیز دوست کی خواہش پر 417ھ/1026ء میں اس وقت تصنیف فرمائی، جب بربر کے حملے سے اہل قرطبہ بے سروسامانی کی حالت میں شہر چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ ابن حزم ''شاطبہ'' میں جلاوطن کر دیے گئے۔ اسی دوران ایک دوست ان کی ملاقات کے لیے ''شاطبہ'' آئے اور محبت اور اس کی صفات و معانی اور اسباب و اغراض پر کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا۔ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

ثم لم ألبث أن أطّلع عليّ شخصُک وقصدتّني بنفسک، على بعد الشّقّة وتنائى الدّيار ..... وكلّفتني ____ أعزّک الله ____ أن أصنّف لک رسالة فى صفة الحُبّ، ومعانيه، وأسبابه، وأعراضه، وما يقع فيه.'' (8)

''(آپ کا خط پڑھے) مجھے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ آپ کی شخصیت میری سامنے آئی۔ اور آپ نے بنفس نفیس دور دراز کا سفر کرنے کا ارادہ کیا۔.....اور ____ اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے ____ آپ نے مجھے پابند کیا کہ آپ کے لیے ایک رسالہ لکھوں، جس میں محبت کی حقیقت، اس کا معنیٰ و مفہوم، اس کے اسباب اور اس میں مبتلا ہونے والوں کو پیش آنے والے واقعات بیان کیے جائیں۔''

اس تالیف سے علامہ ابن حزمؒ کے پیش نظر کوئی اونچا اور اعلیٰ مقصد نہیں تھا۔ ان کے اپنے الفاظ میں اس تالیف سے بہتر ہے کہ ایسے اعمال میں اپنی قلیل اور مختصر، لیکن قیمتی زندگی کو صرف کیا جائے، جس کا کل آخرت میں دائمی فائدہ ہو۔

www.rahmia.org

"و الأولٰی بنا مع قصر أعمارنا ألا نصرفها إلاّ فیما نرجو به رَحْبُ المنقلب وحسن المآب غداً ." (9)

''ہماری عمروں کے کم ہونے کے باوجود ہمارے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اپنی عمر کو ایسے کاموں میں خرچ کریں، جن کا کل کو اچھا اور بہترین بدلہ مل سکے۔''

اپنے اس فعل کے جواز میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا اثر نقل فرماتے ہیں:

"أجِمّوا النّفوس بشیء من الباطل لیکون عونًا لها علی الحقّ." (10)

''اپنے آپ کو کچھ دیر کے لیے فضول اور بے فائدہ کاموں سے راحت پہنچایا کرو، تاکہ نئی سرشاری سے حق کے ساتھ چل سکو۔''

نیز سلف کے اس قول کو بھی وجہِ جواز بناتے ہیں:

"و فی بعض الأثر: أریحوا النّفوس فإنّها تصدأ کما یصدأ الحدید." (11)

''اپنے نفوس کے لیے راحت اور بالیدگی کا سامان مہیا کرو کہ یہ بھی لوہے کی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔''

شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے مقاصد

جب کہ ''اسرار المحبّہ'' کی تالیف سے تحریکِ ولی اللّٰہی کے خواص کی تربیت کا انتہائی ارفع واعلیٰ مقصد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پیشِ نظر تھا۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''خواص کے لیے امام ولی اللہؒ کے فلسفے کی تشریح میں مولانا رفیع الدین نے ''اسرار المحبہ'' اور ''تکمیل الاذہان'' کے رسائل لکھے۔'' (12)

خود اس کتاب میں بعض مفاہیم کی تفصیل جاننے کے لیے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے والدِ گرامی حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصنیفات: ''تفہیمات''، ''لمحات''، ''سطعات''، ''ہوامع'' (13)، ''خیر کثیر'' اور ''بدورِ بازغہ'' (14) اور ولی اللّٰہی فلسفے کی انتہائی اہم کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جس سے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

3۔ ''محبت'' کی حقیقت و ماہیت

اس بات پر دونوں حضرات کا اتفاق ہے کہ محبت کے مفہوم اور اس کی حقیقت کو احاطہ و اِدراک کی کسی تعبیر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک محبت کی ابتدا اگرچہ غیر ارادی طور پر ہوتی ہے، لیکن اس کی انتہا پختہ عزم و ارادے پر منتج ہوتی ہے، لیکن محبت کی حقیقت کا علم اور اس کا صحیح اِدراک و شعور فقط آزمائش اور معاناۃ

www.rahimia.org

(عارضۂ محبت میں مبتلا ہونا اور ہجر و فراق کے دکھ درد کی آتش میں پگھلنا) ہی سے ہوسکتا ہے۔

علامہ ابن حزمؒ محبت کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

''الحُبّ ___ أعزّک اللّٰہ ___ أوّلہ ہزل و آخرۂ جدّ. دقّت معانیہ لجلالتہا عن أن توصف، فلا تدرک حقیقتہا إلا بالمعاناۃ.'' (15)

''اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے! محبت کی ابتدا ہنسی مذاق سے ہوتی ہے۔ اور بالآخر ایک حقیقت بن جاتی ہے۔ اس کی عظمت کی وجہ سے محبت کے مفاہیم کی باریکیوں کا بیان نہیں ہوسکتا۔ اس کی حقیقت اس میں مبتلا ہوئے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی۔''

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الذی نعتقدہ و نجزم بہ انہ لا ریب أنّ المَحبّۃ سرّ قدسیّ غیبیّ، و شان عظیم الٰہیّ، کلّما یُقال فی الأنباء عن شانہ، و إستیفاء لبیانہ، فہو عن حقیقتہا قاصر، وسعۃ سباسبہا لسیل المدارک حاصر....'' (16)

''ہمارے یقین و اذعان کے مطابق محبت بے شک ایک قدسی راز اور عظیم الشان ربانی مخفی بھید ہے۔ جس کی حقیقت کے اظہار سے بیان قاصر ہے۔ اور جس کے ادراک سے عقل وفہم کی تمام جولانیاں نامراد ہیں۔''

لیکن محبت کی کیفیت کو ذہنوں کے قریب لاتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أنّ المحبّۃ وصفٌ شریفٌ، و حالٌ لطیفٌ، فہی بنفسہا لذیذۃٌ فی الوجدان غایۃ اللّذۃ، وہی ناشئۃٌ عن کمال باہر فی المحبوب، و کاشفۃٌ عن إندماج سرٍّ قاہرٍ من ذلک الکمال فی المحبّ، و منبئۃ عن بلوغ معرفتہ إلٰی ذلک الکمال من حیث ہو کمال.''

''محبت دلکش اور انتہائی نازک کیفیت کا نام ہے۔ جس کی لذت سے وجدان سرور آشنا ہوتا ہے۔ اور جس کا وجود و بقا محبوب کے حقیقی کمال اور محبّ کے شوق و تمنا کے باہمی تعلق و ربط سے ہے۔ (17)

4۔ محبت کے بنیادی پہلو

دونوں حضرات کی متفقہ رائے ہے کہ جن دو شخصوں کے درمیان تعارف و ملاقات کے عمل سے آپس میں ایک دوسرے پر اثر انداز و اثر پذیر ہوتے ہی محبت و مودّت کا تعلق قائم ہو جاتا ہے، اس کی وجہ غالبًا ان کے طبعی اوصاف میں عطا کی گئی مشابہت و مماثلت ہوتی ہے۔ کیوں کہ جن انسانی نفوس میں یگانگت اور مماثلت پائی جاتی ہے، انہی میں قربت و محبت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور جن میں یگانگت کے بجائے ایک دوسرے سے باہمی نفرت اور وحشت

www.rahmia.org

ہوتی ہے، ان میں دوری اور ایک دوسرے سے لاتعلقی پیدا ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أنّک لاتجد إثنین یتحابّان، إلا و بینھما مشاکلةٌ و إتّفاق الصّفات الطّبیعیّة لا بدّ من ھٰذا و إن قلّ." (18)

''آپ دو محبت کرنے والوں کے درمیان طبعی اوصاف اور پسند و ناپسند کے بارے میں کم و بیش ہم آہنگی پائیں گے۔''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أنّ مرجع ذلک توافق تناسب مودع فی النفس." (19)

''محبت کی بنیاد دلوں میں رکھی گئی باہمی مناسبت سے ہوتی ہے۔''

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"فمن الأصول المتأصّلة عند الخائضین و الغائضین أنّ وجه الإتحاد بین الشّیئین یثمر الأنسة و الإیتلاف، و أنّ وجه الإفتراق یورث الوحشة و الإختلاف." (20)

''غور وفکر کرنے والوں کے نزدیک یہ بنیادی اصولوں میں سے ہے کہ دو چیزوں کے درمیان باہمی طبعی اتحاد ہی ان میں محبت کا سبب بنتا ہے۔ اور طبعی فرق و اختلاف ہی وہ وحشت اور مخالفت کا سبب بنتا ہے۔''

بعد ازاں اگر یگانگت و اتحاد کی بیک وقت کئی وجوہات اکٹھی ہو جائیں تو ان کی وجہ سے محبت میں پختگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اگر اختلاف کی وجوہات بڑھ جائیں تو نفرت و وحشت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"و کلّما کثُرت الأشباه زادت المجانَسة و تأکّدت المودّة ....." (21)

''جب بھی ایک دوسرے سے ملتی جلتی چیزیں زیادہ ہوجاتی ہیں تو محبت کا تعلق مضبوط ہوجاتا ہے۔''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اسی مفہوم کو یوں تعبیر فرماتے ہیں:

"و بغلبة وجوه الإتحاد یزداد المَحبّة، و بغلبة جهات التّفارق یزداد النّفرة." (22)

''اتحاد کی وجوہات کے غلبے سے محبت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اور اختلاف کی وجوہات کے غلبے سے نفرت بڑھتی ہے۔''

5۔ محبت کی ماہیت اور نشو و نما

دونوں نے محبت کی حقیقت اور ماہیت اپنے اپنے ذوق کے مطابق الگ الگ پہلو سے بیان کی ہے۔ البتہ شاہ

www.rahmia.org

صاحب رحمہ اللہ نے محبت کی حقیقت اور دو دلوں میں اس کی تخم ریزی اور دو نفوس میں ربط و تعلق کی شروعات کے بارے میں جو فرمایا ہے، وہ بلاشبہ نادر تحقیق کے زُمرے میں آتا ہے:

علامہ ابن حزمؒ کی رائے میں محبت اپنی ماہیت کے لحاظ سے انسانی نفوس کے باہمی ربط و اتصال کا نام ہے۔ جو اس وقت وجود میں آتا ہے، جب یہ نفوس لطیف عناصر کی شکل میں ہوتے ہیں۔

”و قد اختلف النّاس فی ماهيّته، و قالوا، و أطالوا، و الّذی أذهب إليه أنّه اتّصال بين أجزاء النفوس المقسومة فی هٰذه الخليقة فی أصل عنصرها الرّفيع.“ (23)

''محبت کی حقیقت و ماہیت میں اختلاف ہے۔ انھوں نے بڑی لمبی بحثیں کی ہیں۔ میرا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ جن نفوس میں محبت کا جذبہ اصل عنصر کے اعتبار سے عطا کیا گیا ہوتا ہے، ان کے باہمی اتصال و ملاپ کا نام ''محبت'' ہے۔''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق کے پیش نظر محبت ایک وضعی، لیکن فطری استعداد کا نام ہے۔ جو انسانی جبلت میں رکھ دی گئی ہے۔ جیسے ہی محبوب کے دل پر ایک خاص طبعی کیفیت جس کا تعلق محبت کرنے والے سے ہوتا ہے، طاری ہوتی ہے تو فوراً یہ استعداد اس طبعی کیفیت کا اِدراک کر لیتی ہے۔ اور یوں دو نفوس میں ربط و تعلق کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے۔ محبوب پر طاری ہونے والی یہ کیفیت اگرچہ غیر اختیاری اور بہت ہی تھوڑے وقت کے لیے ہوتی ہے، لیکن محبت کرنے والے کے دل پر اس کا فوری اور قوی انفعالیت پر مبنی اثر پڑتا ہے۔ جس سے جذبۂ محبت برانگیخت ہو جاتا ہے۔ اور دو نفوس میں محبت کا بیج بو دیا جاتا ہے۔ اور لحظہ بہ لحظہ مختلف مراحل طے کرتا ہوا بالآخر دونوں کے رَگ و ریشے میں سرایت کر کے محبت کے انتہائی اعلیٰ مقام ''یک جان دو قالب'' تک جا پہنچتا ہے۔

”و تحقيقه عندی أنه هيئة متّصلة مطبوعة من مقولة الوضع، و الملک يدلّ علٰی طريان حالة مطبوعة سريعة الزّوال بغير إختيار علٰی قلب المحبوب، فينفعل عنه قلب المحبّ أسرع ما يكون و أشدّه.“ (24)

میری تحقیق یہ ہے کہ محبت ایک ایسی حالت کا نام ہے جو خاص وضعی اسلوب اور اپنائیت کے احساس میں گندھی ہوتی ہے۔ اور جو غیر اختیاری طور پر محبوب کے دل پر جلد طاری ہونے والی حالت کا اظہار کرتی ہے۔ اور اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ محبت کرنے والے کا دل اس سے متأثر ہوتا ہے۔''

شاہ صاحبؒ کے ہاں محبت کی استعداد ''مقولہ وضع'' اور ''مقولہ ملک'' میں شمار ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں ان ''مقولاتِ عِشرہ'' میں سے ہیں، جن میں حرکت واقع ہوتی ہے۔ پہلے کو ''مقولہ وضع'' اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حرکت، وضعی اُسلوب پر ہوتی ہے۔ جیسے چکّی کی حرکت ایک خاص مرکز کے گرد رہتی ہے۔

شروع سے آخر تک محبت کے مختلف مراحل کے لیے حضرت شاہ صاحب قرآنی آیت: أَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (29:48) سے استعارہ کرتے ہیں۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

”و أوّل نظر المحب كبذر (أَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ) فانبعاث القلب إلى المحبوب ما لم يتفطّن له هو ”شَطْـَٔهٗ“، فإذا تفطّن لهٗ و لم يشعر المحبّ بتفطّن فقد ”فَاٰزَرَهٗ“، وإذا شعر به ولم يعرف رضا المحبوب و تسليمه لعدم تعريفه بهما، فقد ”فَاسْتَغْلَظَ“. فإذا عرفه المحبوب و ذٰلک ”فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ“، فيكونان كمِرأتين متقابلتين، إنعكس كُلّ مع ما فيه في الأخرى.“ (25)

”محبوب کی جانب محبت کرنے والے کے دل کا برانگیختہ ہونا، جب کہ محبوب کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ یہ ”شَطْـَٔهٗ“ (محبت کے بیج سے کونپل پھوٹنے) کا مرحلہ ہے۔ محبوب کو کچھ کچھ اندازہ ہونے لگے، لیکن محبّ کو محبوب کی اس کیفیت سے آگاہی نہ ہو تو یہ ”فَاٰزَرَهٗ“ (اس کونپل کے بڑا ہونے) کا مرحلہ ہے۔ اور جب محبّ کو آگاہی تو ہو گئی، لیکن ابھی محبوب کی رضامندی کا علم نہ ہو تو یہ ”فَاسْتَغْلَظَ“ (اس کا مضبوط ہونے) کا مرحلہ ہے۔ اور جب محبوب محبت کرنے والے کو اپنی رضامندی سے آگاہ کر دے تو ”فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ“ (اس پھوٹنے والے کونپل کا اپنے مرکز میں مستحکم ہوجانے) کا مرحلہ ہے۔ یہاں پہنچ کر دونوں محبت کرنے والے دو آمنے سامنے لگے آئینے کی طرح ہو جاتے ہیں کہ ہر ایک کی کیفیات و واردات دوسرے میں ظاہر ہوتی ہیں۔“

دو نفوس میں تعلق و محبت پیدا کرنے میں مذکورہ بالا استعداد و کیفیت اور انفعالی اثرات کام کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک ان کی بنیاد وہ یگانگت ہے، جو ایک طرف نفس میں پائے جانے والے اندرونی اور فطری جذبۂ مناسبت اور دوسری جانب خارجی عوامل سے اچانک وجود میں آنے والی مانوس کیفیت کے باہمی ربط سے پیدا ہوتی ہے۔ اس یگانگت اور مناسبت سے قوتِ وہمیہ میں چاہت پیدا ہوتی ہے۔ اور چوں کہ وہم مخفی اور پوشیدہ تمام انسانی قوتوں کا سلطان اور نفس پر حکمران ہے۔ یوں یہ چاہت زور دار داعیہ (محبت) کی شکل میں جاگزیں ہو کر نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔ اور ہر طرف سے ہٹا کر اسے ایک جانب کے ساتھ جوڑ دیتی ہے۔

”و الّذی اكتنهت فيه أنّ مرجع ذٰلک توافق تناسب مودع في النّفس مع تناسب يصادفه من خارج فتقع الّذی في القوّة الوهميّة من حيث وجدان الملائم على قدر ملائمته، فاذا أفرطت و غلبت ، ملكت زمام النّفس، لأنّ الوهم سلطان القوى حاكم على النّفس، فامتنع التّماسک عنها و إيثار غيرها عليها.“ (26)

”میں نے محبت کے جذبے کی جو کھوج لگائی ہے، وہ یہ کہ اس کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ انسانی دلوں میں رکھی گئی باہمی مناسبت پر مبنی قوتوں کا دوسری مناسب قوتوں کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہے تو ایسی حالت میں

www.rahimia.org

وجدانی طور پر دونوں کی قوتِ وہمیہ میں ایک دوسرے سے باہمی اُلفت و محبت محسوس ہوتی ہے۔ اور جیسے جیسے وِجدانی کیفیت مضبوط ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے، اتنا ہی دل کی لگام اس کی گرفت میں آتی جاتی ہے۔ اس لیے کہ انسان کے خیال کی جزئی حالت انسانی دل پر قوتِ حاکمیہ رکھتی ہے۔ چناں چہ محبت کا خیال دل پر پختہ اور مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ اور اس پر سے دوسرے تمام خیالات ختم ہوتے جاتے ہیں۔''

6۔ محبت کے اسباب کی بحث

عالمِ علوی میں صرف انسانی نفوس تھے کہ جسم بعد میں پیدا کیے گئے۔ اور ان نفوس میں باہمی اُلفت و ملاپ یا اجنبیت اور نفرت کا تعلق تھا۔ جیسا کہ حدیث پاک ''الأرواح جنودٌ مجنّدة'' (انسانی روحوں کے اجتماعی لشکر ہوتے ہیں) سے ظاہر ہے۔ جب یہ نفوس اجسام میں اترے تو اگرچہ ارضیاتی حجابات سے ان کی لطافت متاثر ہوئی کہ ایسے عوارض کے درمیان میں حائل ہو جانے کی وجہ سے انسانی نفوس اور ان کی طبیعتوں کے باہمی اتصال میں تیزی نہیں رہتی، لیکن پُرانے تعلق کی یادداشت کی بنیاد پر مختلف تقریبات اور تحریک سے ان کے درمیان ربط و تعلق اور اتصال و اُنس کی صورتیں ظہور میں آنے لگتی ہیں۔ محرکات کی ان ہی مختلف شکلوں کو دونوں کتابوں میں محبت کی وجوہات و اسباب شمار کیا گیا ہے۔

بعض دیگر موضوعات کی طرح یہاں بھی دونوں بزرگوں کی ترجیحات کا فرق واضح نظر آتا ہے۔ علامہ ابن حزمؒ ایک عنوان کو اہمیت دے کر تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ جب کہ ''اسرار المحبّة'' میں اس کی جانب سرسری سا اشارہ کیا جاتا ہے۔ چناں چہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک محبت کے اسباب کی تعداد اگرچہ زیادہ ہے، لیکن انھیں چند سطروں میں سمو دیا گیا ہے۔ کیوں کہ ان میں بیش تر عام فہم ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں کہ جن کے ختم اور فنا ہونے سے سرے سے محبت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں شاہ صاحب نے ان کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھا ہے۔

اس کے برعکس ابن حزم رحمہ اللہ نے اصولِ محبت کے عنوان سے جو دس ابواب قائم فرمائے ہیں، ان میں سے صرف چار ابواب کو محبت کی وجوہات و اسباب کے طور پر لیا ہے، لیکن ان کی وضاحت سولہ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔

شاہ رفیع الدین دہلویؒ کی نظر میں محبت کے اسباب

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دِقتِ نظری اور موضوع پر مہارت سے وافر حصہ ملا ہے۔ اس لیے انھوں نے اسبابِ محبت کو سیاق و سباق کی مناسبت سے الگ الگ تین جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''و أسبابها: جملة الإختصاص، والمماثلة، و اعتقاد الكمال، واللّذّة، تمتّعًا أو تذكّرًا أو توقّعا. و أيضاً يرفع حاجة أو فضول رفاهية، و أيضًا من أجل حسن، أو غرابة، أو اعتياد، أو حكاية، أو نحوها، أو التّوسّل به إلى غيره من المحبوبات.'' (27)

www.rahimia.org

محبت کے اسباب یہ ہیں:

1۔ یگانگت و مناسبت
2۔ کسی کے کمال اور اس میں اعلیٰ صفات کے پائے جانے کا یقین
3۔ کسی کے ذریعے حصولِ لذت و راحت کی توقع
4۔ کسی کے ذریعے ضروریاتِ زندگی یا عیش و رفاہیت کی حاجت برآری
5۔ کسی کے حسن و جمال، تناسبِ اعضا اور قد و قامت میں اعتدال
6۔ نئی واقفیت اور تعارف یا بار بار کا تذکرہ و ملاقات
7۔ کسی کے توسط اور تعاون سے اپنا مقصود پا لینے کی توقع

اور دوسری جگہ مندرجہ ذیل 21 امور کو محبت کی وجوہات فرمایا ہے:

"وبالجملة فهٰذه المحبّة علىٰ اختلاف مراتبها قوّةً و ضُعفًا أسباب كذالك و يجمع شتاتها فى اثنى عشر، و هى الإرتفاق فى النّوع، و النّسب، و الوطن، و اللُّغة، و السِّنّ، و الحرفة، و العقيدة، و الإحسان الجزيل بلا منٍّ و لا أذىٰ، و طول الصُّحبة مع الإنبساط، و حُسن الخلق، و حُسن الصّوت، و حُسن الصّورة، و هٰذا الأخير يتقوّم بصفاء اللّون، و تناسب الأعضاء، و يتقوّى بطيب اللّهجة، و لطف الحركات." (28)

اپنے اثر کی قوت و ضعف کے اختلافِ مراتب کے ساتھ یہ 21 اسباب ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں دو نفوس کا اشتراک و اتحاد واقع ہو تو ان کے مابین محبت کی بنیاد مہیا ہو جاتی ہے:

1۔ نوعی رفاقت
2۔ نسب کا اتحاد
3۔ وطن کی یگانگت
4۔ زبان کی وحدت
5۔ عمر کی یکسانیت
6۔ پیشے کی موافقت
7۔ عقیدے پر اتفاق
8۔ بھاری نوازش و کرم بغیر احسان جتلائے اور ایذا دیے
9۔ طویل صحبت، جو انبساط اور خوشی لائے
10۔ کریمانہ اخلاق

www.rahnuma.org

11۔ عمدہ آواز

12۔ خوب صورتی

خوب صورتی کی حقیقت میں درجِ ذیل چیزیں شامل ہیں: (i) صاف ستھرا رنگ، (ii) اعضا میں تناسب و اعتدال، (iii) اچھی اور برمحل گفتگو اور (iv) دل لُبھانے والا انداز۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں:

''ثمّ إنّ للمحبّة حكمًا نافذًا البتّة فی محلّها أعنی المحبّ، فمبدأها المعرفة برؤيته أو برؤية تصويره أو برؤياه، و قد رأيت من رأى فی منامه جنّية فشغفتهُ حُبًّا، أو بإستماع محامده.'' (29)

''محبت کے اثرات ہر حال میں اپنے مقام (محبّ) پر جاری و ساری ہوتے ہیں۔ پس کسی کی ایک جھلک دیکھ لینے سے یا اس کی تصویر دیکھنے سے یا اسے خواب میں دیکھ لینے سے پہچان کے ساتھ ہی محبت کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا، جو خواب میں پری دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا اور بے قرار رہنے لگا۔''

کسی کے محاسن اور خوبیاں سن کر بھی اس سے محبت ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حزمؒ کے نزدیک محبت کے اسباب

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی اسی سے ملتی جلتی وجوہات و اسباب کو ''طوق الحمامہ'' میں لیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ خواب میں دیکھ کر کسی کی محبت میں مبتلا ہو جانا۔ (باب من أحبّ فی النوم)

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ نادر الوقوع سبب ہے۔ اگر میرے مشاہدہ میں نہ ہوتا تو اس کا بالکل تذکرہ نہ کرتا:

''لو لا أنی شاهدته لم أذكره لغرابته.'' (30)

''ان کے ایک دوست عمار بن زیاد ایک اَجنبی نوجوان عورت پر فریفتہ ہو گئے۔ جسے انھوں نے صرف خواب میں دیکھا تھا۔ اور ایک ماہ سے زائد عرصہ سخت غمگین و بے چین رہے۔ اس پر ابن حزم رحمہ اللہ نے انھیں زجر و توبیخ کی۔ اور کچھ عرصے کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہو گئی۔''

یہ قصہ بیان کر کے ابن حزم رحمہ اللہ اس کیفیت کو ''حديث النّفس'' اور ''اضغاث النّفس'' قرار دیتے ہوئے حسبِ عادت اپنے اشعار ذکر کرتے ہیں:

''.... أنّی دخلت يوما علٰى أبی السّري عمّار بن زياد صاحبنا مولى المؤيد فوجدتُه مفكّرًا مهمًّا فسألته عمّا به، فتمنّع ساعةً، ثم قال: لي اعجوبة ما سمعت قط، قلت: وما

ذاک؟ قال: رأيت في نومي اللّيلة جاريةً، فاستيقظتُ، و قد ذهب قلبي فيها، و همّت بها، و إنّي لفي أصعب حال من حبّها، و لقد بقي أياما كثيرة تزيد على الشهر مغمومًا مهمومًا لايهنئه شيء وجدًا، إلى أن لمّته، و قلت له: من الخطأ العظيم أن تشغل نفسك بغير حقيقة، و تعلّق وهمك بمعدوم لا يوجد، هل تعلم من هي؟ قال: لا! واللّٰه. قلت: إنّک لقليل الرأى، مصاب البصيرة، إذ تحبّ من لم تره قطّ، و لا خلق، و لا هو في الدنيا، ولا عشقت صورة من صور الحمام، لكنت عندي أعذر. فما زلت به حتّٰى سلا و ما كاد.

و هٰذا عندي من حديث النفس و أضغاثها، و في ذالک أقول شعرًا، (31) منه:

يا ليتَ شعري مَن كانت و كيف سرُتَ	أطلعة الشّمس كان أم هي القمرُ
أظنّهُ العقل أبداه تدبّرهُ	أو صورة الرّوح أبدتها لىَ الفكرُ
أو صورة مثلت في النفس من أملي	فقد تخيّل في إدراكها البصرُ
أو لم يكن كلّ هٰذا فهي حادثةٌ	أتٰى بها سببًا في حَتفي القدرُ

2۔ کسی کے اوصاف وشمائل سن کر محبت میں مبتلا ہو جانا۔ (باب من أحبّ بالوصف)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بھی نادر ہے کہ کسی کو بغیر دیکھے صرف اس کے اوصاف یا اس کی آواز سن کر محبت کرنے لگے، لیکن اس میں تعجب نہیں، کیوں کہ حکایات، خوبیوں کا تذکرہ، اور عمدہ باتوں کے انسانی نفوس پر اثرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے بھی بہت سارے لوگوں کو یہ صورتِ حال پیش آ چکی ہے۔

''..... ومن غريب أصول العشق أن تقع المحبة بالوصف دون المعاينة، فإن للحكايات ونعت المحاسن ووصف الأخبار تأثيرًا في النفس ظاهرًا ....'' (32)

یہ کیفیت ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک دیرپا نہیں ہے۔ کیوں کہ تعریف سن کر محب اپنے ذہن میں جو صورت غائبانہ تراشتا ہے، وہ وہمی ہوتی ہے۔ اور ملاقات کے وقت یہ تراشی ہوئی وہمی صورت واقعی حالت سے مختلف ہونے کی وجہ سے دلی کیفیت پر منفی اثر ڈالتی ہے۔

''..... و لٰكنه عندي بنيان هار علٰى غير أسّ، و ذالک أن الذي أفرغ ذهنه في هوى من لم ير لا بد له إذ يخلو بفكره أن يمثل لنفسه صورة يتوهمها و عينًا يقيمها نصب ضميره، لا يتمثل في هاجسه غيرها، قد مال بوهمه نحوها، فإن وقعت المعاينة يومًا ما فحينئذٍ يتأكد الأمر أو يبطل بالكلّية، و كلا الوجهين قد عرض و عرف....'' (33)

علامہ ابن حزمؒ تائید میں خود اپنے تین واقعات ذکر کرتے ہیں:

(الف) سادات میں سے ایک صاحب کے ساتھ ابن حزمؒ کا غائبانہ تعلق اور دوستی تھی۔ ملاقات کے کچھ دن ہی بعد

www.rahinma.org

یہ تعلق سخت نفرت سے بدل گیا:

"إنـه كان بيني و بين رجل من الأشراف وُدّ، و كيد، و خطاب كثير، و ما ترائينا قطّ. ثـم منـح اللّٰـه لي لقـائه، فما مرّت إلا أيام قلائل، حتّٰى وقعت لنا منافرة عظيمة و وحشة شديدة متّصلة إلى الآن." (34)

(ب) ابی عامر بن ابی عامر سے ابن حزمؒ کو نفرت تھی۔ جب کہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تک نہیں تھا۔ شاید اس لیے کہ دونوں کے والدین کے درمیان بادشاہ کے مصاحب ہونے کی وجہ سے معاصرانہ شکررنجی تھی۔ لیکن ابن حزمؒ سے پہلی ملاقات ہی سے جو دوستی قائم ہوئی، مرتے دم تک رہی:

"..... و وقـع لـي ضـد هـٰذا مع أبي عامر بن أبي عامر رحمة اللّٰه عليه، فإني كنت له علىٰ كراهة صحيحة و هو لي كذالك و لم يرني و لا رأيته...." (35)

(ج) ایک طویل عرصے سے ابن حزم رحمہ اللہ کا عبدالواحد قبری ؟ سے غائبانہ تعلق تھا۔ کافی دیر بعد جب دونوں کی بالمشافہ ملاقات ہوئی تو اس تعلق میں مزید پختگی آ گئی۔

"و أما أبو شاكر عبدالرحمان بن محمد القبرى فكان لي صدّيقًا مدةً علىٰ غير رؤيةٍ، ثم التقينا فتأكّدت المودّة و اتّصلت و تمادّت إلى الآن." (36)

کسی کے صرف اوصاف جان کر یا اس کی آواز سن کر محبت میں مبتلا ہونے کی کمزوری مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے کہ یہ کمزور ہوتی ہیں۔ اور طبعی لحاظ سے محبت کی طرف جلد آمادہ ہو جاتی ہیں۔ اور عام عورتوں کی نسبت محلات اور اونچے گھرانوں کی مال دار عورتیں بہت زیادہ اپنے مرد رشتہ داروں کے ساتھ ایسی محبت میں مبتلا پائی جاتی ہیں:

"و أكثـر ما يقع هٰذا في ربات القصورات المحجوبات من أهل البيوتات من أقاربهن من الرّجال، و حبّ النساء في هٰذا أثبت من حبّ الرجال لضعفهن و سرعة إجابة طبائعهن إلى هٰذا الشأن، و تمكّنه منهن." (37)

4۔ پہلی نظر سے محبت میں مبتلا ہونا۔ (من أحبّ من نظرة واحدة)

بسا اوقات پہلی نظر ہی سے محبت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔

و كثيرًا ما يكون لصوق الحبّ بالقلب من نظرة واحدة." (38)

اس میں چوں کہ محبت کی تحریک آناً فاناً ہوتی ہے اور محبّ محبوب کے نام تک سے بے خبر ہوتا ہے، اس لیے ابن حزم رحمہ اللہ اسے دور اندیشی کے خلاف تصور کرتے اور محبت کرنے والے کی جلد بازی اور بے صبری سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اور جس سرعت سے یہ محبت وجود میں آتی ہے، اسی رفتار سے اس پر فنا بھی طاری ہو جاتی ہے۔

فـمـن أحـبّ مـن نـظـرة واحدة، وأسرع العلاقة من لمحة خاطرة، فهو دليل علىٰ قلّة

www.rahmia.org

البصر، ومخبر بسرعة السّلو، وهٰكذا فى جميع الأشياء أسرعها نموًّا أسرعها فناء." (39)

بلکہ ابن حزم رحمہ اللہ اس نوعیت کے حادثات کو محبت کے بجائے شہوت کا نام دیتے ہیں:

"و إنى لأطيل العجب من كل من يدّعى أنه يحب من نظرة واحدة، و لا أكاد أصدّقهٔ و لا أجعل حبّه إلا ضربًا من الشهوة." (40)

"و أمّا مايقع من أول وهلة ببعض أعراض الإستحسان الجسدى، و استطراف البصر الّذى لايجاوز الألوان، فهٰذا سرَّ الشَّهوة." (41)

7۔ محبت کی اقسام

اس حوالے سے علامہ ابن حزمؒ کا نقطۂ نظر

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ موضوع سے تعلق رکھنے والی ہر اہم بات کو عام طور پر مستقل عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں، لیکن محبت کی اقسام کو الگ عنوان کے ساتھ ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ انہیں محبت کی حقیقت و ماہیت کے ضمن میں لائے ہیں۔ اور روزمرہ کے مشاہدے میں محبت کا جذبہ اور داعیہ مختلف روپ میں سامنے آتا ہے۔ اس لیے ان جذبات و دواعی کو بنیاد بناتے ہوئے ابن حزمؒ نے 09 قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ابن حزم کی یہ تقسیم حتمی اور قطعی نہیں ہے۔ ان کے اسلوبِ بیان سے لگتا ہے کہ محبت کی اقسام شاید ان ہی 09 میں منحصر ہیں۔ حال آں کہ ایسا نہیں ہے۔

"طوق الحمامه" میں اقسامِ محبت مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ متحابین فی اللہ (اللہ کے لیے دو آدمیوں میں باہمی محبت)۔ اور یہی محبت سب سے بہترین و افضل ہے۔

2۔ قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے محبت

3۔ اُلفت یعنی مقاصد میں شراکت کی وجہ سے محبت

4۔ ہم نشینی و صحبت کی وجہ سے محبت

5۔ نیکی اور احسان کی وجہ سے محبت

6۔ محبوب کی وجاہت سے منفعت کی طمع کی وجہ سے محبت

7۔ راز کے اخفا کی ذمہ داری کی وجہ سے محبت

8۔ حصولِ لذت اور حاجت برآری کی وجہ سے محبت

9۔ جذبۂ عشق کی وجہ سے محبت

ابن حزم رحمہ اللہ کی رائے میں محبت کی پہلی آٹھ قسموں میں یگانگت کے علاوہ کوئی اور فوری سبب بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ البتہ آخری قسم ''عشق'' کا صرف ایک ہی سبب ہے۔ اور وہ عالم علوی میں انسانی نفوس کا باہمی اتصال

www.rahnuma.org

ہے۔جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

''أنّ المحبّة ضروب: فأفضلها محبّة المتحابين فى الله عزّوجل؛ .... ومحبّة القرابة، ومحبّة الألفة والإشتراک فى المطالب، ومحبّة التصاحب والمعرفة، ومحبّة البرّ يضعه المرء عند أخيه، ومحبّة الطّمع فى جاه المحبوب، ومحبّة المتحابّين لسرّ يجتمعان عليه يلزمهما ستره، و محبّة بلوغ اللّذّة و قضاء الوطر، و محبّة العشق الّتى لا علّة لها إلا ما ذكرنا من اتصال النفوس.'' (42)

شاہ صاحبؒ کے نزدیک محبت کی اقسام

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سب سے پہلے محبت کی اقسام کو انتہائی جامعیت کے ساتھ اصولی اور فرعی تقسیم کے دائرے میں لائے ہیں۔ کہ محبت پر ابھارنے والے مختلف جذبات دواعی پر مبنی تقسیم جامع اور مانع نہیں ہوسکتی۔ ویسے بھی ایسے جذبات و دواعی کو محدود دائرے میں منحصر کرنا طویل گفتگو کا تقاضا کرتا ہے۔اور یہ معیوب بات ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق میں محبت کی بنیادی تین قسمیں ہیں:

1۔ محبتِ الٰہیہ

2۔ محبتِ بشریہ

3۔ محبتِ جامعہ

پہلی قسم کے دو ذیلی شعبے ہیں:

(الف) محبت من اللہ (اللہ کی جانب سے محبت)

(ب) محبت مع اللہ (اللہ کے ساتھ محبت)

دوسری قسم کے بھی دو ذیلی شعبے ہیں:

(الف) محبت طبعیہ (طبیعت کی گہرائیوں میں راسخ مستقل محبت)

(ب) محبت عرضیہ (غیر مستقل اور عارضی محبت)

تیسری قسم کا صرف ایک ذیلی شعبہ ہے۔ جو ''محبتِ الٰہیہ'' اور ''محبتِ بشریہ'' کے باہمی ملاپ سے وجود میں آتا ہے۔یعنی اللہ کی خاطر لوگوں کا ایک دوسرے سے محبت کرنا۔

''و إن كانت لها أقسام فنعنى ههنا منها بثلاثة: مَحبّة إلٰهية، و مَحبّة بشريّة، و مَحبّة جامعة. فللأولىٰ شعبتان: مَحبّة من الله، و مَحبّة مع الله. و للثانية شعبتان: مَحبّة طبيعية، و مَحبّة عرضيّة. و للثالثة شعبة ملتئمة منهما و هى: مَحبّة فيما بينهم الله.'' (43)

اور اس کے بعد محبتِ قویہ، ضعیفہ، ذاتیہ، صفاتیہ، افعالیہ، وہبیہ، کسبیہ اور کاملہ جیسی ذیلی تقسیمات کے تحت تقریباً

www.rahimia.org

پچاسی اقسام و درجات کو بہت عمدہ طریقے سے احاطۂ تحریر میں لائے ہیں۔ للّٰہ درّہ

8۔ عمق اور وسعتِ نظری کے حوالے سے موازنہ

محبت کی علامات اور عشاق کے احوال مثلاً ان کے چہرے اور آنکھوں کی حالت، حیرانگی، شوق وقلق، آہ و پکار اور فراق و وِصال کی کیفیات کے ذکر سے انسانی نفس کے مختلف احوال و مقامات پر دونوں کی گہری نظر ہے۔ اگرچہ ابن حزمؒ نے اس بارے میں اپنی ذاتی کیفیات کا تذکرہ بھی شامل کیا ہے، جن کا انھیں اپنی باندی ''نُعم'' کے ساتھ عشق ومحبت کی وجہ سے تجربہ ہوا تھا، لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کی دقتِ نظری اور رفعتِ فکری اور جذبات و کیفیات کے تنوع میں نکتہ آفرینی کا کمال، واضح اور برتر ہے۔

اس حوالے سے چند مثالیں

اس حوالے سے وضاحت کے لیے ذیل میں کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

دونوں بزرگوں نے مشہور حدیث پاک:

''الأرواح جنود مجنّدة.'' (44) (انسانی روحوں کے اجتماعی لشکر ہوتے ہیں)

کو انسانی نفوس کے اس باہمی اتصال و مناسبت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ جس کا وجود اس وقت ہوتا ہے، جب یہ نفوس، لطیف عناصر کی شکل میں ہوتے ہیں۔ لیکن استدلال کی نوعیت میں دونوں کے درمیان لطیف فرق پایا جاتا ہے۔

اس حدیثِ پاک کی روشنی میں ابن حزمؒ دو انسانی نفوس کے درمیان طبعی صفات میں باہمی اتفاق و یگانگت کو ان دونوں کے لیے محبت کی اساس قرار دیتے ہیں۔ اور اس میں کمی و زیادتی، ان کے نزدیک محبت کی پختگی اور کمزوری کا پیمانہ قرار پاتی ہے۔ لیکن وہ کمی اور زیادتی پیدا کرنے والے مؤثرات کی جانب کوئی اشارہ نہیں فرماتے۔ (45)

جب کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ انسانی نفوس کی باہمی مناسبت اور محبت کے درجِ ذیل پانچ قوی مؤثرات روحانی اثرات و معانی کا ذکر فرماتے ہیں:

(i) نوعی خواص کی طرح شخصی خواص میں یکسانیت

(ii) ستاروں اور بروج کے افراد کی ساخت پر ہونے والے اثرات

(iii) اَخلاط، یعنی خون، بلغم، صفرا، سودا کا باہمی تناسب

(iv) قوتِ شہویہ، قوتِ غضبیہ، قوتِ وہمیہ کا کم زیادہ ہونا

(v) روحانی دائرے کی کشش: جیسے دعاؤں، قلبی توجہات اور مجرب اعمال کی تاثیرات وغیرہ

ان میں سے ہر ایک سے مناسبت میں کمی اور زیادتی دو افراد کی باہمی محبت پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ مذکورہ بالا

www.rahimia.org

حدیثِ پاک میں صرف ایک اور سب سے قوی روحانی مؤثر کی جانب اشارہ ہے۔ یعنی نفوس میں روحانی مناسبت کا موجود ہونا۔ جسے اثر اندازی و اثر پذیری کے وصف کی وجہ سے صورتِ شخصیہ کی خاصیت قرار دیا گیا ہے۔ جیسے صورتِ نوعیہ کے خواص ہوتے ہیں۔ مثلاً: مقناطیس اور لوہے اور سورج اور سن فلاور کے درمیان تعلق اور کشش کی خاصیت ہوتی ہے۔ اس قسم کی روحوں کے باہمی تعلق پر مبنی محبت اپنی معراج کو پہنچ کر ایسی لازوال ہو جاتی ہے کہ جانبین فوت بھی ہو جائیں، تب بھی یہ باقی رہتی ہے۔ اس کی تائید میں حضرت شاہ صاحب نے بشر کے اشعار ذکر کیے ہیں۔ جو اس نے "ليلى الأخيليه" کی محبت میں کہے تھے، ان کے مشہور قصے کی طرف اشارہ فرمایا (*) (46)

و لو أن ليلى الأخيلية سلمت … علىّ و دوني تربة و صفائح

لسلمت تسليم البشاشة أو صرت … عليها صدى من جانب القبر صائح

9۔ جامعیت اور دقتِ نظری میں موازنہ

دونوں بزرگوں کے ہاں محبت کی کیفیات و مظاہر کے ذکر میں تنوع پایا جاتا ہے، لیکن جامعیت اور دقتِ نظری حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ہاں واضح ہے۔

تقابل کے لیے "طوق الحمامه" سے علاماتِ محبت کا عنوان اور "اسرار المحبه" سے درجاتِ محبت کی تفصیل کو لیا گیا ہے۔

اس حوالے سے علامہ ابن حزمؒ کے فکر کا جائزہ

ابن حزم رحمہ اللہ نے محبت کی مندرجہ ذیل علامات ذکر کی ہیں:

1۔ محبوب کو ہر وقت دیکھتے رہنا۔

فأوّلها إدمان النظر.

2۔ اس کی گفتگو کو توجہ اور غور سے سننا۔

ومنها الإقبال بالحديث.

3۔ جہاں محبوب ہو، وہاں جلدی سے پہنچنا۔ اور عمداً اس کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا۔

ومنها الإسراع بالسّير نحو المكان الّذى يكون فيه، والتعمد للقعود بقربه، والدّنو منه.

4۔ محبوب پر اچانک نظر پڑنے یا اس کے سامنے آنے سے حیرت و مسرت میں مبتلا ہونا۔

منها بهت يقع، و روعة تبدو على المحبّ عند رؤية من يحبّ فجأةً.

5۔ محبوب کا ہم شکل دیکھ لینے سے یا اچانک اس کا نام سننے سے بے چین ہو جانا۔

و منها اضطراب يبدو على المحبّ عند رؤية من يشبه محبوبه أو عند سماع إسمه فجأةً.

www.rahimia.org

6۔ نظریں چرا کر دیکھنا۔

و کثرۃ الغمز الخفی.

7۔ بات چیت کے دوران اس کے ہاتھ کو چھونے کی کوشش کرنا۔

و التّعمّد لمس الید عند المحادثۃ.

8۔ محبوب کا جھوٹا پینا۔

و شرب فضلۃ ما أبقی المحبوب فی الإناء.

9۔ محبت پختہ ہونے کے بعد تنہائی کو پسند کرنا اور محبت میں جسم کا کمزور ہو جانا۔

حبّ الوحدۃ و الأنس بالانفراد، و تحوّل الجسم.

10۔ محبت کرنے والے کے ناراض ہونے سے نیند کا غائب ہونا۔

و السّھر من إعراض المحبّین.

11۔ ہجر اور وصال دونوں حالتوں میں بے چین اور پریشان ہونا۔

و یعرض للمحبّین القلق عند أحد أمرین: أحدھما: عند رجائہ ملقاۃ من یحبّ. و الثانی: عند حادث یحدث بینھما من عتاب.

12۔ محبوب کے اہل و اقارب اور دوست احباب سے محبت کرنا۔

یحبّ أھل محبوبہ، و قرابتہ، و خاصتہ.

12۔ محبت کی وجہ سے رونا اور آنسو بہانا۔

و البُکاء من علامات المحبّ.

13۔ بدگمانی کا زیادہ ہونا۔

و یعرض فی الحبّ سوء الظن. (47)

اس حوالے سے شاہ صاحبؒ کے فکر کا جائزہ

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے درجاتِ محبت بیان کرتے ہوئے محبت کرنے والے کی بدلتی ہوئی کیفیات کا جس خوبی اور مہارت سے احاطہ کیا ہے، یہ انہی کا حصہ ہے۔

وصال سے تعلق رکھنے والے مندرجہ ذیل گیارہ درجات ذکر فرمائے ہیں:

1۔ اُنس: یہ سب سے پہلا درجہ ہے اس مرحلے میں محبت کرنے والے کے لیے محبوب کی محفل اور ہم نشینی، اس کی زیارت، دیدار اور اس کا تذکرہ راحتِ قلب کا سامان ہوتا ہے۔

و أوّلھا: الأنس: وھو إرتیاح القلب بصحبۃ المحبوب و رؤیتہ و ذکرہ.

www.rahimia.org

2۔ عزم:؟ محبت کا دل میں اس طرح جاگزیں ہونا کہ نہ صرف جدائی سے، بلکہ محبوب کی موجودگی میں اس کی طرف سے آنکھیں دوسری طرف پھیرنے اور پلک جھپکنے سے بے قراری اور اذیت محسوس کرنا۔

ثمّ العزم: و هو اللّزوم للنّفس فيتأذّى بفرقته بل بغمض العين و صرف النّظر عند حضوره.

3۔ حبّ: محبوب پر مال قربان کرنے اور اس سے حسنِ سلوک کرنے کا جذبہ ابھر آنا۔

ثمّ الحبّ: و هو انبعاث القلب للبذل و الإحسان.

4۔ إيثار: نفیس، قیمتی اور لذت بخش چیزوں میں محبوب کو ترجیح دینا۔

ثمّ الإيثار: و هو تقديمه فى اللّذيذة و النّفيس علٰى نفسهٖ و غيره.

5۔ الغذاء: محبت میں اپنی جان اور آبرو قربان کرنے کا جذبہ۔ چناں چہ اسے گرفتاری، سزا اور ملامت کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

ثمّ الغذاء: و هو الإقدام على بذل العرض و النّفس فلا يتأثّر بالملام و الحبس و الضّرب.

6۔ الهـــوٰى: محبوب کے سوا کسی بھی حسین کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ اگر کمزور ہو تو اس کیفیت میں وہ ہوش و حواس برقرار نہیں رکھ سکتا۔

ثـمّ الهـوٰى: وهـو الإكـبـاب عـلـيـه بترك الإلتفات إلٰى غيرهٖ من الحِسان فإن كان ضعيف النّفس فيعقبه السّكر و هو الغفلة عن أعيان الحاضرين و أصواتهم.

7۔ الدّهش: اپنے آپ سے بھی غافل ہو جانا اور کسی بھی لمحہ ہوش میں نہ آنا۔

ثمّ الدّهش: و هو الغيبه عن نفسه فلا يقدر على الإنتباه ساعة.

8۔ الـصـعـق: دوسروں کے بیدار کرنے پر بھی ہوش میں نہ آ سکنا۔ اس کیفیت میں بسا اوقات آدمی فوت بھی ہو جاتا ہے۔

ثمّ الصّعق: و هو عسر الانتباه بالتنبّى؟ هو رُبما ينجر الى الموت و إن كان قوى النّفس.

9۔ الوِداد: محبوب کی رضامندی کا دل سے خیال کرنا۔

فالوِداد: و هو التّفطُّن برضاء المحبوب بشهادة القلب.

10۔ المصافات: محبوب کی مخالفت کا کبھی خیال تک نہ آنا۔

ثمّ المصافات: وهو ارتفاع المخالفة عن الإرادة.

11۔ الخلّه: مکمل ہم خیالی اور اپنی پسند اور ناپسند کو بالکل ختم کر دینا۔

ثمّ الخلّة: وهو كمال الموافقة فى الرّأى فيستحسن ما يستحسن، و يستهجن ما يستهجن

اسی طرح شاہ صاحبؒ نے ہجر اور جدائی سے تعلق رکھنے والے 09 درجات بیان فرمائے:

www.rahimia.org

1۔ الشّوق: دوبارہ ملاقات کی ہر وقت چاہت۔

فالشّوق: وهو الميل إلى إعادة اللّقاء.

2۔ الصّبابه: شوق اور محبت کا رگ رگ میں اس طرح اُتر جانا کہ اپنا ضبط برقرار نہ رکھ سکے۔

ثمّ الصّبابة: وهو إنصاب الشّوق إلى الأعضاء، فلا يتمكّن من التّماسک و الضّبط.

3۔ الولوع: دوست اور اس کے آثار و نشانات کو یاد کر کے بے قرار ہو جانا۔ جیسے ہرنی کی آنکھیں اور گردن دیکھ کر قیس، لیلیٰ کی یاد میں بے قراری سے اٹھا اور جال میں آئی ہوئی ہرنی کو آزاد کر دیا۔ جب کہ وہ اور اس کے گھر والے سخت فاقے سے تھے۔

ثمّ الولوع: وهو الهيجان لذكرهٖ و لآثارهٖ و يشبه كما وقع للمجنون فى الظّبيّة المصيدة إذا نصب الحبالة ابتغاء لقوت أهله لمّا نزل به و بهم من الفاقة، فوقعت فيها ظبيّة فوثب إليه و حلّها و خلاها قائلا:

أقول و قد أطلقتها من وثاقها ۔۔۔ فأنت لليلى يا حيّيت طليق

أيّا شبه ليلى لا تراعى فإنّنى ۔۔۔ لک اليوم من بين الأنام صدّيق

فعيناک عيناها و جيدک جيدها ۔۔۔ و لٰكن عظم السّاق منک دقيق

4۔ الوله: محبت میں اپنی عزت و آبرو اور معاشرتی رسومات کی پروا نہ کرنا۔

ثمّ الوله: وهو خلع الحياء و الرّسوم فى الطّلب.

5۔ الهيمان: محبت میں دلی کیفیات سے مغلوب ہو کر حرکات و سکنات اور گفتگو میں عقل و شعور کے دائرے سے نکل جانا۔

ثمّ الهيمان: وهو الخروج عن قضيّة العقل فى الحركات و الكلام بشغل القلب.

6۔ الكآبة: بدنی ضروریات بھوک اور نیند اور صحت کی جسمانی رغبت کا ختم ہو جانا اور لوگوں سے وحشت ہونا۔

ثمّ الكآبة: وهو سقوط المرافق البدنيّة، و رغبة الصّحبة، فيذهب الجوع، و النّوم، و يتوحّش عن النّاس.

7۔ الإستغراق: طویل عرصے سے محبوب کے سوا دل سے ہر تمنا اور خیال کا نکل جانا۔

ثمّ الإستغراق: وهو خلوّ القلب عن غير المحبوب زماناً طويلاً.

8۔ الوِجدان: چال ڈھال اور گفتگو میں محبوب کی اداوں کو اختیار کرنا۔

ثمّ الوِجدان: وهو تمثّل المحبوب و مماشاة ومكالمة شبحًا.

9۔ عشقِ حقيقى: یہ آخری درجہ ہے۔ محبت کی وجہ سے روحِ نفسانی کے رگ و ریشے میں محبوب کی صورت

www.rahimia.org

کا پختہ طور پر سرایت کر جانا کہ جس سے ایک کی خوشی اور غمی کے اثرات دوسرے کے جسم پر ظاہر ہوں۔

ثمّ العِشق الحقیقی: وھو سریان صورۃ المحبوب مع متانۃ و رسوخ فی الأرواح النّفسانیۃ سائرھا. (48)

دونوں کتابوں کے باہمی تقابلی جائزے کے نتائج:

1۔ ''طوق الحمامہ'' اور ''أسرار المحبّۃ'' دونوں کتابیں عربی لٹریچر میں اپنے موضوع پر نادر اور بے نظیر شمار ہوتی ہیں۔

2۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جذبۂ محبت کو تربیت و احسان اور تہذیبِ اَخلاق کا سب سے اہم ذریعہ شمار فرماتے ہیں۔ اسی لیے ''اسرار المحبہ'' میں وہی فلسفہ محبت پیش کیا گیا ہے، جو ذوقِ سلیم رکھنے والے اور خصوصاً اہل اللہ کے ہاں زیر بحث رہتا ہے۔ اس فلسفے کی بنیاد مندرجہ ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ ہی مقصودِ حقیقی ہیں۔ اور ان کے اسمائے کریمہ اور صفاتِ عظیمہ اس بات کی دلیل ہیں کہ ساری کائنات میں جاری و ساری محبتوں کا کعبہ اور مرکز و محور بھی وہی ہے۔ اور اس کی محبوبیت کے حقوق، ایمان و تصدیق، اس کے احکامات کی اتباع، عبودیت و اخلاص، قضا و قدر پر رضامندی، اور اس کی خاطر مصائب جھیلنا وغیرہ کی ادائیگی محبت کا تقاضا ہے۔ چناں چہ نبویؐ اسوۂ حسنہ کی روشنی ہی میں فرائض کی عمدہ ادائیگی سے محبوب کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے۔ محبوب (اللہ تعالیٰ) کی جانب سے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے فیضان کا نزول والقا سچی محبت سے مناسبت اور تعلق کے مطابق ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ مناسبت اور محبت منصبِ نبوت پر فائز ہستی کو ہوتی ہے۔ کہ محبوب نے خاص عنایت سے انھیں اس مقصد کے لیے خود اپنے قرب سے نوازا ہوتا ہے۔ ''وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ'' (105:2) اور دوسروں کے لیے اسوۂ حسنہ بنایا ہوتا ہے۔ یوں محبوبِ اعظم کے فیضان کا آگے منتقل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور پھر ان سے جس کو جتنی مناسبت اور ہوتی ہے، اتنا ہی اس کی جانب فیضان منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نبویؐ اسوۂ حسنہ کے ساتھ سچی محبت کے بغیر یہ مناسبت ناممکن ہے ''**و ھی شرط لکسب کل کمال**'' (یہ ہر کمال کے حصول کی بنیادی شرط ہے) یہی اصحابِ مناسبت و اہل فیضان ''**مصابیح الھدیٰ**''، یعنی ہدایت کے روشن چراغ ہوتے ہیں۔ چناں چہ عام آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی ہی کامل ہستی کو اپنی محبت و مودّت کا مرکز بنائے، جو اسے محبوبِ اعظم (پروردگار) تک رہنمائی کر سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا ہدف وہ محبت ہے، جس کے مظاہر اللہ تعالیٰ اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اسی

www.rahimia.org

طرح وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں، جن کی محبت اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پختہ کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

2۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے فلسفۂ محبت پر بہت کم لکھا ہے۔ اور عام انسانوں میں محبت کے پاکیزہ نام سے جو سفلی جذبات معروف ورائج ہیں، اور جنھیں اہل علم سوداوی مرض کے آثار و نتائج میں سے شمار کرتے ہیں، ان کی اقسام وانواع پر زیادہ لکھا ہے۔ اور کتاب میں نہ صرف عورتوں کی فتنہ گری اور ان کے جسمانی اعضا کے حسن و جمال اور نقائص وقباحت کا تذکرہ پایا جاتا ہے، بلکہ بیمار محبت کے ناپاک نتائج یعنی مرد اور عورت کے ناجائز اختلاط کے کچھ واقعات کو شواہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اس کتاب میں شاذ ؟ یعنی ہم جنس پرستی وغیرہ کی جانب بھی اشارے ملتے ہیں۔ (49) اگر چہ زیادہ تر واقعات گناہوں کی برائی کے سیاق وسباق میں ذکر کیے ہیں، لیکن ان کی وجہ سے "**طوق الحمامه**" کے بعض ابواب وصفحات عمومی مجلس ومحفل میں نہیں پڑھے جا سکتے۔

ابن حزم رحمہ اللہ ساتھ ساتھ عفت و پاکیزگی اور دیگر اَخلاقِ عالیہ کے اختیار کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اور فرد، معاشرہ اور قوموں پر کمینہ خصلت بداَخلاقیوں کے تباہ کن اثرات سے بھی آگاہ کرتے ہیں، لیکن محبت کے نام سے پست اَغراض کا تذکرہ بھی جا بجا ملتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے پیش نظر، محبت کا انتہائی اعلیٰ اور ارفع مقصد اللہ تعالیٰ اور ان کے دوستوں سے محبت ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے پاکیزہ قلم کو ایسے واقعات سے ملوث نہیں ہونے دیا۔ شاہ صاحبؒ نے بھی طبعی محبت کے شواہد میں مرد و عورت کی محبت کے واقعات ذکر فرمائے ہیں، لیکن یہ واقعات اپنی پوری تفصیل کے ساتھ ''محبتِ عذری'' کے بہترین شواہد ہیں۔ (50)

4۔ دونوں اگرچہ محبت کے معانی، اوصاف وعلامات اور احوال وعوارض سے ہی بحث کرتے ہیں، لیکن دونوں کی ترجیحات میں بنیادی فرق ہے۔ اور موضوعات کی اہمیت اور وقعت کے لحاظ سے دونوں کے نقطۂ نظر مختلف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قاری کے ذہن پر دونوں کا تأثر واضح طور پر الگ الگ قائم ہوتا ہے۔

5۔ ابن حزم رحمہ اللہ تقریباً ہر باب اور ہر عنوان کے ضمن میں اپنے اشعار ذکر کرتے ہیں۔ جو اپنے اندر پاکیزہ معانی رکھتے ہیں۔ جب کہ حضرت شاہ صاحبؒ بہت کم اشعار بیان کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

www.ranimia.org

حوالہ جات

1. اسرار المحبه، ناشر نصرة العلوم گوجرانوالا، ص21.
2۔ ابن حزم کے تفصیلی حالات زندگی اور کارہائے نمایاں کے لیے ملاحظہ فرمائیے: وفیات الاعیان و أنباء ابناء الزمان. تالیف: ابن خلقان. جلد: 03. ص225-330. طبع: دارصادر، بیروت. بغیة الملتمس فی تاریخ رجال الاندلس لاحمد بن یحیی الضبهی ج 2، از صفحه 543 تا 545 دار الکتاب العربی 1976ء. معجم الادباء للیاقوت دار احیاء التراث العری ج ۱۲ .جذوة المقتبس فی ذکر ولاة الاندلس للحمیدی، ج 2، از صفحه 489، تا 493 مکتبه نشر الثقافة الاسلامیه بالقاهره. المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ۱۲۳۱ ۵۴. سیر اعلام النبلاء، ج ۱۸، صفحه ۱۸۴.۲۱۲.۳.
3۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات زندگی اور کارہائے نمایاں کے لیے ملاحظہ فرمائیے! نزهه الخواطر. ج:7۔ ص:204۔208 طیب اکیڈمی، ملتان 1992
4. اسرار المحبه، ناشر نصرة العلوم گوجرانوالا، ص 22.
5. ایضاً، ص 118.
6. مقدمه تحقیق "طوق الحمامه" الطاهر احمد مکی، دار المعارف قاهره 1980 ء.
7. رسائل ابن حزم تحقیق د عباس، صفحه 20.
8. طوق الحمامه، المکتبه العصریه بیروت 2009ء، صفحه ص38.
9. ایضاً.
10. ایضاً، ص39.
11. ایضاً، ص40.
12. حزب امام ولی الله دهلوی کی اجمالی تاریخ، ص911.
13. اسرار المحبه، ص19.
14. ایضاً، ص107.
15. طوق الحمامه، ص44.
16. اسرار المحبه، ص25.
17. اسرار المحبه، ایضاً، ص21.
18. طوق الحمامه، ص 51.
19. اسرار المحبه، ص49.
20. اسرار المحبه، ص 48.
21. طوق الحمامه، ص51.
22. طوق الحمامه، ص 48.
23. طوق الحمامه، ص 48.

www.rahimia.org

24. اسرار المحبہ، ص49 .
25. اسرار المحبہ، ص 49 .
26. اسرار المحبہ، ص49 .
27. اسرار المحبہ، ص27 .
28. اسرار المحبہ، ص 48.
29. اسرار المحبہ، ص 50، 51.
30. طوق الحمامہ، ص 65.
31. ایضاً.
32. طوق الحمامہ، ص 67.
33. ایضاً.
34. طوق الحمامہ، ص 68.
35. طوق الحمامہ، ص 68.
36. ایضاً.
37. طوق الحمامہ، ص 67.
38. طوق الحمامہ، ص 70.
39. طوق الحمامہ، ص 72.
40. طوق الحمامہ، ص 74.
41. طوق الحمامہ، ص 75.
42. طوق الحمامہ، ص 50.
43. اسرار المحبہ، ص 27 – 28.
44. صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ و الأدب، رقم 159، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، طبع: 1979ء (اسرار المحبہ، ص49، طوق الحمامہ، ص51)
45. طوق الحمامہ، ص 51.
46. اسرار المحبہ، ص49.
47. طوق الحمامہ، ص 55 – 63.
48. اسرار المحبہ ص 51–53.
49. دیکھیے طوق الحمامہ، باب قبح المعصیۃ، ص 208 – 219.
50. دیکھئے اسرار المحبہ، ص 94 – 98.

☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

تعارف مخطوطات

مکتبہ الحرم المکّی مکہ مکرمہ

میں خانوادۂ ولی اللّٰہی کی کتابوں کے چند اہم مخطوطات

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد

گزشتہ سال ذی قعدہ و ذی الحجہ 1431ھ میں حضرتِ اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں حج بیت اللہ کے سفر کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس موقعے پر حرم شریف کے قدیم کتب خانوں میں موجود کتابوں سے آگاہی کے لیے ''مکتبہ الحرم المکی'' مکہ مکرمہ میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ تاکہ دینی علوم و افکار کی اہم کتابوں کا جائزہ لیا جائے۔ خاص طور پر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کی کتابوں کے قلمی مخطوطات سے آگاہی اور ان کے حصول کے لیے اس لائبریری میں جانا ضروری سمجھا گیا۔

''مکتبہ الحرم المکّی'' مکہ مکرمہ

''مکتبہ الحرم المکی'' مکہ مکرمہ کی ایک نہایت اہم لائبریری ہے۔ جس میں بیت اللہ الحرام کے اردگرد قدیم لائبریریوں کی کتابوں کو بڑے سلیقے اور اہتمام کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ لائبریری پہلے مسجد حرام کے قریب تھی۔ آج کل اسے حرمین شریفین کے امور کا انتظام کرنے والی ''مؤسّسہ'' کے زیرِ اہتمام ایک بہترین اور نئی عمارت تعمیر کر کے اس میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس لائبریری کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں حضرت مولانا شیخ ابوالفیض تاج الدین عبدالستار بن عبدالوہاب بن محمد خدایار صدیقی دہلویؒ کا قائم کردہ کتب خانہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ شیخ عبدالستار صدیقی سے امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے سندِ حدیث کی اجازت حاصل کی تھی۔

''مکتبہ فیضیہ مکّیہ مبارک شاہیہ بِکریہ'' مکہ مکرمہ

شیخ ابوالفیض عبدالستار دہلوی مکیؒ نے ایک کتب خانہ 1313ھ/ 1895ء میں قائم کیا تھا۔ اور اس میں دنیا بھر سے اہم مخطوطات جمع کیے تھے۔ یوں تو اس مکتبے میں تمام علوم و فنون کی اہم کتابیں موجود ہیں، لیکن تاریخ کی بعض اہم کتابیں صرف اس کتب خانے کی ہی زینت ہیں۔ خود شیخ عبدالستار دہلویؒ نے مصر اور ترکی وغیرہ کے اسفار کیے اور اہم مخطوطات اپنے قلم سے نقل کر کے یہاں منتقل کیے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ہی اس کتب خانے کو وقف کر کے اپنے جدِامجد شیخ مبارک شاہ بن ابوبکر صدیقی کے نام پر ''مکتبہ فیضیہ مکیہ مبارک شاہیہ

www.rahimia.org

بکریہ'' رکھا تھا۔ انھوں نے اس لائبریری کا نگران اور منتظم شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار دہلویؒ کو مقرر کیا تھا۔ اور اپنے انتقال کے بعد انھیں مکمل حقوق و اختیارات منتقل کرنے کی وصیت کردی تھی۔ چناں چہ شیخ عبدالستار صدیقی دہلویؒ لکھتے ہیں:

قال أبو الفیض: و قد تحصّلتُ علٰی بعض تالیفھم بحمد اللّٰہ بالنّسخ و غیرہٖ، وھی موجودۃ عندی بمکتبتنا ''الفیضیّۃ المکّیۃ المبارک شاھیۃ البِکریّۃ'' قد أوقفتُھا فی سنۃ ثلاثۃ عشر و ثلاث مائۃ و ألف ۱۳۱۳ ھـ (1895ء) و ھی الآن (۱۳۲۵ھـ/1907ء) تحت تصرّفی و نظارتی بإحدٰی خلوۃٍ من رَباط عمّی المرحوم غلام نبی المعروف بحارتنا الشّامیۃ. و النّاظر علیھا وصیّی المختار المحترم الفاضل الشّیخ عبدالوھّاب بن عبدالجبّار بن عبدالرحمان بن علی جان الدّھلوی المکّی. فإذا قضی اللّٰہ علیّ بالموت الّذی لا بدّ منہ و لامحیص لأحدٍ عنہٗ، فالوصیّ علٰی تجھیزی و تکفینی الفاضل المذکور یُخرجنی مخرج أمثالی من أموات المؤمنین موافقًا لکتاب اللّٰہ و سنّۃ رسولہ الأمین سیّد المرسلین صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ و صحبہ و سلّم. ثبّتنی اللّٰہ بالقول الثّابت فی الحیاۃ الدّنیا و الآخرۃ. و کذالک المذکور الشّیخ عبدالوھّاب ھو النّاظر المختار علٰی مکتبتی بدون معارضٍ لہٗ فی ذالک و لا منازعٍ. و أشھدت علٰی نفسی بذالک عن طوعیۃ و إختیار لا عن إکراہٍ و إجبارٍ. واللّٰہ خیر الشّاھدین.'' (1)

''ابوالفیض (عبدالستار) کہتا ہے: کہ میں نے بحمداللہ ان (مذکورہ بالا) مشائخ کی چند تصنیفات کے چند نسخے حاصل کیے ہیں۔ اور وہ میرے پاس اپنے ''مکتبہ فیضیہ مکیہ مبارک شاھیہ بِکریہ'' میں موجود ہیں۔ ہم نے اس مکتبے کو اپنے محلے شامیہ میں اپنے چچا غلام نبی مرحوم کی رَباط کے ایک مکان میں قائم کیا تھا۔ اور اسے 1313ھ/ 1895ء میں ہی وقف کردیا تھا۔ آج اس وقت (1325ھ/ 1907ء میں) یہ مکتبہ میرے تصرف اور نگرانی میں ہے۔ اس مکتبے کے نگران میرے مختار اور وصی محترم فاضل شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار بن عبدالرحمٰن بن علی جان دہلوی مکیؒ ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ میری موت کا فیصلہ فرمادے، جس کا آنا ضروری اور لازمی ہے اور اس سے کسی کو فرار حاصل نہیں۔ میرے اس وصی، یعنی فاضل مذکور پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں میں مرنے والے افراد کے مطابق اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے موافق میری تجہیز و تکفین کا انتظام کرے۔ اللہ تعالیٰ مجھے دنیا کی زندگی اور آخرت میں اس دین پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ اسی طرح میری وصیت یہ بھی ہے کہ شیخ عبدالوہاب ہی میرے اس مکتبے کے مختار اور نگران ہوں گے۔ اس سلسلے میں کوئی ان سے نہ اختلاف کرے اور نہ جھگڑا کرے۔ اور میں اپنے نفس پر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ تحریر بغیر کسی جبر و

www.rahmia.org

اِکراہ سے خوش دلی اور اپنے اختیار سے لکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دینے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

مولانا شیخ عبدالستار صدیقی دہلویؒ نے بڑی محنت اور مشقت سے اپنے اس کتب خانے کے لیے دور دراز کا سفر طے کر کے نایاب اور قلمی مخطوطات کی نقولات خود اپنے قلم سے بھی تیار کیں اور دیگر علما سے بھی بہت سے مخطوطات کی نقولات تیار کروائیں۔ اور اپنے کتب خانے کی زینت بنائیں۔ اگرچہ اس مکتبے میں تمام علوم وفنون کی کتابیں انھوں نے جمع کی تھیں، لیکن خاص طور پر حرمین شریفین کی تاریخ پر بڑا اچھا ذخیرہ اس کتب خانے میں جمع کیا ہے۔ خاص طور پر مکہ معظّمہ کی عظیم تاریخ ''**العقد الثّمين في تاريخ البلد الأمين**'' جیسی اہم کتاب اس مکتبے کا حصہ ہے۔ جو آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اب تک کی معلومات کے مطابق اس کتاب کا یہ واحد مکمل نسخہ ہے۔ دیگر کتب خانوں میں اس کتاب کے چند ناقص اجزا ہیں۔ شیخ عبدالستار صدیقی دہلویؒ نے مصر اور دیگر شہروں کا سفر کر کے یہ تمام ناقص اجزا اکٹھے کیے۔ اور پھر انھیں اپنے قلم سے نقل کر کے آٹھ جلدوں پر مشتمل یہ صحیح نسخہ تیار کیا۔ اس کے علاوہ بھی مکہ مکرمہ کی تاریخ پر بہت عمدہ قلمی مخطوطات اس کتب خانے کی زینت ہیں۔

''مکتبہ فیضیہ'' کے نگران اور منتظم شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار دہلویؒ

مولانا شیخ عبدالستار صدیقی دہلویؒ کا انتقال 1355ھ/ 1936ء میں ہوا۔ ان کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار دہلویؒ اس مکتبے کے کلی امین، مدیر اور نگران رہے۔ انھوں نے آخری دم تک اس مکتبے کو پورے نظم ونسق کے ساتھ قائم رکھا۔ شیخ عبدالوہاب دہلویؒ کا خاندان قدیم زمانے سے ولی اللّٰہی سلسلے کے علما کے ساتھ تعلق رکھتا چلا آیا ہے۔ آپؒ کے جدِ اعلیٰ حاجی علی جانؒ دہلی اور مکہ مکرمہ کے کاروباری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے خانوادے سے بڑا گہرا تعلق رہا تھا۔ اور جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تحریکِ ریشمی رومال کے سلسلے میں حجاز تشریف لائے تو شیخ عبدالوہابؒ کے والدِ گرامی حافظ عبدالجبار دہلویؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کی گورنر حجاز غالب پاشا سے ملاقات کا اہتمام کیا تھا۔ چناں چہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ''نقشِ حیات'' میں لکھتے ہیں:

> ''مکہ معظّمہ میں بہت سے ہندوستانی تاجر کاروبار کرتے ہیں، مگر دہلی کے تاجر حاجی علی جان مرحوم کے خاندان کی وہاں خصوصی حیثیت ہے۔ تجارت بھی ان کی بڑی پیمانے پر ہے۔ اور دین داری اور علمی حیثیت بھی ان کی اونچی ہے۔ اہلِ شہر اور حکام میں بھی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس خاندان کا حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے متبعین مجاہدینِ ستھیانہ وغیرہ سے بھی قدیمی تعلق ہے۔ اس لیے حضرت شیخ الہندؒ حافظ عبدالجبار صاحب ـــــ جو کہ اس خاندان میں معمر اور سمجھ دار اور امتیازی حیثیت رکھتے تھے ـــــ ملے۔ اور ان سے معاملات ذکر کر کے گورنر حجاز غالب پاشا سے ملاقات کرانے کی استدعا کی۔

انھوں نے اسی وقت ایک ہندوستانی معاملہ فہم نوجوان تاجر کو ____ جو ترکی اور عربی زبان سے خوب واقف اور وہاں کے ترکی سکول کے پڑھے ہوئے تھے ____ بلایا۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ کر دیا۔ وہ گئے اور غالب پاشا سے ملاقات کرادی۔'' (2)

انھی حافظ عبدالجبار صاحب کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب دہلویؒ ہیں۔ اسی تعلق کی بنیاد پر جب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو شیخ عبدالوہاب دہلویؒ نے حضرت سندھیؒ کی علمی اور مالی حوالے سے بڑی مدد کی۔ اور بھرپور تعاون فرمایا۔ آپؒ حضرت سندھیؒ کے خصوصی شاگرد بھی تھے اور حدیث کی بعض اسناد کی اجازت حضرت سندھیؒ نے بھی ان سے حاصل کی تھیں۔

شیخ عبدالوہاب دہلویؒ کے زیر انتظام ''مکتبہ فیضیہ'' سے حضرت سندھیؒ نے علمی حوالے سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ حرم میں قیام کے دوران فراغت کے ایام میں حضرت سندھیؒ اسی کتب خانے کی کتابوں کے مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔ چناں چہ آپؒ نے اپنی تالیف ''التمهيد لتعريف ائمّة التجديد'' کے لیے بنیادی معلوماتی مواد اسی کتب خانے کی مدد سے جمع کیا تھا۔ اس کتب خانے میں علمی کتابوں کے عظیم ذخیرے کے ساتھ ساتھ ہندوستان بھر کے اخبارات اور رسائل بھی کثرت سے آتے رہتے تھے۔ ہندوستان کے بارے میں حضرت سندھیؒ کی معلومات انھی اخبارات و رسائل کی وجہ سے تازہ رہتی تھیں۔ چناں چہ پروفیسر محمد سرور مرحوم لکھتے ہیں:

> ''مکہ معظّمہ میں مولانا سندھیؒ کے مکان پر اردو کی نئی سے نئی کتابوں اور تازہ رسائل کے علاوہ عربی کی جدید مطبوعات کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ نظر آتا تھا۔ دہلی کے مشہور تاجر خاندان حاجی علی جان والوں میں سے ایک صاحب شیخ عبدالوہاب دہلویؒ تھے، جن کا مکہ معظّمہ میں کاروبار تھا۔ انھوں نے مولانا سندھیؒ سے پڑھا تھا۔ اور اپنے آپ کو حضرت مولاناؒ کا ''تلمیذ'' لکھتے تھے۔ شیخ عبدالوہاب کا بہت اچھا کتب خانہ تھا۔ اور وہ عربی اور اردو کی جدید سے جدید کتابیں منگوایا کرتے تھے۔ مولاناؒ کے مکان پر جو کتابیں تھیں، وہ دراصل شیخ عبدالوہاب دہلویؒ ہی منگوایا کرتے تھے۔ یہ صاحب مولانا سندھیؒ کی ہر طرح سے امداد کرتے تھے۔'' (3)

اسی طرح حضرت سندھیؒ نے ربیع الآخر 1352ھ/ جولائی 1933ء میں شیخ عبدالوہاب دہلویؒ کے ساتھ مل کر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب ''المسوّٰی شرح المؤطا'' دو جلدوں میں شائع کرائی۔ اس کے شروع میں شیخ عبدالوہاب دہلویؒ نے ''كلمة للناشر'' لکھا ہے۔ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایک مقالہ ''النفحة الدهلوية في ترجمة الإمام ولي الله الدهلويؒ'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب ''المصفّٰى'' (فارسی) کے مقدمے کا عربی ترجمہ ''تسهيل دراية المؤطّا بتعريب مقدمة المصفّٰى'' کے عنوان سے کیا ہے۔ اور اسے بھی اس کتاب کے شروع میں شامل کر کے شائع کیا گیا ہے۔

''كلمة للنّاشر'' میں حضرت سندھیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ عبدالوہاب دہلویؒ لکھتے ہیں:

www.rahimia.org

''و فی الخِتام لا یسعنی إلّا أن أهدی جزیل الشّکر لکلّ من أعاننی فی هٰذا العمل و أجلّهم استاذنا العلّامة الشّیخ عبیداللّٰه السّندی، فإنّه هو الّذی نبّهنی إلٰی مکانة هٰذه الکتاب العلمیة هو تفضل بإعارة نسخته الثمینة و بکتابة بعض التعلیقات المفیدة.'' (4)

''آخر میں میں ہر اُس آدمی کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں، جس نے اس کتاب کی طباعت میں میرے ساتھ معاونت کی۔ اُن تمام میں سب سے زیادہ بزرگ شخصیت ہمارے استاذ علامہ شیخ عبیداللہ سندھی ہیں۔ جنھوں نے مجھے اس علمی کتاب کی عظمتِ شان کی طرف متوجہ کیا۔ اور اپنا قیمتی نسخہ عاریتاً مجھے عطا کیا۔ اور اس کتاب پر بعض مفید اور عمدہ تعلیقات اور حواشی لکھے۔''

''مکتبہ فیضیہ''، ''مکتبہ الحرم المکی'' کا ایک شعبہ

حضرت مولانا عبدالوہاب بن عبدالجبار دہلویؒ کا انتقال 1381ھ/ 1962ء میں ہوا۔ ان کے بعد اس مکتبے سے فائدہ اٹھانے کا صحیح نظم و نسق اور انتظام نہ ہوسکا۔ چناں چہ شیخ عبدالستار دہلویؒ کے ایک شاگرد شیخ سلیمان صنیع مدیر ''مکتبۃ الحرم المکی'' نے محسوس کیا کہ اس طرح یہ قیمتی ذخیرۂ کتب ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ انھوں نے اس مکتبے کو ''موسّسۃ الحرمین'' کی نگرانی میں قائم ''مکتبہ الحرم المکی'' میں شامل کرنے کوشش کی۔ اس طرح شیخ عبدالوہاب دہلویؒ کے بعد ''مکتبہ فیضیہ مکیہ'' کے امین اور نگران شیخ عبدالرحمن معلّمی نے اس کتب خانے کو ''مکتبۃ الحرم المکی'' میں ضم کردیا۔ مکتبہ کے مدیر نے اس کتب خانے کا الگ شعبہ بنا کر اس کی کتابوں کو جدید خطوط پر استوار کردیا۔ نیز اس کے مخطوطات کی C.D's بنوا کر محفوظ کرلی گئیں۔ آج کل ''مکتبہ الحرم المکی'' کے ''قسم المخطوطات'' کے مدیر گلگت نژاد عالم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالقیوم عبد ربّ النبی ہیں۔ انھوں نے مخطوطات کی دریافت اور ان کے حصول کے لیے ہمارے ساتھ بہت زیادہ تعاون کیا۔ چناں چہ محترم جناب ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمن کی معیت میں مکتبے کی مخطوطات سے متعلق فہرست کا جائزہ لیا گیا۔ اس طرح ''مکتبہ الحرم المکی'' کے اس کولیکشن میں موجود حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادے کی اہم ترین درجِ ذیل کتابیں سامنے آئیں۔ ان مخطوطات کا تعارف پیش خدمت ہے:

1۔ ''حجۃ اللّٰہ البالغہ'' تالیف امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شاہکار کتاب ''حجۃ اللّٰہ البالغہ'' کا ایک بہت صاف اور عمدہ نسخہ اس لائبریری میں موجود ہے۔ اس نسخے کے صفحات کا سائز 10×25 سینٹی میٹر ہے۔ ہر صفحے پر 37 سطریں ہیں۔ اس کے چاروں طرف سلیقے سے حاشیہ چھوڑا گیا ہے۔ اس نسخے کا خط بہت عمدہ اور واضح ہے، لیکن یہ مکمل نسخہ نہیں۔ اس کے کل بیس اَوراق اور چالیس صفحات ہیں۔ اس مخطوطے میں ''المبحث الثالث مبحث الإرتفاقات'' کے پہلے باب ''باب کیفیة إستنباط الإتفاقات'' کے نصف تک کی عبارت موجود ہے۔ اس کے بعد کے صفحات و اَوراق

نہیں ہے۔ لیکن جتنا موجود ہے، بہت صاف اور عمدہ ہے۔ آخری اَوراق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے کاتب کے بارے میں کچھ معلومات نہیں ہیں۔ ''مکتبہ الحرمِ المکّی'' میں اس مخطوطے کا نمبر 1006 ہے۔

2۔ ''الخیر الکثیر'' تالیف امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک اور اہم تصنیف ''الخیرالکثیر'' کا قلمی نسخہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ 10×19 سینٹی میٹر سائز کے 125 صفحات پر مشتمل ہے۔ لائبریری میں اس مخطوطے کا نمبر 2593 ہے۔ اس کے اختتام پر ترقیمہ کاتب درج ذیل ہے:

''الحمد للہ رسالہ ''خیر کثیر'' مصنفہ جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ از دست فقیر پُر تقصیر رحمت اللہ بتاریخ ششم ماہِ شوال ۱۳۴۳ھ (30/ اپریل 1925ء) از سلکِ تحریر درآمد فقط۔

نوشتہ	بماند	سیہ	بر	سفید
نویسندہ	را	نیست	فردا	امید''

''سب تعریفیں اللہ کی ہیں کہ کتاب ''خیر کثیر'' مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس فقیر گنہ گار رحمت اللہ کے ہاتھ سے 06/ شوال 1343ھ (30/ اپریل 1925ء) کو تحریر کی لڑی میں پروئی گئی۔

سفید کاغذ پر سیاہ لکھائی تو موجود رہے گی، لیکن لکھنے والے کو آنے والے کل کی بھی امید نہیں ہے۔'' (5)

3۔ ''فیوض الحرمین'' تالیف امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اہم ترین تصنیف ''فیوض الحرمین'' کا ایک قلمی نسخہ اس مکتبے کی زینت ہے۔ یہ صاف اور خوش خط قلم سے لکھا گیا بہترین اور عمدہ نسخہ ہے۔ اس مخطوطے کے کل صفحات 302 تھے۔ جن میں صفحۂ اول سے 224 تک ''تفہیماتِ الٰہیہ'' تحریر ہے۔ جسے مکتبۃ الحرم المکی میں الگ مخطوط نمبر 2371 دیا گیا ہے۔ اور اس مخطوطے کے صفحہ 225 سے 301 تک ''فیوض الحرمین'' تحریر شدہ ہے۔ جسے مخطوط نمبر 2370 دیا گیا ہے۔ ''فیوض الحرمین'' کے شروع کے تین صفحات اصل کاتب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے کسی دوسرے نسخے کو سامنے رکھ کر اپنے قلم سے وہ تین صفحات تحریر کر کے اضافہ کیے ہیں۔ چناں چہ اس کے سرِورق پر حضرت سندھیؒ کی درج ذیل تحریر ہے:

''فیوض الحرمین'' لإمامنا الإمام ولی اللّٰہ الدّھلوی أفردتھا من آخر ''التّفھیمات الإلٰھیة'' و أتممت ما نقص. و اللّٰہ الموفّق لعبدہٖ عبیداللّٰہ السندی الدیوبندی مقیمًا علٰی جبال الصولتیہ ببلد اللّٰہ الحرام ۲۴/ رجب ۱۳۵۷ھ / ۱۵/ ستمبر ۹۳۸ ھندیة شمسیة یوم الأحد.'' (6)

www.rahimia.org

''ہمارے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب ''فیوض الحرمین'' کو میں نے ''التفھیمات الالٰھیہ'' کے نسخے کے آخر سے الگ کیا۔ اور اس کے شروع کا جو حصہ ناقص تھا، اسے میں نے مکمل کیا۔ اور اللہ ہی اپنے بندے عبیداللہ سندھی دیوبندی کو توفیق دینے والا ہے۔ جو کہ اللہ کے حرمت والے شہر میں صولتیہ کے پہاڑ پر مقیم ہے۔ 24؍رجب 1357ھ/ 15؍ستمبر 938 ہندی شمسی (1938ء)۔''

اس نسخے پر مولانا سندھیؒ کے قلم سے کچھ تصحیحات ہیں اور بعض مقامات پر حواشی بھی ہیں۔ اس مخطوطے کے اصل کاتب وہی رحمت اللہ صاحب ہیں، جنھوں نے ''الخیر الکثیر'' نقل کی ہے۔ کیوں کہ دونوں کتابوں کی تحریر کا قلم ایک ہی ہے۔ البتہ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کاتب نے اِسے کس نسخے سے نقل کیا ہے۔ البتہ آخری صفحے پر اس کی کتابت کی تاریخ درج ذیل لکھی ہوئی ہے:

''تمام شد بتاریخ 11؍شوال سن تیرہ سو اکتالیس ہجری 1341ھ (26 مئی 1923ء) فقط'' (7)

اس مخطوطے کے صفحات کا سائز 10×19 سینٹی میٹر ہے۔ اور ہر صفحہ 21 سطروں پر مشتمل ہے۔

4۔ ''التفھیمات الإلٰھیہ'' تالیف امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک اہم تصنیف ''التفھیمات الإلٰھیہ'' کا قلمی نسخہ اس لائبریری کی زینت ہے۔ اس مخطوطے کے کل اَوراق 301 ہیں۔ جس میں 224 تک ''التفھیمات الإلٰھیہ'' ہے۔ اور 225 سے 301 تک ''فیوض الحرمین'' ہے۔ لائبریری میں ''التفھیمات الإلٰھیہ'' پر مشتمل اوراق کو الگ مخطوطہ نمبر 2371 دیا گیا ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ نسخہ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے زیرِ مطالعہ رہا ہے۔ اس لیے کہ اس کے سرِ ورق پر حضرت سندھیؒ کے قلم سے ''تفھیمات'' کی فہرست مع صفحات نمبرز موجود ہے۔ بعض ''تفھیمات'' کے حوالے سے حضرت سندھیؒ نے کچھ معلومات فراہم کی ہیں۔ اور نسخے کے اختتام پر کاتب نے لکھا ہے:

''ہشت ورق ازیں جا گم شدہ۔'' (اس جگہ آٹھ اوراق گم ہوگئے ہیں۔)

اور اس کے بعد مولانا سندھیؒ نے تحریر کیا ہے:

''بقیۂ او در صفحہ ۲۴۳ جلد اول مطبوع موجود است۔ عبیداللہ'' (8) (اس تفہیم کا بقیہ حصہ مطبوعہ نسخے (طبع: مجلس علمی ڈابھیل 1355ھ/ 1936ء) کی جلد اول کے صفحہ 243 سے آگے موجود ہے۔ عبیداللہ)

اس نسخے کے اختتام پر ترقیمہ کاتب موجود نہیں ہے۔ البتہ اسی نسخے کے اگلے اوراق پر ''فیوض الحرمین'' ہے۔ اس کے اختتام پر کاتب نے درجِ ذیل تاریخ لکھی ہے:

''تمام شد بتاریخ 11؍شوال سن تیرہ سو اکتالیس ہجری 1341ھ (26 مئی 1923ء) فقط'' (9)

www.rahimia.org

5۔ ''البدور البازغه'' تالیف امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک اور اہم تصنیف ''البدور البازغہ'' کا بہترین قلمی نسخہ اس لائبریری کی زینت ہے۔ یہ مخطوطہ 10×19 سینٹی میٹر سائز کے 192 صفحات پر مشتمل ہے۔تحریر صاف، خوش خط اور پختہ ہے۔ اس کے اختتام پر اگرچہ ترقیمہ کاتب موجود نہیں ہے، لیکن تحریری قلم وہی ہے، جو ''تفهيمـاتِ الٰهيه'' اور ''خير كثير'' وغیرہ کا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ بھی 1341ھ/ 1923ء کا ہی لکھا ہوا ہے۔لائبریری میں اس کا مخطوطہ نمبر 3675 ہے۔

6۔ ''الإنتباه في سلاسل أولياء اللّٰه'' تالیف امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک اور اہم تصنیف ''الإنتباه في سلاسل أولياء اللّٰه'' بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ یہ اس کتاب کا ایک ناقص نسخہ ہے۔ چناں چہ اس کے سرِ ورق پر لکھا ہے:

''النصف الأخير من الكتاب الجليل الإنتباه في سلاسل أولياء اللّٰه ثبت حكيم الهند الإمام الهمّام حجّة اللّٰه في الأرض الشيخ أبي الفياض قطب الدّين أحمد ولي اللّٰه ابن شيخ الجليل أبي الفيض عبدالرحيم الدهلوي رحمهم اللّٰه تعالىٰ و ادام النّفع بعلومهم. **(10)**

''جلیل الشان کتاب ''الإنتباه في سلاسل أولياء اللّٰه'' کا یہ آخری نصف حصہ ہے۔ یہ کتاب حکیم الہند امام الہمام حجۃ اللہ فی الارض شیخ ابوالفیاض قطب الدین احمد ولی اللہ ابن شیخ الجلیل ابوالفیض عبدالرحیم دہلوی رحمہم اللہ کی تصنیف ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے علوم کے نفع کو ہمیشہ قائم رکھے۔''

اس مخطوطے کے شروع میں 12 صفحات پر مشتمل اس کے مضامین کی فہرست ہے۔اور اس کے آخر میں لکھا ہے:

''تمّت بعون اللّٰه تعالىٰ و توفيقه لعبده الضعيف عبداللّٰه بن شيخ محمّد الملتاني العمرفوري ـــ عفا اللّٰه عنهما ـــ و آخر دعوانا أن الحمد للّٰه ربّ العالمين.''

''اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے یہ کتاب اس کے کمزور بندے عبداللہ بن شیخ محمد ملتانی عمرپوری ـــ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو معاف کرے ـــ کے قلم سے مکمل ہوئی۔ ہماری آخری بات یہ ہے کہ سب تعریفیں اُس اللہ کی ہیں، جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔''

اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ 99 صفحات پر مشتمل ہے۔لیکن اس مخطوطے میں موجود صفحات کم ہیں۔اس مخطوطے کے آخر میں حضرت مصنف علامؒ کے تکملہ کی عبارت درجِ ذیل ہے:

''إنا قد أكملنا المقصود من هٰذه الرّسالة فلنختمها. و كان الإتمام يوم الأربعا السادس عشر من شهر جمادى الأولىٰ سنة ثمان و خمسين و مائة و ألف و الحمد للّٰه

www.rahimia.org

أوّلاً و آخرا و ظاهرا و باطنا." (11)

''اس رسالے میں جو کچھ بیان کرنا مقصود تھا، اس کی ہم یہاں تکمیل کرتے ہیں۔ اور اس کا اختتام کرتے ہیں۔ اس رسالے کی تکمیل بدھ کے دن 16/ جمادی الاولیٰ 1158ھ (16/ جون 1745ء) کو ہوئی۔ اور اول و آخر، ظاہر و باطن سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

اسی صفحے پر حضرت سندھیؒ کے شاگرد حضرت شیخ عبدالوہاب بن عبدالجبار دہلویؒ درجِ ذیل تحریر بھی ہے:

"قرأت هٰذه الرّسالة النافعة الفريدة في بابها علىٰ حضرة مولانا الشيخ عبيدالله السندى و كانت تماما في ٢٨/ جماد الأخرىٰ ١٣٥١ هـ (31 اگست 1932ء) والحمد لله علىٰ إحسانه و توفيقه. مكة المكرمة: الصفاء. عبدالوهّاب الدهلوى." (12)

''میں نے اپنے فن میں منفرد اور نفع بخش اس رسالے کو حضرت مولانا شیخ عبیداللہ سندھی سے پڑھا ہے۔ اور اس کی تکمیل 28/ جمادی الاخریٰ 1351ھ (31/ اگست 1932ء) کو ہوئی۔ اللہ نے اس حوالے سے جو مجھ پر احسان کیا اور توفیق دی، اس پر اس کی حمد و ثنا ہے۔ مکہ مکرمہ، صفا۔ عبدالوہاب دہلوی''

7۔ ''الإعتقاد الصّحيح'' تالیف امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اہم تصنیف ''الإعتقاد الصحيح'' بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے شروع کے ٹائٹل پر درجِ ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے:

"هٰذه العقيدة المسمّاة بِ''الإعتقاد الصحيح'' تاليف العالِم العلامه الفاضل الفهامه المحدّث مولانا الشيخ احمد المدعوّ بولى الله بن الشيخ عبدالرحيم الدهلوى العمرى الحنفى النقشبندى. نفعنا الله تعالىٰ بعلومه المسلمين. آمين" (13)

یہ مخطوطہ سرِ ورق سمیت سات صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحات کا سائز 16×10 سینٹی میٹر ہے۔ اور ہر صفحے پر 24 سطریں ہیں۔ اس کے کاتب شیخ عبدالستار دہلویؒ ہیں۔ اس لیے کہ اس مخطوطے کے ساتھ ایک اور مختصر رسالہ بھی چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالے میں اس کے مصنف شیخ حنیف الدین بن عبدالرحمٰنؒ نے تسبیح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں احادیث و آثار جمع کی ہیں۔ یہ رسالہ بھی اسی قلم سے تحریر شدہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب شیخ عبدالستار صدیقی ہیں۔ اور یہ 1305ھ/ 1888ء میں لکھا گیا ہے۔ چناں چہ اس رسالے کے آخر میں انھوں نے درجِ ذیل ترقیمہ لکھا ہے:

"هٰذا ما وجدتّه بخطّ العالم العلامة حنيف الدين بن عبدالرحمان ... العمرى الحنفى ١٠٢٣ هـ (1614ء) و أنا الفقير الراجي لطف ربه الخفى عبدالستار الصديقى

الحنفی بمکة سنة ١٣٠٥ من الهجرة (1888ء) و الحمد للّٰه ربّ العالمين. (14)

''مکتبہ الحرم المکی'' میں اس مخطوطے کا نمبر 1283 ہے۔

8۔ ''لغات القرآن'' تالیف حضرت شاہ اہل اللہ دہلویؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بھائی حضرت شاہ اہل اللہ دہلویؒ (متوفی 1187ھ/ 1774ء) کی ایک اہم کتاب ''لغات القرآن'' اس مکتبے کی زینت ہے۔ اس کتاب کا ایک صاف قلمی نسخہ یہاں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ کل 64 اَوراق پر مشتمل ہے۔ جس میں 62 اوراق پر ''لغات القرآن'' ہے۔ جس میں ''سورت الفاتحہ'' سے لے کر ''سورت الناس'' تک قرآن حکیم کے مشکل الفاظ کی لغات بیان کی گئی ہیں۔ اور پانچ صفحات پر ایک سالہ ''در بیان مخارج حروفِ تہجی و صفاتِ ضروریۂ آں'' ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس نسخے کے مالک حضرت شاہ محمد یعقوب دہلویؒ ہیں۔ اس لیے کہ اس کے سرِ ورق پر تحریر ہے:

''لغات القرآن مالک یعقوب 1248ھ (1833ء)'' (15)

صفحہ اول سے اس نسخے کا آغاز کچھ اس طرح ہوتا ہے:

''الجزء الأوّل من لغات القرآن المجيد من تصنيف شاه أهل اللّٰه غفر اللّٰه لهٗ و لِجميع المؤمنين. بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحيم اللّٰه أصله إلٰه للمعبود وهو عَلَم لذاته تعالىٰ.'' (16)

اور اس نسخے کے آخری صفحے پر مؤلف کتاب حضرت شاہ اہل اللہ دہلویؒ کی درجِ ذیل عبارت تحریر ہے:

''والحمد للّٰه ربّ العالمين أوّلاً و آخرًا الذی هدانا لهٰذا و ماکنا لنهتدی لولا أن هدانا اللّٰه. وأنا الفقير المفتقر إلی اللّٰه الكريم محمّد أهل اللّٰه بن شيخ عبدالرحيم أحسن اللّٰه إليه و إلیٰ والديه بفضله الأمين و السّلام علىٰ من اتبع الهُدیٰ.''

''اول و آخر سب تعریفیں اللہ رب العالمین کی ہیں۔ جس نے ہمیں اس دین کی جانب ہدایت دی۔ اور اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ میں فقیر اور اللہ کریم کا محتاج بندہ محمد اہل اللہ بن شیخ عبدالرحیم ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ساتھ اور اس کے والدین کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے۔ اور جو بھی اس ہدایت کو قبول کرے، اس پر سلامتی نازل ہو۔''

اس کے بعد ترقیمہ کاتب کچھ اس طرح سے ہے:

''حرّر هٰذه اللّغات العبد المفتقر المحتاج الراجی إلیٰ رحمة اللّٰه و عفوهٖ غلام علی عفا اللّٰه عنه و عن والديه و عن جميع المؤمنين بحرمة نبيّه محمّد صلّى اللّٰه عليه وسلّم و علیٰ آله و أصحابهٖ أجمعين فی يوم الأربعاء الرابع عشر من شوّال سنة ألف و مائتين و تسع

عشر سنين من هجرة رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم (۱۴/ شوّال ۱۲۱۹ھ/ 16 جنوری 1805ء) فى المدرسة لمولٰنا و مرشدنا و استاذنا الشاه عبدالعزيز الدهلوى المحدث المشهور أدام اللّٰه ظلالهٗ و أفضالهٗ علٰى مفارقنا عمّه الّذى كان المؤلّف لهٰذه اللّغات.''(17)

''اس لغات (القرآن) کو اللہ کی رحمت اور اس سے معافی کے امیدوار اور محتاج بندے غلام علی نے تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین اور تمام مسلمانوں کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے معاف فرمائے۔ میں نے اس کتاب کی کتابت بدھ کے روز 14/شوال 1219ھ/ 16 جنوری 1805ء کو مشہور محدث اپنے مرشد اور استاذ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مدرسے میں کی ہے۔ ان کے چچا مؤلف لغات (القرآن) کی ہم سے جدائی کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے سائے اور انعامات کو ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔''

9۔ ''تكميل الأذهان'' تالیف امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ

حضرت الامام شاہ رفیع الدین دہلویؒ کی ایک اہم تصنیف ''تكميل الأذهان'' بھی اس لائبریری کی زینت ہے۔ اس مخطوطے کا نمبر 3692 ہے۔ اس رسالے کے سرِ ورق پر تحریر ہے:

''رسالة تكميل الأذهان للفاضل الشهيد العالم النحرير العلّامه رفيع الدين الدهلوى بن عن إمام ولى اللّٰه رحمهم اللّٰه تعالىٰ.'' (18)

اس کے صفحہ نمبر 03 پر اس مخطوطے کے کاتب اور حضرت سندھیؒ سے اس رسالے کو پڑھنے والے مولانا خیر محمد (بلوچ) نے حضرت شاہ صاحب تک اپنی سند درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

''قال الأستاذ مولانا الشيخ عبيداللّٰه السندى الديوبندى المهاجر بمكّة المكرّمة أخبرنا شيخنا شيخ الهند مولانا محمودحسن الديوبندىؒ عن حكيم عصره الإمام محمّدقاسم الديوبندىؒ عن عمّه استاذ اساتذة الهند مولانا مملوک العلى الدهلوىؒ عن الأستاذ العلّام مولانا رشيد الدّين الدهلوىؒ عن الحكيم الرّبانى الإمام رفيع الدّين بن إمام الأئمّه امام ولى الله دهلوى. قال: الحمد للّٰه الهادى القريب المُجيب... الخ.'' (19)

''ہمارے استاذ مولانا شیخ عبیداللہ سندھی دیوبندی مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ: ہم سے اس رسالے کی روایت کی ہے ہمارے استاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے زمانے کے حکیم (الاسلام) امام محمد قاسم دیوبندیؒ سے، اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے چچا استاذ اساتذۃ الہند مولانا مملوک علی دہلویؒ سے، اور وہ روایت کرتے ہیں استاذ علامہ مولانا رشید الدین دہلویؒ سے۔ اور وہ روایت کرتے ہیں حکیم ربانی امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ ابن امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ (مؤلف کتاب ہذا)''

www.rahimia.org

یہ مخطوطہ 100 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالے کے آخر میں خاتمہ مصنفؒ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"خاتمة: قد تمّ تاليف الرّسالة فی رابع الربيع الأوّل سنة ألف و مائتين و ثلاثين من الهجرة المحمّدية علٰى صاحبها ألف آلاف سلام و تحيّة (۴/ ربيع الاول ۱۲۳۳ هـ ۱۲/ جنوری ۱۸۱۸ء)" (20)

(خاتمہ: اس رسالے کی تالیف و تصنیف 04/ ربیع الاول 1233ھ (12/ جنوری 1818ء) کو مکمل ہوئی۔)

اس کے بعد کاتبِ اول مولانا عبدالتواب ملتانیؒ کا ترقیمہ درج ذیل ہے:

"الحمد للملک المنّان قد تمّ الكتاب المسمّٰی ب"تكميل الأذهان" للقاموس القمقام المحيط الطّمطام للعلوم العقلية و النقليه جلّها بل كلّها العلاّ مة الفهّامة الشاه رفيع الدين ـــ اللّٰهم اجعل مسكنه بحبوة الجنان وارزقه الحسنٰى و الرضوان. واغفر لى ولوالدیّ و أحسن إليهما ـــ عام سبع و ثلاث مائة بعد الألف من هجرة النبى عليه الصّلوة و السلام عاشر جمادى الأولٰى يوم الخميس من الأيام. و أنا الفقير إلى اللّٰه الغنى عبدالتواب الملتانى. اللّٰهم كن له و لوالديه و لأستاذيه رحيما و ارزقهم فى جنّاتک نعيما مقيما و الحمد للّٰه ربّ العالمين و الصّلوة و السّلام علٰى رسوله محمّد و علٰى آله أجمعين." (21)

(سب تعریف اس احسان کرنے والے بادشاہ کی ہے کہ کتاب ''تکمیل الأذہان'' مصنفہ قاموسِ قمقام، تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ کے گہرے سمندر، علامہ فہامہ شاہ رفیع الدین کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کا ٹھکانا جنت کے اعلیٰ مقام میں بنائے۔ اور ان کو اعلیٰ اور رضوان کا مقام عطا فرمائے۔ اور میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمائے۔ اور ان سے حسنِ سلوک فرمائے۔ یہ تحریر جمعرات کے دن 10/ جمادی الاولیٰ 1307ھ (03/ جنوری 1890ء) کو مکمل ہوئی۔ اور میں اللہ غنی کا محتاج بندہ عبدالتواب ملتانی ہوں۔ اے اللہ! اس کے والدین، اس کے اساتذہ اور اس کے ساتھ رحمت اور شفقت کا معاملہ فرما۔ اور انھیں ہمیشہ ہمیشہ کی جنت عطا فرما۔ اور سب تعریفیں اللہ ربّ العالمین کی ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی تمام آل پر درود و سلام ہو۔)

اس کے بعد کاتبِ ثانی مولانا عبداللہ بن احمد حجازیؒ کا ترقیمہ اس طرح ہے:

"و كان الفراغ من نسخ هٰذه الرّسالة يوم الجمعة ثانى رجب عام خمس و خمسين و ثلاث مائة بعد الألف من الهجرة بيد الفقير إلٰى ربّه الغنى عبداللّٰه بن احمد حجازى الفقيه

www.rahmia.org

بمكة المكرّمة فالحمد للّٰه اولا و آخرا و ظاهرا و باطنا.'' (22)

(اس رسالے کی نقل تیار کرنے سے جمعہ کے دن 08/رجب 1355ھ (24 ستمبر 1936ء) کو فراغت ہوئی۔ اس کی نقل ربِّ غنی کے محتاج بندے عبداللہ بن احمد حجازی ــــ جو مکہ مکرمہ میں فقیہ رہے ہیں ــــ کے ہاتھ سے ہوئی۔ پس اول و آخر ظاہر و باطن اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔)

اس کے بعد موجودہ نسخے کے کاتب حضرت مولانا خیر محمد بلوچؒ کا ترقیمہ درج ذیل ہے:

''الحمد للّٰه الّذی له الملك و له الحمد وهو علٰى كلّ شيء قدير، و الصّلٰوة و السّلام علٰى رسوله النّذير و البشير و علٰى آله و أصحابه بهم الإقتداء جدير. اما بعد! فيقول العبد الفقير: خيرمحمد البهاولفورى قد حصل الفراغ من نسخ هٰذه الرسالة يوم السبت وقت الظهر أحد عشر شهر صفر سنة ثمانين و خمسين و ثلاثه مائة بعد الألف من الهجرة النبوية بمكة المكرمة فى رباطِ بهاولپور دارالسرور بامرِ مولانا عبدالوهاب الدهلوى المهاجر المكى. و آخر دعوانا أن الحمد للّٰه ربّ العالمين.'' (23)

(خطبہ مسنونہ کے بعد بندۂ محتاج خیر محمد بہاولپوری کہتا ہے کہ: اس رسالے کی نقل تیار کرنے سے ہفتے کے دن ظہر کے وقت 11/صفر 1358ھ (02/اپریل 1939ء) کو مکہ مکرمہ کی رباطِ بہاولپور میں فراغت حاصل ہوئی۔ اس نسخے کی نقل مولانا عبدالوہاب دہلوی مہاجر مکی کے حکم سے کی گئی۔)

10۔ رسائل مؤلفہ امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ

اس لائبریری میں امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے چند اہم رسائل پر مشتمل ایک مخطوطہ نمبر 3693 ہے۔ اس مخطوطے میں سب سے پہلے ''تكميل الأذهان'' کے شروع کا ایک ورق تحریر شدہ ہے۔ اس کے بعد رسالہ ''تعديلات الكواكب'' ہے۔ جو چار اَوراق اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی بہت عمدہ اور بہتر نسخہ ہے۔ اور پھر اس کے بعد دو اَوراق پر مشتمل رسالہ ''سمت القبلة'' ہے۔ اس کے آخر میں کاتب مولانا عبداللہ عمرپوریؒ نے لکھا ہے:

''إنتسخ هٰذه الرسالة عبداللّٰه العمرفورى من نسخة المولٰى عبدالتوّاب الملتانى. إنتسخها ١٣٠٦ هـ من نسخة الشيخ أحمد الأحمدبورى الّتى أضاعها حوادث الزمان فأولاده اليوم ينتسخون من نسخة ملتان. ٢٣/ من شهر رمضان المبارك ١٣٥٥ هـ فى حدود ... (و أصل نسخة ماخوذة من الأصل فى دهلى أو بوفال أو عظيم آباد و اللّٰه أعلم. عبداللّٰه).'' (24)

(اس رسالے کو عبداللہ عمرپوری نے مولانا عبدالتواب ملتانی کے نسخے سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے وہ

نسخہ 1306ھ(1889ء) میں شیخ احمد پوری کے نسخے سے نقل کیا تھا۔ یہ نسخہ زمانے کے حوادثات کی وجہ سے ضائع ہوگیا تھا۔ آج کل ان کے اولاد نے نسخۂ ملتان سے اس کی دوبارہ نقل کی تھی۔ اس نقل سے فراغت 23/ رمضان المبارک 1355ھ (30/نومبر 1936ء) کو ہوئی۔ اس نسخے کی اصل دہلی یا بھوپال یا عظیم آباد میں ہے۔ واللہ اعلم۔ عبداللہ)

اس کے بعد رسالہ ''تفسیر آیة النّور'' ہے۔ یہ رسالہ 15 اوراق اور 29 صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحات کا سائز 10×17 سینٹی میٹر ہے۔ ہر صفحے پر 19 سطریں ہیں۔ یہ نسخہ بھی مولانا عبداللہ عمرپوریؒ کے قلم سے ہے۔ مولانا عبداللہ عمرپوریؒ حضرت سندھیؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آخری زمانے میں لاہور بادشاہی مسجد میں قیام فرما رہے۔ ان کے پاس کتابوں کا بڑا علمی ذخیرہ تھا۔ اس مضمون میں ''مکتبہ الحرم المکی'' میں موجود خانوادۂ ولی اللّٰہی کے مخطوطات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ دیگر مخطوطات کا تعارف آئندہ کسی موقعے پر پیش کیا جائے گا۔

حوالہ جات

1۔ دیکھیے! موائد الفضل و الکرم الجامعة لتراجم أهل الحرم (قلمی). تالیف: شیخ عبدالستار الصدیقی الدهلویؒ. ورق:162. اس کا عکس ہمارے پاس محفوظ ہے۔

2۔ نقش حیات۔ از: مولانا سید حسین احمد مدنیؒ۔ جلد: دوم۔ ص:219۔ مطبوعہ: عزیز پبلیکیشنز، 56 میکلوڈ روڈ، لاہور۔

3۔ اِفادات وملفوظات۔ از: پروفیسر محمد سرور مرحوم۔ ص:41۔ مطبوعہ: سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور۔

4. کلمة الناشر، المسوی من احادیث المؤطا. ص:07. طبع: المکتبة السلفیة بمکة المکرمة.

5. خیر کثیر (قلمی). ورق نمبر125. مخطوطه نمبر2593. مکتبه الحرم المکی، مکه مکرمه.

6۔ سرِ ورق ''فیوض الحرمین''۔ تالیف شاہ ولی اللہ (قلمی)۔ مخطوطہ نمبر 2370۔ مکتبہ الحرم المکی، مکہ مکرمہ۔

7. ایضاً. ص:302. 8. التفهیمات الإلٰهیه. ورق نمبر:224. مخطوطه نمبر: 2371.

9۔ ''فیوض الحرمین''۔ تالیف شاہ ولی اللہ (قلمی)۔ ص:302۔ مخطوطہ نمبر 2370۔ مکتبہ الحرم المکی، مکہ مکرمہ۔

10. الإنتباه فی سلاسل اولیاء اللّٰه. سرورِ ورق، مخطوطه نمبر741.

11. الإنتباه فی سلاسل اولیاء الله (قلمی). ص99. مخطوطه نمبر741.

12۔ ایضاً۔ 13۔ الاعتقاد الصحیح، سرورق، مخطوطہ نمبر:1283۔ 14۔ الاعتقاد الصحیح، ورق نمبر:12۔ مخطوطہ نمبر:1283۔

15۔ لغات القرآن (قلمی)، تالیف: شاہ أہل اللہ دہلویؒ۔ سرِ ورق۔ مخطوطہ نمبر 2933۔ مکتبہ حرم المکی، مکہ مکرمہ۔

16۔ لغات القرآن (قلمی)، تالیف: شاہ أہل اللہ دہلویؒ۔ ورق نمبر:01۔ مخطوطہ نمبر 2933۔ مکتبہ حرم المکی، مکہ مکرمہ۔

17۔ لغات القرآن (قلمی)، تالیف: شاہ أہل اللہ دہلویؒ۔ ورق نمبر:62۔ مخطوطہ نمبر 2933۔ مکتبہ حرم المکی، مکہ مکرمہ۔

18. تکمیل الأذهان. ورق نمبر:01. مخطوطه نمبر:3692.

19. ایضاً. ورق نمبر:03. 20. تکمیل الأذهان (قلمی)، ص:99. مخطوطه نمبر:3692.

21. ایضاً. ص:99، 100. 22. ایضاً. ص:100.

23. ایضاً. 24. ورق نمبر:05. مخطوطه نمبر: 3693. مکتبه الحرم المکی.

www.rahimia.org

QUARTERLY
Shauor o Aaghi
Lahore

APRIL-JUNE 2011 Issue # 02 Vol.03 Regd.# 370-S

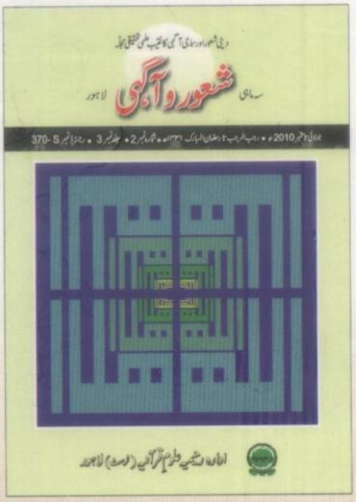

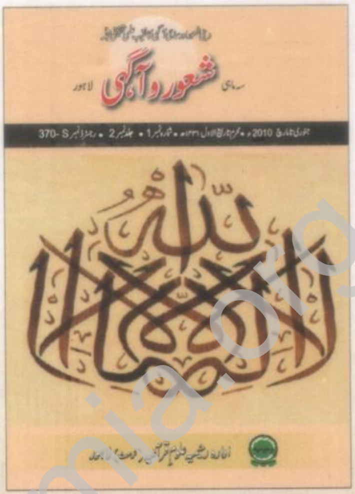

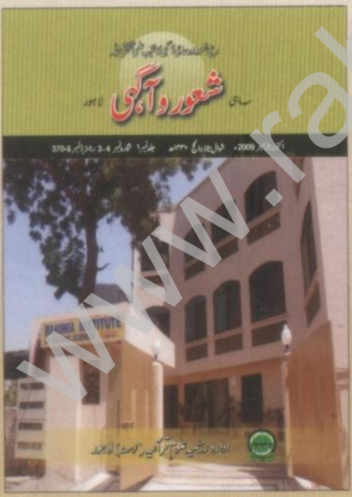

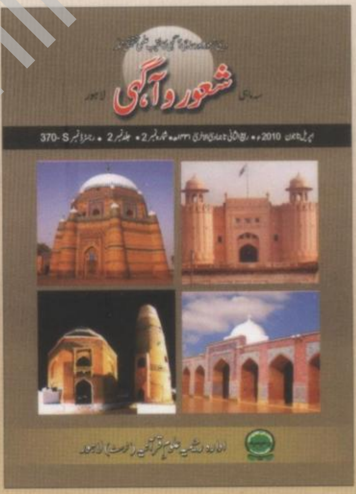

www.rahimia.org

رحیمیہ مطبوعات

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ، شاہراہِ فاطمہ جناح، لاہور